ان اللہ معنا

نصیحۃ الشیعہ

جلد دوم

شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ

قرآنی شہادت سے حق کا فیصلہ

مطبع احتشامیہ مرادآباد میں قاضی محمد فہیم الدین کے
اہتمام سی چھاپا گیا۔

سب سے اول قرآن ہی جتنے عقائد ضروری ہین جنپر نجات اخروی موقوف ہی وہ قرآن مین بنص صریح اسطرح مذکور ہین کہ ہر شخص اُنسے وہی مطلب سمجھتا ہی مثلاً لا الہ الا اللہ وغیرہ بیسیون نصوص قرآنی اللہ کی توحید اسطرح ظاہر کرتے ہین کہ بغیر کسی تاویل یا روایت کے شامل کرنے کے مسئلہ توحید اُس سے ظاہر ہوتا ہی اسیطرح رسالت کا مسئلہ محمدؐ رسول اللہ وغیرہ نصوص سے بے تکلف ظاہر ہی امامت کے مسئلے کا اول سے آخر تک قرآن مین پتا بھی نہین۔

مگر شیعے بہت سی آیتین پیش کرتے ہین جن مین مسئلہ امامت بہ نص صریح مذکور ہی لیکن وہ الفاظ قرآن موجودہ مین نہین ملتے شیعے کہتے ہین کہ ائمہ کے زبان پر تھے یا اُس قرآن مین ہونگے جسکو جناب صاحب الامر ہمسے چھپا کر غار مین لے پہنچے۔

بہر حال ائمہ جن آیتون کی خبر دے گئے ہین بطور نمونہ ہم اونکی بعض روایتین نقل کرتے ہین۔ اصول کافی[۱] مین ہی۔

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عز و جل ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزا عظیما ھکذا انزلت	ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی اللہ کے اس قول مین (اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اُسکے رسول کی ولایت علی اور ولایت ائمہ مین جو علی کے بعد ہونگے تو پہنچا بڑی مراد پر) یہ آیت اسیطرح نازل ہوئی ہے۔

[۱] اصول کافی ص ۲۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

بندۂ مسکین محمد احتشام الدین مُرادابادی غفر اللہ لہ ولوالدیہ مسلمانون کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ نصیحۃ الشیعہ کی جلد اول تمام ہونے کے بعد متوکلاً علی اللہ شروع ماہ صفر ۱۳۱۲ھ مین جلد ثانی کا لکھنا مین نے شروع کیا ہی۔ اللہ اسکو قبول کرے اور ذریعہ ہدایت بناوے

امامت

شیعے رسولؐ کے بعد جناب امیرکو اور اونکے بعد ائمہ کو امام معصوم مفترض الطاعۃ بتاتے ہین۔

اہل سُنّت کہتے ہین کہ رسول کے بعد نہ کوئی معصوم ہی نہ کسی کی اطاعت فرض ہی اصلاح امور انتظامی کے لئے کسی شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کرلینا مسلمانون کا کام تھا اسی بادشاہ اسلام کو خلیفہ کہتے ہین۔

اب ہم شیعون کے دلائل پر غور کرتے ہین۔

آیت نازل ہوئی تھی تو اسکے درمیان مین لفظ (من قبل) کے بعد اور لفظ (فنسی) سے پہلے یہ الفاظ بھی تھے (کلمات فی محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین والائمہ من ذریتہم)

ف اس روایت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ایک لغزش تو مشہور تھی کہ درخت ممنوع کا پھل اونھون نے کھالیا تھا جسکا ذکر قرآن مین کئی جگہ ہے اسکے سوا دوسری خطا آدم سے یہ سرزد ہوئی کہ وہ محمد اور اونکے اہلبیت کے عہد کو بھول گئے اور اُس پر مضبوط و مستقل نہ رہے۔

اصول کافی مین اس حدیث سے پہلے جو روایت مذکور ہے اوسمین امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر بھی منقول ہے چنانچہ فنسی ولم نجد لہ عزما کی تفسیر مین وہ فرماتے ہین

عہدنا الیہ فی محمد والائمۃ من بعدہ فترک ولم یکن لہ عزم انہم ھکذا وانما سمی اُولوالعزم اولی العزم لانہ عہد الیہم فی محمد والاوصیاء من بعدہ والمہدی وسیرتہ واجمع عزمھم علی ان ذلک کذلک والاقرار بہ۔	عہد کیا تھا ہمنے آدم کی طرف محمد اور ائمہ کا جو محمد کے بعد ہین تو آدم نے اس عہد کو ترک کر دیا اور اُسکو یقین نہ تھا کہ وہ سب (یعنی محمد اور ائمہ) ایسے ہین اور انبیاء اُلوالعزم کا نام اولی العزم اس لئے ہوا کہ اللہ نے محمد اور اوصیاء اور مہدی اور اوس کی سیر کے باب مین اُن انبیاء سے عہد لیا تھا اور اونکا یقین اس پر جمع ہوگیا تھا کہ یہ اسیطرح ہے اور اس کے اقرار پر۔

اب تو صاف کھل گیا کہ حضرت آدم بھولے نہ تھے بلکہ اس عہد کو اونھون نے

یہ آیت سورۂ احزاب مین اسطرح مذکور ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝
اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور آپکے رسول کی تو ہونچا بڑی مراد کو

مگر اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ خبر دی کہ اسکے درمیان مین الفاظ (فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ) بھی تھے اور معہ ان الفاظ کے یہ آیت نازل ہوئی تھی پس چونکہ قرآن موجودہ مین یہ الفاظ موجود نہین تو نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن موجودہ صحیح نہین بلکہ اس مین تحریف ہوگئی۔

اسی طرح اصول کافی مین ہے۔

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ ولقد عہدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتہم فنسی ہکذا واللہ نزلت علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ	عبد اللہ بن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول مین روایت کرتا ہے۔ (اور بیشک عہد کیا تھا ہمنے آدم سے پہلے سے چند کلمات مین محمد اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور اونکی اولاد کے ائمہ کے باب مین تو بھول گیا) اسی طرح واللہ نازل کیا گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر۔

یہ آیت سورۂ طٰہٰ مین اسطرح ہے۔[1]

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝

مگر یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ امام جعفر صادق نے قسم کھا کر یہ خبر دی ہے کہ جب یہ

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۶۳　[2] اور بیشک عہد کیا تھا ہمنے آدم سے پہلے سے تو بھول گیا اور نہ پایا ہمنے اوسکے لئے استقلال۔ درحقیقت عہد یہ تھا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا تو یہ قصہ قرآن مین کئی جگہ ہے۔

انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ فی علی بغیاً۔	کرین اوسکا جسکو اللہ نے علی کے باب مین اُتارا بطور سرکشی کے۔

یہ آیت سورۂ بقر کی دسوین رکوع مین موجود ہے لفظ (فی علی) کا اُس مین پتا بھی نہین مگر امام کے بیان سے معلوم ہوا کہ جب یہ آیۃ نازل ہوئی تھی تو یہ لفظ موجود تھا۔ اس آیۃ سے مع اس ضمیمہ کے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قصہ غدیر خُم سے پہلے ہی تمام مراتب طے ہو گئے تھے اور نص امامت بتصریح بہت سی آیات مین نازل ہو چکی تھی اور لوگ اُسکو اوسیطرح رد کر چکے تھے جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء غیر اولی العزم نے رد کیا تھا۔ اونھین کا اس آیت مین ذکر ہے۔

اصُول کافی[1] مین جابر اوسی سند سے یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہین۔

قال نزل جبرئیل بھذہ الایۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ھکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ	جابر کہتے ہین کہ جبرئیل نے یہ آیت محمد صلی علیہ وآلہ پر اسطرح نازل کی تھی (اگر تم شک مین ہو اُس سے جو ہمنے اپنے بندے پر علی کے باب مین نازل کیا ہے تو ایک سورۃ مثل اوسکی بنا دو)

یہ آیت سورۂ بقر مین موجود ہے لفظ (فی علی) کا اُس مین پتا بھی نہین مگر جابر امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہین کہ اس آیت مین (فی علی) کا لفظ بھی داخل تھا اس صورت مین اس آیت کا خطاب مسلمانون سے مختص ہو گا اس لئے کہ مشرکین

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صـ ۲۶۴۔

عمداً ترک کردیا تھا اور اونکو یہ یقین نہ آیا کہ محمدؐ اور اونکے اہلبیت ایسے ہونگے
اور حضرت آدم کے علاوہ جتنے انبیاء غیر اولی العزم ہین سب کی یہی حالت ہوئی
شیعون کا یہ مسلم مسئلہ ہی کہ انبیا قبل نبوت بھی معصوم ہوتے ہین اور حضرت
آدم سے جو درخت ممنوع کے پھل کھا لینے مین لغزش ہوئی تھی وہ فقط ترک اولی تھا
اب فرمائیے کہ ترک عہد اور انکار محمدؐ اور اہلبیت کا کفر بھی مخل انداز عصمت تھا یا نہین
(معاذ اللہ منہا) صحابہ نے بعد رسول کے نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا انکار کیا تھا نہ فضیلت
اہل بیت کا انکار کیا شیعے انکار مسئلہ امامت فرض کرکے اونکو مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ)
اب خدا جانے حضرت آدم اور بہت سے انبیاء علیہ السلام کو کیا کہین گے جن کا گناہ
بمقابلہ گناہ صحابہ کے بہت سخت ہی کہ اوہنون نے باوجود نبی ہونے کے اللہ کا عہد جو
بذریعہ وحی ہوا تھا ترک کیا اور اہل بیت کے ساتھ محمدؐ کا بھی انکار کردیا۔ نبوت اور امامت
تو ایک طرف فضیلت کے بھی منکر ہوئے اور یہ اونکو یقین نہ ہوا کہ وہ ایسے ہین جیسا
کہ اللہ نے اونکو بتایا تھا (معاذ اللہ منہا)

اصول[1] کافی مین ہے۔

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل بھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ بئسما اشتروا بہ	جابر امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہین کہ اوہنون نے فرمایا کہ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر یہ آیت نازل کی تھی بری چیز ہی وہ جسکے بدلے اوہنون نے اپنی جانون کو بیچ ڈالا کہ انکار

[1] اصول کافی صفحہ ۲۶۳

فصاحت کا معجزہ رکھا تھا اور ہر ہر آیت کا معارضہ کافرون سے طلب کیا تھا مگر اب قرآن کی فصاحت کا معجزہ اور معارضہ اونھین آیتون سے مختص ہوگیا جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی تھین اس سے بڑھ کر اور تحریف کیا ہوگی۔

اصولؔ کافی مین ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال نزل جبرئیل علی محمد صلی اللہ علیہ والہ بھذہ الایۃ ھکذا یاایھا الذین اوتوا الکتب آمنوا بما نزلنا فی علی نورا مبینا۔	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہو اونھون نے فرمایا کہ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر یہ آیت اسطرح نازل کی تھی۔ اے اہل کتاب ایمان لاؤ اوسپر جو ہم نے علیؑ کے باب مین روشن نور اُتارا ہے۔

یہ آیت پانچوین پارہ کے ربع اوّل مین اسطرح مذکور ہے۔

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول سے معلوم ہوا کہ جبرئیل نے جب یہ آیت نازل کی تھی تو اس مین لفظ (فی علی نورا مبینا) بھی تھا۔

یہ عجیب بات ہو کہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت اور قرآن کو تو مانتے نہ تھے جو سب سے مقدم ہو۔ باایں ہمہ امامت کا مسئلہ اونکے سامنے پیش ہوگیا اور کل قرآن پر ایمان لانے کا حکم نہ ہوا فقط اُن آیات پر ایمان لانے کا حکم ہوا جو

سلہ اصول کافی صـ۲۶۴ سلہ اے اہل کتاب ایمان لاؤ اُس پر جو ہم نے نازل کیا ہو جو تصدیق کرتا ہو اُس کتاب کی جو تمھارے پاس ہو ف مراد یہ ہو کہ کل قرآن پر ایمان لاؤ۔

اول مسئلہ توحید و رسالت کو مان لین تب مسئلہ امامت اونکے سامنے پیش ہو۔
پس ثابت ہوگیا کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا معجزہ مشرکین کے سامنے پیش نہین کیا گیا بلکہ مسلمانون کو اوسکی فصاحت و بلاغت سے عاجز کیا گیا تھا۔
دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ فصاحت کا معجزہ تمام قرآن مین نہین بلکہ اونھین آیات مین ہے جو علی کے باب مین نازل ہوئی تھین اس لئے کہ اس ضمیمہ کی صورت مین آیت کے معنی یہ ہین کہ اگر تم کو ان آیتون مین شک ہے جو علی کے باب مین نازل ہوئی ہین تو ان آیتون کی مثل کچھ عبارت بنا دو پس اگر فصاحت و بلاغت تمام قرآن مین ہوتی تو معارضہ ان آیتون سے مختص نہ ہوتا اور چونکہ قرآن موجودہ مین ایک آیت مین بھی نص صریح علی کا ذکر نہین اور نہ کوئی آیت[1] ایسی ہے جسمین کسی یقینی دلیل سے معلوم ہوجائے کہ یہ آیت حضرت علی کے باب مین نازل ہوئی ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن موجودہ مین ایک آیت بھی ایسی نہین جس مین یقیناً فصاحت و بلاغت کا ایسا معجزہ ہو کہ اوسکی مثل بنانا ممکن نہ ہو۔
اب غور فرمائیے کہ جس شخص نے اس آیۃ مین (فی علی) کا لفظ بڑھایا یا اس آیت کی تفسیر اس معنی مین کی اوس نے اصل مقصود جو اس آیت کا تھا بالکل بدلدیا اللہ نے کافرون سے خطاب کیا تھا اور قرآن کی فصاحت و بلاغت سے مشرکین کو عاجز کیا تھا اب وہ معارضہ مسلمانون سے ہوگیا۔ اللہ نے قرآن کی ہر ہر آیت مین

---

[1] البتہ ابوبکرؓ کے حق مین آیت غار ایسی ہے جسپر فریقین کا یقین ہے کہ رفیق غار ابوبکر تھے اور إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا سے اللہ کی معیت جیسی رسول کے لئے ثابت ہے اوسیطرح ابوبکر کے لئے ثابت ہے ۱۲

فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

اور اُس مین سے جہان چاہو فراغت سے کھاؤ اور دروازے مین سجدہ کرتے ہوتے داخل ہو اور کہو (دعای) مغفرت تو ہم تمھاری خطائین بخشدینگے اور نیکی کرنے والون کے لئے زیادتی کرین گے۔ تو بدل دیا ظالمون نے ایسا قول کہ خلاف اوس قول کے تھا جو اُن سے کہا گیا تھا تو اُتارا ہمنے ظالمون پر عذاب آسمان سے اون کے فسق کی وجہ سے۔

اس آیت مین قصہ بنی اسرائیل کا ہو اس مین (ظلموا آل محمد حقہم) کا کہین پتا بھی نہین مگر جو روایت کافی کی ہمنے نقل کی اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ امام معصوم نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت مین دو جگہ یہ لفظ ہی اب ان الفاظ کو شامل مان کر جو اُس کے معنی پر غور کیا جاتا ہی تو پہلی آیت سے اُسکو کوئی ربط باقی نہین رہتا۔ علاوہ اسکے جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اُسوقت تک آل محمد کا حق کس نے چھپایا تھا وہ نص امامت جو غدیر خم مین اُتری تھی اُسوقت تک نازل بھی نہین ہوئی تھی پس اب یہ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ کون لوگ تھے جنھون نے محمدؐ کے زمانہ سے پہلے آل محمد کا حق چھپایا تھا اور جو قول اُن سے کہا گیا تھا اُس کو بدلا تھا کیونکہ آیت کے مضمون سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور واقع ہو چکے اب سوا اسکے اور کیا چارہ ہے کہ ان لوگون سے حضرت آدم علیہ السلام اور انبیا

علیؑ کے باب مین ہین۔

اصول کافی[1] مین ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزّل جبرئیل بھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ ھکذا فبدل الذین ظلموا آل محمد حقھم قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقھم رجزا من السماء بما کانوا یفسقون۔	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے انھون نے فرمایا کہ اُتاری تھی جبرئیل نے یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اسطرح۔ تو بدل دیا اُنھون نے جنھون نے ظلم کیا آل محمد کے حق کا ایسا قول کہ خلاف اُس قول کے تھا جو اُن سے کہا گیا تھا تو اُتارا ہمنے اُن پر جنھون نے آل محمد کے حق کا ظلم کیا تھا عذاب آسمان سے اُنکے فسق کی وجہ سے۔

اصل آیت سورۂ بقر مین مذکور ہے قصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ مین بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ شہر عمالقہ مین داخل ہو اور وہان فراغت سے ہر چیز کھاؤ اور دروازہ مین سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور اپنے گناہون کی مغفرت کی دعا مانگو تو ہم تمھاری خطائین بخشدین گے اور نیکی کرنے والون کو زیادہ اجر دین گے مگر جو ظالم تھے اونھون نے قول دعائے مغفرت کو جو انھین بتایا گیا تھا بدل دیا اسپر ہمنے آسمان سے اونپر عذاب نازل کیا چنانچہ الفاظ اس آیت کے مع آیت سابقہ کے یہ ہین۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ	اور جب کہ حکم کیا ہمنے کہ اس بستی مین داخل ہو

[1] اصول کافی صفحہ ۲۶۴۔

بن مطیع وجابر بن عبد اللہ انصاری وشبکہ کہ حرم محترم حضرت امام حسین بود۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت حسینؓ کے بعد جتنے شیعہ تھے سب مرتد ہو گئے تھے مگر پانچ آدمی سلامت رہے تھے جنمین چار مرد تھے اور ایک عورت شبکہ جو امام حسین علیہ السلام کی بی بی تھین۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ امام حسینؑ کی دوسری بیبیون کا بھی ایمان ثابت نرہا۔

افسوس کہ امام زین العابدینؑ کی مان حضرت شہربانو بھی ان پانچ مین شامل نرہین خدا جانے حضرت زینب اور امام حسینؑ کی تینون بیٹیان اور حضرت عباس علمدار سقای حرم کی بیبیان اور اولاد اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد خصوصًا حضرت امام حسن مثنی علیہ السلام اور اونکی بہن جو امام زین العابدین کی بی بی تھین کس فریق مین رہین۔

ان پانچ مین اہل بیت اور حرم سرای اہل بیت مین سے سوائے شبکہ کے کسی کا ذکر نہین۔

اب فرماتے کہ عقائد مذہب شیعہ اور نص امامت کا تواتر کیونکر ثابت ہوگا اس لئے کہ اس زمانے مین فقط امام زین العابدین اور چار مرد اونکی ہان مین ہان ملانے والے تھے اور یہ سب کے سب نقاب تقیہ مین روپوش۔

فقط ایک امام زین العابدین علیہ السلام اپنے منھ سے اپنا اور اپنے اصول و فروع کا امام معصوم مفترض الطاعت ہونا بیان کرتے ہونگے اور یہ چارون مرد آمنا وصدقنا کہنے والے ہونگے پھر رسولؐ تک اس مذہب کی نقل متواتر پہنچنے کا کیا سلسلہ ہے۔

غیر اولی العزم مراد ہوں۔ جنھوں نے محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی بابت اللہ کے عہد کو ترک کیا تھا اونھیں پر اُسکی سزا مین آسمان سے عذاب بھی نازل ہوا ہوگا۔ (معاذ اللہ منہا)
کتب شیعہ مین اس قسم کی روایتین بے انتہا ہین جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ امامت اور اسماے ائمہ بتصریح قرآن کی آیتون مین نازل ہوئی تھی مگر وہ قرآن ہمیشہ ائمہ کے صندوقون مین بند رہا اونھون نے اپنے مخلصین شیعہ کو بھی نہ دیا اور کیونکر دیتے اپنے اصحاب پر اونکو اعتماد نہ تھا بلکہ فساد کا خوف تھا۔

ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ اُنھون نے زرارہ کو اپنا مخلص سمجھ لیا تھا اور یہانتک اوسپر اعتماد کیا تھا کہ اُس سے تقیہ توڑا تھا اور تخلیہ مین اُس سے باتین کیا کرتے تھے آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک دن کتاب علی اوسکو دکھائی اُس کو دیکھ کر زرارہ منکر ہوگیا اور اُس کتاب کو باطل بتایا۔ اور امام سے جھگڑا کیا۔[1]
خدا جانے ایسے لوگون کو قرآن دیا جاتا تو کیا نتیجہ ہوتا۔

یہ بھی[2] ائمہ کو معلوم تھا کہ شیعے صدق اور امانت اور وفا سے محروم ہین اور یہ صفتین اہل سنت سے مختص ہین پھر شیعون کو قرآن کیون دیتے۔

پھر ان اصحاب ائمہ کی یہ بھی عادت تھی کہ اکثر مرتد ہوجایا کرتے تھے مجالس[3] المومنین مین لکھا ہے۔

اُز حضرت امام زین العابدینؑ روایت کردہ اند کہ میفرمود کہ تمام مردم بعد از قتل حسینؑ مرتد شدند الا پنج کس ابو خالد کابلی و یحیی بن ام الطویل و جبیر

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۰۱ [2] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۴۲ [3] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۴ مجلس پنجم ترجمہ یحیی۔

قال لی ابو الحسن علیہ السلام
الشیعۃ تربی بالامانی منذ
مائتی سنۃ قال یقطین لابنہ
علی بن یقطین ما بالنا قیل لنا
فکان وقیل لکم فلم یکن
فقال لہ علی ان الذی
قیل لنا ولکم کان من
مخرج واحد غیر ان
امرکم حضر فکان کما
قیل وان امرنا لم یحضر
فعللنا بالامانی فلو
قیل لنا ان ھذا الامر
لا یکون الا الی مائتی
سنۃ او ثلثمائۃ سنۃ
لقست القلوب ولرجع عامۃ
الناس عن الاسلام ولکن
قالوا ما اسرعہ

امام موسی کاظم علیہ السلام نے مجھسے فرمایا تھا کہ
شیعے شادکام ہونگے اپنی آرزوؤن مین سنہ
دو سو سے۔ یقطین نے اپنے بیٹے علی بن یقطین
سے کہا کہ یہ کیا وجہ ہی کہ جو ہمارے لئے (یعنی عباسیے
کے لئے) کہا جاتا ہی وہ تو پورا ہو جاتا ہی اور جو تمھارے
لئے (یعنی شیعون کے لئے) کہا جاتا ہی وہ پورا
نہین ہوتا۔ تو علی نے کہا کہ جو ہمارے لئے کہا گیا
ہے اور جو تمھارے لئے کہا گیا ہی سب کا مخرج
ایک ہی (یعنی سب خبرین ائمہ نے بیان کی ہین)
مگر یہ ہے کہ تمھارا وقت آگیا ہی اس لئے جو خبر دی
جاتی ہی وہ واقع ہو جاتی ہی۔ اور بیشک ہمارے
کام کا وقت نہین آیا تو ہم کو بہلایا گیا آرزوؤن مین
پس اگر ہمسے کہا جاتا کہ یہ امر (یعنی خروج مہدی
اور کامیابی شیعہ) نہ ہوگا مگر دو سو برس تک یا
تین سو برس تک تو البتہ سخت ہو جاتے دل اور پھر
جاتے سب لوگ اسلام سے۔
اور لیکن ائمہ نے کہدیا کہ بہت جلد ہے وہ وقت

اسی طرح[۵] ہشام اور صاحب الطاق اور دیگر اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اونکی وفات کے بعد اس امر پر اتفاق کیا تھا کہ مذہب شیعہ کو ترک کردو اور یہ مشورہ کرتے تھے کہ کونسا مذہب اختیار کرین اور سب سے آخر مین خارجی ہونے کا خیال کیا تھا۔

ائمہ ہمیشہ اپنے اصحاب کو مصلحتاً جھوٹے وعدون مین بہلا بہلا کر روکا کرتے تھے ورنہ وہ تو ہر وقت مرتد ہو جانے کو تیار تھے اس موقع پر یہ لطیفہ بھی سننے کے قابل ہے کہ ایک شخص یقطین نامی خلفاے عباسیہ کا طرفدار تھا اور اپنے آپ کو اوسی فریق مین شامل کرتا تھا اوسکا بیٹا علی بن یقطین مخلصین شیعہ اور اصحاب ائمہ سے تھا اس سبب سے باپ بیٹون مین ہمیشہ مخالفت رہتی تھی۔ علی بن یقطین یہ کہتا تھا کہ امام موسی کاظمؑ نے یہ خبر دی ہے کہ سنہ دو سو سے شیعونکی کامیابی کا زمانہ شروع ہو جاے گا جب یہ خبر جھوٹی ہو گئی تو یقطین نے کہا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ ہمارے فریق یعنی عباسیونکی کامیابی کی جتنی خبرین ہوتی ہین وہ تو سچی ہو جاتی ہین اور روز بروز عباسیونکی شان وشوکت بڑھتی ہے اور شیعونکی کامیابی کی جتنی خبرین ہوتی ہین سب جھوٹی ہو جاتی ہین۔ علی بن یقطین نے اسکے جواب مین کہا کہ ائمہ شیعون کے خوش کرنے کو اُن سے کہدیا کرتے ہین کہ تمھاری کامیابی کا وقت قریب ہے۔ اگر ایسا نکرین تو سب مرتد ہو جاوین۔ چنانچہ اصول[۶] کافی مین ہے کہ علی بن یقطین کہتا تھا۔

---

[۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲۲۱ [۶] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲۳۳ باب کراہۃ التوقیت ۱۲

اور سنہ ستر کا وقت ملتوی کرکے سنہ ایکسو چالیس مقرر کر دئے جب سنہ ایک سو چالیس آگئے تو وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ تھا پھر شیعون مین ارتداد کے مادہ نے جوش کیا آخر امام کو کہنا پڑا کہ اللہ نے مجھی کو مہدی مقرر کیا تھا مگر اب یہ وقت بھی ٹالدیا چنانچہ علامہ طوسی نے کتاب الغیبۃ مین لکھا ہی —

عن عثمان بن النوا ۴ قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول کان ھذا الامر فیّ فاخرہ اللہ ویفعل اللہ بعد فی ذریتی ما یشاء	عثمان بن النوا سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ امر (یعنی مہدی ہونا) میری ذات مین تھا مگر اللہ نے اسکو ٹالدیا اب اللہ میری اولاد مین جو چاہے گا وہ کریگا۔

یہ مشکلات ائمہ کو اسوجہ سے پیش آتی تھین کہ اگر اس طرح جھوٹی خوشخبریان نہ سناتے تو اونکے اصحاب فوراً مرتد ہو جاتے۔

امام موسی کاظم علیہ السلام نے اس قدیمی حکمت عملی کے مطابق سنہ دوسو مقرر کر دئے تھے اور چاہا تھا کہ اسی تدبیر سے اپنے گروہ کے فساد کو روکین مگر شیعون کو اونکے قول کا یقین نہ ہوا اور جو مادہ اونکی طینت مین تھا وہ اوسی طرح جوش کرتا رہا آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ سنہ ایک سو تراسی مین شیعون پر اللہ کا غضب نازل ہونے والا تھا تب امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی جان فدیہ مین دیکر دنیاوی عذاب سے اونکو بچایا۔

---

[۱] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۳ —

وما اقربہ تألفا لقلوب الناس وتقریبا للفرح	اور بہت قریب ہے وہ وقت لوگون کی تالیف قلوب کے لئے اور خوشی قریب بتا دینے کے لئے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ائمہ مصلحتاً جھوٹی خوشخبریاں سنا سنا کر اپنے اصحاب کو بہلایا کرتے تھے اگر ائمہ ایسا نہ کرتے تو وہ لوگ دین اسلام سے بھی پھر جاتے۔

ائمہ کی یہ حکمت عملی جناب امیر کے وقت سے جاری تھی کہ شیعون کو ارتداد سے روکنے کے لئے کہہ دیا کرتے تھے کہ مہدی بہت جلد آنے والے ہین بلکہ اُنکا وقت بھی مقرر کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنہ ستّر جناب امیر نے مقرر کئے تھے۔

علامہ طوسی نے کتاب[2] الغیبۃ مین لکھا ہے۔

عن ابی حمزۃ الثمالی قال قلت لابی جعفر علیہ السلام ان علیا کان یقول الی السبعین بلاء وکان یقول بعد البلاء رخاء وقد مضت السبعون ولم نر رخاء	ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ سنہ ستر تک بلا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ بلا کے بعد آسانی ہے اور سنہ ستر گذر گئے اور ہم نے آسانی نہ دیکھی۔

سنہ ستر گذر جانے کے بعد شیعون سے یون بات بنا دی گئی کہ حسین کے قتل کی وجہ سے اللہ ناراض ہوگیا اس لئے اس نے اپنی رائے بدل دی

---

[1] یہ روایت مع مابعد کی روایت کے خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی مین باب کراہۃ التوقیت مین نقل کی ہے ۱۲ [2] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۶۲

اِنَّ موسیٰ علیہ السلام لما خرج وافدا الی ربّہ واعدھم ثلثین یوما فلما زاد اللہ علی الثلثین عشرا قال قومہ قد اخلفنا موسیٰ فصنعوا ما صنعوا۔	بیشک موسیٰ جب نکلے قصد کرنے والے اپنے رب کی طرف تو قوم سے تیس دن کا وعدہ کیا تھا تو جب بڑھا دئے موسیٰ کے لئے اللہ نے تیس پر دس دن تو موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہمسے وعدہ خلافی کی موسیٰ نے تو کیا اونھون نے جو کیا۔

حضرت موسیٰ سے اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم کوہ طور پر آؤ تیس دن کے بعد تم کو نعمتین ملین گی وہ نعمتین یہ تھین کہ مقامات قرب الٰہی مین ترقی ہو گی اللہ سے کلام ہو گا توریت ملے گی چنانچہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے اور تیس دن کے بعد سے اس وعدہ کا ظہور شروع ہو گیا یہ نعمتین دس دن تک ملتی رہین اور چالیس دن مین سب پوری ہو گئین چنانچہ سورہ اعراف مین اللہ نے یون فرمایا ہی۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ	اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس دن کا اور تمام کیا اسکو دس دن مین۔

ف اس مضمون سے صاف ظاہر ہی کہ تیس دن کے بعد سے اللہ کی نعمتین ملنا شروع ہو گئین اور دس دن مین سب مل چکین۔

فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً } تو پوری ہو گئی میعاد اسکے رب کی چالیس دن مین۔

ف اس سے ثابت ہی کہ پہلے سے اللہ نے تکمیل کی مدت چالیس دن مقرر کر دی تھی چنانچہ سورہ بقر مین بھی چالیس دن کا وعدہ بالتصریح مذکور ہی اور اللہ یون فرماتا ہے۔

ائمہ جانتے تھے کہ یہ جھوٹی خبرین جو شیعون کی تالیف کے تیے بیان کیجاتی ہین ہرگز سچی نہین ہوسکتین اور آخر مین ندامت کا نتیجہ ہے اسلیئے وہ کبھی کبھی ایسی باتین بھی کہا کرتے تھے کہ کچھ تاویل کی گنجایش بھی باقی رہے وہ باتین بھی عجیب لطیفہ ہوتی تھین - اصول[1] کافی مین ہے -

عن الفضل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لھذا الامر وقت فقال کذب الوقاتون کذب الوقاتون کذب الوقاتون

فضل بن یسار امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ کیا اس امر کے لئے کوئی وقت ہے - امام نے فرمایا کہ جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنے والون نے - جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنے والون نے - جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنے والون نے -

ف وقت مقرر کرنے والے جناب امیر سے لیکر جناب امام باقر تک سب ہی ائمہ تھے اول سنہ ستر پھر سنہ ایکسو چالیس انھین سب نے مقرر کئے تھے با این ہمہ امام باقر علیہ السلام نے فرمادیا کہ وقت مقرر کرنے والون نے جھوٹ بولا تھا -

پس امام باقر علیہ السلام نے ان سب ائمہ معصومین کو صاف صاف جھوٹا کہدیا مگر اشارات کلام مین یہ مضمون ظاہر کیا کہ ان ائمہ[2] نے اپنی طرف سے جھوٹ نہین بولا بلکہ جو کچھ کہا تھا وہ خدا کی طرف سے کہا تھا وہین سے معاملہ دگرگون ہوگیا چنانچہ اس قصہ کی مثال مین حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ نقل کردیا -

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۳۳ — [2] اصول کافی مین امام صادق کا یہ قول بھی ہے کہ ہم اہل بیت وقت مقرر نہین کرتے - مطلب یہی ہے کہ اپنی طرف سے وقت مقرر نہین کرتے جو کچھ کہتے ہین اللہ کی طرف سے کہتے ہین ۱۲

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے جو خبر بیان کی تھی وہ اللہ کی طرف سے بیان کی تھی اب جو وہ خبر جھوٹی ہو گئی تو درحقیقت اللہ کا قول جھوٹا ہو گیا مگر اللہ کو جھوٹا کہنا خلاف ادب ہے اس لئے جب اللہ کی خبر جھوٹی ہو جائے تو تم زبان سے یہی کہو کہ اللہ نے سچ کہا تھا اس میں تم کو دونا اجر ملے گا۔

اس میں یہ اشارہ ہو گیا کہ ہم جھوٹی خبریں اس لئے بیان کیا کرتے ہیں کہ تم کو دونا اجر ملے۔

یہ حکمت عملی ائمہ کی پیشین گوئیوں سے مختص نہ تھی بلکہ قرآن کی تفسیریں بھی ہر شخص کے سامنے اُسکے مناسب بیان کر دیا کرتے تھے۔

اصول[۱] کافی میں روایت ہے۔

عن موسی بن اشیم قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فسالہ رجل عن آیۃ من کتاب اللہ عز وجل فاخبرہ بہا ثم دخل علیہ داخل فسالہ عن تلک الآیۃ فاخبرہ بخلاف ما اخبر الاول فدخلنی من ذلک ما شاء اللہ حتی کان قلبی یشرح	موسی بن اشیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا۔ تو اُن سے سوال کیا ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت کا۔ امام نے اوسکے معنی اوسے بتلائے پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہی آیت پوچھی تو اُس سے ایسے معنی بیان کئے جو مخالف تھے اُن معنی کے جو پہلے شخص سے بیان کئے تھے تو پیدا ہوا اُس سے مجکو شک جو چاہا اللہ نے یہانتک کہ میرا دل چھریوں

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۶۳۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً } اور جبکہ وعدہ کیا ہمنے موسیٰ سے چالیس دن کا۔
ان دونون آیتون پر غور کرنے سے سمجھ مین آجاتا ہی کہ سورۂ بقر مین فقط تکمیل کی مدت مذکور ہی اور سورۂ اعراف مین وعدہ کی تفصیل ہی کہ تیس دن کے بعد سے انعام شروع ہوگا اور چالیس دن مین پورا ہو جاویگا۔ اور جب حضرت موسیٰ کو معلوم تھا کہ فراغت چالیس دن مین ہوگی پھر بھلا اپنی قوم سے تیس دن کا وعدہ کیون کرتے پس امیہ کی پیشین گوئیونکی حالت حضرت موسیٰ کے قصّہ سے کیونکر مطابق ہوسکتی ہی۔ مگر امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب[۱] کے سامنے اپنی بات بنالی وہ لوگ قرآن سے بالکل جاہل تھے۔ اونکو کیا خبر تھی کہ سورۂ بقر مین چالیس دن کا وعدہ مذکور ہی اگر خبر ہوتی تو امام باقر علیہ السلام پر اعتراض کرتے کہ حضرت موسیٰ کو چالیس دن کی میعاد معلوم تھی پھر تیس دن کا وعدہ کیون کیا۔
اس حدیث کا آخری جملہ عجب چلتا فقرہ ہی یعنی امام نے ان سے یہ کہدیا کہ ہماری پیشین گوئیان غلط ہو جایا کرین تو بھی تم بداعتقاد نہ ہوا کرو اس مین تم کو دونا اجر ملیگا چنانچہ کافی کی عبارت یہ ہے۔

واذا حدثناکم الحدیث فجاء علی ما حدثناکم فقولوا صدق الله واذا حدثناکم الحدیث فجاء علی خلاف ما حدثناکم فقولوا صدق الله تؤجروا مرتین	اور جب بیان کرین ہم تمسے کوئی حدیث اور ہو جاوے مطابق اُسکے جو ہمنے کہا تھا تو تم کہو اللہ نے سچ کہا تھا۔ اور جب ہم تمسے کوئی بات بیان کرین اور ہماری خبر کے خلاف واقع ہو تو تم یون کہو کہ اللہ نے سچ کہا تھا تو تمکو دونا اجر ملے گا۔

L 761

[۱] اگر ان مین کوئی حافظ ہوتا تب بھی یہ مغالطہ نہ چلتا ۱۲

جلد اول مین گذر چکی۔

امام ابو حنیفہ کے سامنے قسم کھاکر اونکی تعریف کردی جب وہ اوٹھ گئے تو محمد بن مسلم کی خاطر سے اونکی ہجو کردی اہل سنت کے سامنے سُنّی بنجاتے اور شیعون کو سامنے شیعون کے امام تھے۔ سُنیون سے کہدیتے کہ ہم تمھارے ساتھ ہین۔ شیعون سے کہدیتے کہ سچّی باتین یہی ہین جو تمسے کہتی ہین اور اسکے خلاف جو اورون سے کہتے ہین وہ جھوٹ ہی۔ صحابہ کی کبھی تعریف کردیتے۔ کبھی بُرائی کرتے۔

اصول کافی مین ہی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جب لڑکے تھے تو عیسی شلقان نے اُن سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی شکایت کی اور یہ کہا۔

یا غلام ماتری ما یصنع ابوک یامرنا بالشئ ثم نیہانا عنہ امرنا ان نتولی ابا الخطاب ثم امرنا ان نتبرّٔ منہ	اے لڑکے تو نہین دیکھتا کہ تیرے باپ کی کیا حرکتین ہین ہم کو ایک چیز کا حکم کرتا ہی پھر اُس سے منع کردیتا ہی ہمکو ابو الخطاب سے محبت رکھنے کا حکم کیا تھا پھر اُن سے بیزاری کا حکم دیا۔

دیکھو امیہ نے اپنے شیعون کو راضی رکھنے اور ایذا دے روکنے کے لئے اپنی عصمت کا بھی تو لحاظ نہ رکھا اور کیسی کیسی ناجائز باتین گوارا کین مگر اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی کہ وہ اونکے روکے سے نہین رُکتے تھے اور ہمیشہ نافرمانی اور سرکشی کرتے تھے۔

یہی امام جعفر صادق علیہ السلام جنھون نے اپنے اصحاب کی تالیف کے لئے اُن حکمت عملیون کا شیوہ اختیار کیا تھا جنکا ابھی ذکر ہو چکا ہی۔ آخر مین جو اُنھون نے اپنے

سلہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صہ ۴ کلہ نصیحۃ الشیعہ جلد اول صہ ۲۳ سلہ ایضاً صہ ۳۱ کلہ ایضاً صہ ۲۹

بأسه كاكين فقلت في نفسي
تركت ابا قتادة بالشام لا يخطي
في الواو وشبهه وجئت الى هذا
يخطي هذا الخطاء كله ـ
فبينا انا كذلك اذ دخل آخر
فساله عن تلك الآية فاخبره
بخلاف ما اخبرني واخبر
صاحبي فسكنت نفسي فعلمت
ان ذلك منه تقية ـ

سے کٹا جاتا تھا تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ مین نے
ابو قتادہ کو شام مین چھوڑا کہ وہ ایک حرف واو یا
اسکی مثل مین غلطی نہین کرتا تھا اور مین اس شخص کے
پاس آگیا جو ایسی پوری خطائین کرتا ہے ـ
ہم اسی حال مین تھے کہ ایک اور شخص آگیا اور اوس نے
بھی یہی آیت پوچھی تو اوس سے ایسے معنی بیان کروئے
جو مخالف تھے ان تفسیرون کے جو مجھے اور میرے
دونون ساتھیون سے بیان کی تھین تو میرا دل ٹھہر گیا
اور مین نے جان لیا کہ یہ اونکا تقیہ ہے ـ

اس کے بعد اس روایت مین یہ مضمون ہے کہ امام نے مجھے کہا کہ اللہ نے ہم کو اختیار دیدیا ہے کہ ہم جو چاہین وہ کہدین ـ

اس روایت سے اصحاب ائمہ کی خوش اعتقادی بخوبی معلوم ہوگئی مگر وہ کیا کرین ائمہ کی باتین ہی ایسی تھین کہ ایک بات پر اونکو قرار نہ تھا حق کہنے والا ہمیشہ ایک بات کہتا ہے اور جو شخص لوگون کو راضی کرنے کے لئے ہر شخص سے اوسکی مرضی کے موافق باتین کرتا ہو بھلا اسکے معتقدین کو بداعتقادی کیون نہ پیدا ہو ـ

افسوس کہ ائمہ قرآن کی تفسیر مین بھی ایک قول حق پر قایم نہ تھے ـ
ہر قسم کے مسائل ائمہ مصلحت وقت کے مطابق بیان کیا کرتے تھے کسیقدر تفصیل اسکی

اس تمام بیان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اونکی سرشت مین ارتداد کا مادّہ بھرا ہوا تھا اور ائمہ نے اونکے روکنے کے لیے ایسی ایسی ناجائز حکمت عملیون کا ارتکاب کیا تب بھی وہ نہ رُکے۔

عبداللہ بن یعفور نے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے بہت بڑا تعجب اپنا ظاہر کیا تھا کہ مجکو اپنے تجربے سے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ تمہاری ولایت کو مانتے ہین ان مین صدق اور امانت اور وفا نہین اس قول کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کو ملاؤ کہ تین مومن بھی امین اور مطیع نہین تو خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکلیگا کہ کل اصحاب امام کا وہی حال تھا جو عبداللہ بن یعفور نے بیان کیا تھا۔ اس قول مین بھی اتنا احتمال باقی تھا کہ شاید وہ شخص صادق اور امین اور مطیع ہون مگر امام موسی کاظم علیہ السلام نے اوسکی بھی توضیح کر دی کہ فقط ایک ہی درحقیقت یہی انکی غلط فہمی تھی ایک بھی نہ تھا[1]

یہان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام تمام اصحاب سے اپنی حدیثین چھپاتے تھے پس جو اقوال اونکے شیعہ راویون نے نقل کیے ہین وہ اونکا اصلی مذہب نہین۔ کیونکہ وہ تو ان سے اپنی حدیثین چھپاتے تھے۔ اور جب ان سے حدیثین چھپاتے تھے تو بھلا اصلی قرآن انکو کیونکر دیتے۔

اصحاب ائمہ ائمہ پر افترا بھی کیا کرتے تھے چنانچہ عبداللہ بن یعفور وغیرہ نے کوفہ مین یہ افترا کیا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام امام مفترض الطاعت ہونے کا دعوی کرتے ہین۔ یہ سنکر امام کو بہت غصہ آیا اور صاف فرما دیا کہ مین نے اون کو

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۱۳ دوسری روایت مین امام موسی کاظم نے صاف صاف سب کو مرتد بتا دیا چنانچہ کلینی نے کتاب الروضہ مین روایت کی ہے قال ابو الحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتہم الا واصفۃ و لو امتحنتہم لما وجدتہم الا مرتدین فرمایا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اگر منتخب کرون اپنے شیعون کو نہ پاؤن مین اون کو مگر فقط زبان سے دعوی کرنے والا اور اگر امتحان [illegible] کرون ان کا تو نہ پاؤن ان کو مگر مرتد۔

اصحاب کا حال بیان کیا ہے وہ اصول[1] کافی مین منقول ہے۔

عن ابن رئاب قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول لابی بصیر اما واللہ لو انی اجد منکم ثلاثة مؤمنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمهم حدیثا

ابن رباب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے سنا کہ ابو بصیر سے فرماتے تھے کہ واللہ اگر مین تم مین سے تین مومن ایسے پاؤن جو میری حدیث کو چھپاوین تو پھر مین تم سے اپنی حدیث چھپانا روا نہ رکھون۔

اور اسکے بعد دوسری روایت مین امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اگر میرے شیعے پورے سترہ ہوتے تو مین جہاد کرتا۔

امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرا مطیع اور فرمانبردار فقط ایک ہے چنانچہ مجالس المومنین[2] مین ہے۔

وکشی روایت نمودہ از حضرت امام موسی کاظمؑ کہ می فرمودند۔

اور کشی نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

ما وجدت احدا یقبل وصیتی ویطیع امری الا عبد اللہ بن یعفور

نہ پایا مین نے کسی کو جو میری نصیحت کو قبول کرتا ہو اور میرے حکم کی اطاعت کرتا ہو مگر عبد اللہ بن یعفور کو۔

یہان سے معلوم ہو گیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے اصحاب مین تین شخص بھی ایسے نہ ملے جو انکے مطیع اور فرمانبردار ہوتے بلکہ سب سرکش اور نافرمان تھے۔

[1] اصول کافی صفحہ ۴۹۶ [2] مجالس المومنین مجلس پنجم صفحہ ۱۴۴

مانی جاوے گی تو مذہب اسلام مین کیسے شکوک پیدا ہونگے اور مخالفین کو طعن کرنے کی کیسی گنجایش ہوگی۔ اپنے نزدیک طعن مخالفین کے جواب کے لیے اونھون نے یہ مسئلہ ایجاد کر لیا تھا کہ شیعون کے نزدیک قرآن حجت نہین۔ امام کا قول حجت ہی بس جب قرآن حجت نہین تو اگر قرآن مین تحریف ہو تو انکا کیا حرج۔

متقدمین شیعہ کا اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق تھا کہ قرآن مین تحریف ہوئی اور بہتسی روایتین ائمہ کی اس مضمون کو صاف صاف ثابت کرتی تھین جو حد تواتر کو پہنچی ہین۔

متقدمین یہ کہتے تھے کہ جب ائمہ نے تحریف کی خبر دی اور بعض الفاظ بھی بتا دئے جو نکال ڈالے گئے اور یہ مضمون ائمہ سے باسانید صحیحہ بہت سے طرق سے ثابت ہوا تو تحریف قرآن کا انکار نہین ہوسکتا۔ اس لیے کہ ائمہ کے اقوال پر یقین کرنا واجب ہی۔ اب اگر ائمہ کے اقوال سے مذہب اسلام پر کچھ اعتراض آوین تو آوین ائمہ کی مخالفت کسی حالت مین جائز نہین۔

متاخرین شیعہ مین ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جس نے اہل سنت سے یہ مسئلہ سیکھا کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی۔ اور پورا قرآن یہی ہی جو اب موجود ہے۔

شریف مرتضی اور ابن بابویہ صاحب رسالہ اعتقادیہ اس مسئلے کے موجد ہین اور طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان نے بھی یہی قول اختیار کیا ہی۔

اس فرقہ جدیدہ کو قران مین تحریف بتاتے ہوتے شرم آتی اس لیے اونھون نے ائمہ کے اقوال کو علانیہ رد کر دیا اور اپنے متقدمین کو اس مسئلہ مین گمراہ بتایا۔

---

[1] اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین سب سے پہلے یہی مضمون بڑی تفصیل سے مذکور ہے ۱۲

یہ حکم نہین کیا۔

پس جہانتک غور کیا جاتا ہے شیعونکی طرف سے اسکے سوا اور کوئی جواب نہین ہوسکتا کہ ایمہ نے اصلی قرآن اسلئے نہ دیا کہ اصحاب ایمہ کی یہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی اب وہ قرآن کس کو دیتے۔

اب غور کرو کہ شیعون کی روایتون کی بموجب قرآن کی کیا حالت ہوگئی اور جب اسطرح اس مین تحریف ہوئی اور مسئلہ امامت نکال ڈالا گیا تو قرآن کا کیا اعتبار رہا۔ خدا جانے کتنے مسئلے نکل گئے ہونگے۔

اللہ نے جو قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ اسطرح پورا کیا کہ اہل سنت کو توفیق دی کہ سینہ اور سفینہ مین قرآن کی حفاظت کرتے رہے اسیوجہ سے شیعون کو یہ مجال نہ ہوئی کہ جو آیتین اُنھون نے بنائی تھین اونکو قرآن مین داخل کرسکتے۔ مجبور ہوکر ان آیتون کو کافی وغیرہ کی روایتون مین شامل کیا اگر اہل سنت کی طرف سے قرآن کی ایسی حفاظت نہ ہوتی تو شیعے قرآن کی وہی حالت کردیتے جو توریت و انجیل وغیرہ کی ہوگئی۔ بہر حال نمونہ شیعونکی طینت کا بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا۔

شیعون کے اعتقاد مین جو لوگ اصحاب ایمہ کہلاتے ہین وہ درحقیقت مذہب اسلام کے معتقد نہ تھے اس لئے جسطرح اُنھون نے تمام مذہب شیعہ تصنیف کیا اور ایمہ پر افترا کئے اسیطرح اُنھون نے تحریف قرآن کی سیکڑون روایتین تصنیف کرکر ایمہ کی طرف منسوب کردین۔ اونھین اس سے کیا غرض کہ جب قرآن مین تحریف

موجودہ مین پوری سات ہزار بھی آئتین نہین۔

اور نیز اصول کافی مین ہے کہ محمد بن ابی النصر کہتا تھا کہ امام رضا علیہ السلام نے ایک قرآن مجھکو دیا تھا۔ اُس مین سورۃ لم یکن الذین کفروا جو مین نے پڑھی تو اُس مین قریش کے ستّر آدمیون کے نام مع ولدیت کے مذکور تھے۔ مجھے کہدیا تھا کہ اس کو دیکھنا مت پھر وہ قرآن مانگ لیا۔

دیکھئے یہ شخص کیسا نافرمان تھا کہ امام نے اُس قرآن کے دیکھنے سے منع کیا تھا اس نے ایک سورۃ پڑھ لی۔

اصول کافی مین سالم بن سلمہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

قرء رجل علی ابی عبد الله	امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے
علیه السلام حروفا من القرآن	الفاظ قرآن کے پڑھے وہ اس قرآن کے مطابق
لیس علی ما یقرءه الناس فقال ابو	نہ تھے جسکو لوگ پڑھتے ہین۔ تو امام جعفر صادق
عبد الله علیه السلام کف عن	علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قراءت سے باز رہ اسطرح
هذه القراءة اقرء کما یقرء الناس	پڑھ جیسے کہ اور لوگ پڑھتے ہین اُسوقت تک کہ
حتی یقوم القائم فاذا قام	قایم ظاہر ہو۔ تو جب قایم ظاہر ہوگا تو اللہ عزوجل کی
القائم قرء کتاب الله عز وجل علی	کتاب کو اوسکی حد کے مطابق پڑھے گا۔ اور اُس قرآن
حده واخرج المصحف الذی کتبه علی	کو نکالے گا جسکو علی نے لکھا تھا۔
وقال اخرجه علی علیه السلام	اور فرمایا امام نے کہ نکالا تھا اِس قرآن کو علی علیہ السلام نے

اب شیعہ اس مسئلہ مین مذبذب ہین۔ مطاعن صحابہ کی بحث مین قول قدیم اختیار کرتے ہین اور عثمانؓ پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ اونھون نے مسئلہ امامت قرآن سے نکال ڈالا چنانچہ ملا ے مجلسی نے حق الیقین مین مطاعن عثمان کی بحث مین لکھا ہی۔

"طعن ہفتم آنکہ جمع کرد مردم را بر قرارت زید بن ثابت و بس براے آن کہ عثمانی بود و دشمن امیر المومنین و چون خواست مناقب اہل بیت و مثالب اعداے ایشان را بیندازد و ابراے جمع قرآن اختیار کرد۔"

اور جب تحریف قرآن کے قول پر بے اعتباری قرآن کا اعتراض پیش ہوتا ہی تو کہتے ہین ہرگز تحریف نہین ہوئی اور قرآن کے الفاظ اسیقدر تھے جواب موجود ہین اور ابن بابویہ اور شریف مرتضیٰ اور صاحب مجمع البیان کے اقوال پیش کرتے ہین۔

اب حضرات شیعہ سے کوئی پوچھے کہ ابن بابویہ وغیرہ کو ائمہ کے قول رد کرنے کا کیا اختیار تھا اور جب اُنھون نے اقوال ائمہ کی ایسی کھلم کھلا مخالفت کی پھر شیعون نے اپنے فریق سے اونکو خارج کیون نکیا اور اب شیعون کا یہ دعوی بالکل ٹوٹ گیا کہ اونکا تمام مذہب ائمہ سے ماخوذ ہی۔ بھلا ائمہ کے اقوال سے تو یہ ثابت کردین کہ قرآن موجود مین کوئی کمی نہین ہوئی اور وہ سب اسیقدر ہی جو مسلمانون کے پاس ہی بلکہ اسکے خلاف ائمہ کے بہت سے اقوال موجود ہین جن مین سے چند روایتین اول مذکور ہوچکین۔

اصول کافی مین امام جعفرؑ سے مذکور ہی کہ جبرئیلؑ نے جو قرآن نازل کیا تھا اوس مین سترہ ہزار آیتین تھین[1] اسی سے ثابت ہوگیا کہ بہت سا قرآن ساقط ہوگیا اس لیے کہ قرآن

[1] اصول کافی مین یہ سب روایتین کتاب فضل القرآن کے باب النوادر مین مذکور ہین ۱۲

شیعون کو قرآن نہ دیا تارکِ واجب ہوئی۔

اگر حضرت علیؓ کے پاس پہلے سے موافق ترتیب نزول کے قرآن مکتوب یا محفوظ تھا تو پہلے سے مرتب تھا پھر حضرت علیؓ نے کیا جمع کیا حالانکہ اس روایت سے ظاہر ہی کہ حضرت علیؓ نے ایک مدت تک قرآن جمع کیا اور پھر پیش کیا۔

اور اگر موافق ترتیب نزول کے محفوظ اور مکتوب نہ تھا تو پھر ترتیب نزول کیونکر معلوم ہوئی دوسری روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتا گئے تھے کہ قرآن میرے بچھونے کے پیچھے مختلف پرچون مین ہی تم اسکو جمع کرلینا۔ اس سے بھی ظاہر ہی کہ ترتیب نزول نہین بتائی تھی۔ قرآن کا مختلف پرچون مین ہونا اس بات کی دلیل ہی کہ متفرق اور غیر مرتب تھا۔

تفسیر صافی[1] مین لکھا ہے۔

روی علی بن ابراھیم القمی فی تفسیرہ باسنادہ عن ابی عبداللہ قال ان رسول اللہ قال لعلی یا علی ان القرآن خلف فراشی فی المصحف والحریر والقراطیس فخذوہ واجمعوہ ولا تضیعوہ کما ضیعت الیھود التورات	علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر مین اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی وہ کہتے ہین کہ رسول اللہ نے علیؓ سے کہا تھا اے علی قرآن میرے بستر کے نیچے ہی صحیفون مین اور کپڑون اور کاغذون مین۔ تم سب اسکو لیجیو اور جمع کیجیو اور ضائع مت کیجیو جیسے کہ یہود نے توراۃ کو ضائع کردیا۔

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران مقدمہ سادسہ صفحہ

الی الناس حین فرغ منہ۔ آدمیون کی طرف جبکہ اُس سے فارغ ہوئے تھے

وکتبہ فقال لھم ھذا کتاب اللہ اور لکھ چکے تھے پھر علیؑ نے اونسے کہا کہ یہ اللہ عزوجل

عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد کی کتاب ہی جسطرح اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل

صلی اللہ علیہ والہ قد جمعتہ کی تھی۔ مین نے اسکو دو لوحون سے جمع کیا ہی (یعنی

من اللوحین فقالوا ھو ذا عندنا لوح مکتوب سے اور لوح دل سے) تو اونھون نے

مصحف جامع فیہ القرآن لا کہا کہ وہ ہمارے پاس مصحف ہی جمع ہی اوس مین قرآن

حاجۃ لنا فیہ فقال اما واللہ ہمکو اسکی حاجت نہین۔ تو علیؑ نے فرمایا کہ واللہ اس

لا ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا دن کے بعد تم اسکو کبھی نہ دیکھوگے بیشک مجھپر واجب تھا

انما کان علیّ ان اخبرکم حین کہ مین تم کو آگاہ کردون جبکہ مین نے اسکو جمع کرلیا تھا

جمعتہ لتقرؤہ تاکہ تم اوسکو پڑہو۔

اس روایت سے یہ چند باتین ثابت ہوتین۔

حضرت علی کو اپنے حفظ پر اعتماد نہ تھا اسی لئے مکتوب سے اُسکی مطابقت کرتے تھے۔ حضرت علی پر واجب تھا کہ اپنا جمع کیا ہوا قرآن لوگون کو دین تاکہ اُسی کو پڑہا کرین اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ مسلمانون پر بھی حضرت علیؑ کے قرآن کا پڑھنا واجب تھا نہ قرآن محرف کا۔

جب حضرت علی پر اپنے مخالفین کو قرآن دینا واجب تھا تو شیعون کو قرآن دینا بدرجۂ اولی واجب ہوگا پھر ائمہ نے جو اصلی قرآن کے پڑھنے سے منع کیا اور آپ

جن صحابہ نے قرآن موجودہ کو جمع کیا ہی وہ شیعون کے اعتقاد مین ثقہ نہ تھے بلکہ خاین تھے اور تمام صحابہ ارتداد مین اُنکے ساتھ شریک تھے (معاذ اللہ منہا) حضرت علی رضی کو جرأت نہ تھی کہ اونکی خیانت کو روک سکتے۔ اتنا پتا تو صاف صاف ملگیا کہ مسئلہ امامت اور اسماء ائمہ اور اسماء اعداء ائمہ اُس مین سے خارج کردئے گئے اسکے سوا اور ارکانِ دین خدا جانے کیا کیا نکل گئے ہونگے۔

یہ بھی تو احتمال ہوسکتا ہی کہ شاید مسئلہ امامت کو اللہ نے بطور بدا منسوخ کردیا ہو اور حکم ناسخ اُس قرآن مین ہو جو ساقط ہوگیا۔

کیا عجب ہی کہ اُنھون نے قرآن مین کچھ بڑھا بھی دیا ہو جیسے اہلِ کتاب نے توریت انجیل وغیرہ مین بڑہا دیا اگر یہ کہا جاے کہ آیۂ فاتوا بسورۃ من مثلہ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ قرآن کی مثل کوئی عبارت نہین بنا سکتا پھر کسی کی عبارت قرآن مین کیسے ملسکتی تھی تو اسکا جواب یہ ہی کہ شاید یہ آیت بھی انھین محرفین کی بنائی ہوئی ہو کلام الٰہی نہ ہو۔ اور اگر اس آیت کو بھی کلام الٰہی مانا جاوے تو بیان سابقہ مین یہ ثابت ہوچکا ہی کہ قرآن کا یہ معجزہ اُن آیات سے مختص تھا جو ولایت علیؑ کے بیان مین تھین۔

جنابِ امیر کو اپنی خلافت کے زمانہ مین بھی اصلی قرآن ظاہر کرنے کی جرأت نہین ہوئی۔ ائمہ کو بھی شاید خوف کی وجہ سے یہ موقع نہ ملا۔ بہرحال جو تصرفات صحابہ نے قرآن مین کئے ہونگے آجتک اوسی طرح موجود رہے کیا عجب ہی کہ مہاجرین اور انصار کی تعریفین اور صحابہ کے مناقب اور ازواج رسول کا امہات المومنین ہونا اور آیتِ غار اور آیت بیعت

یہ خطاب فقط ایک علی سے نہ تھا بلکہ تمام صحابہ سے تھا اسی لئے جمع کے صیغے بولے
اور ضائع نہ ہونے کی تاکید بھی اسی کی دلیل ہو اس لئے کہ جناب امیر تو امام معصوم تھے
اُن سے اس تاکید کی ضرورت کیا تھی اور اس صورت مین اس روایت کے معنی یہ ہوے
کہ علیؑ کو یہ حکم تھا کہ سب صحابہ کے ساتھ ملکر قرآن کو جمع کرین۔ مگر علیؑ نے اس حکم کی
پوری تعمیل نہ کی بلکہ مخالفت کی کہ اصل قرآن کے پرچے صحابہ کو نہ دئے اور نہ جمع
قرآن مین اونکو شریک کیا بلکہ بطور خود تنہا تمام قرآن کو مرتب کرکے اونکے سامنے پیش
کیا پھر بھلا ایک شخص کی راے پر صحابہ کیسے اعتماد کرتے اونکو تو منظور یہ تھا کہ سب متفق ہوکر
اس کام کو کرین۔ تاکہ کوئی غلطی باقی نہ رہے تمام صحابہ کو اوتھون نے اس کام مین شریک
کیا تھا اور سب سے تحقیق کرتے تھے۔ چنانچہ تفسیر صافی مین ایک طویل حدیث جناب امیر
کی احتجاج طبرسی سے منقول ہو جسمین اُنھون نے ایک زندیق کے مقابلہ مین قرآن کے
متعلق بہت سے مطالب ارشاد فرماتے ہین اور صحابہ نے جسطور پر قرآن جمع کیا ہے
اُسکے تذکرہ مین یہ بھی فرمایا ہے۔

فصرخ منادیہم من کان عندہ شي من القرآن فلیاتنا بہ	تو پکارا منادی اونکا کہ جس کے پاس قرآن مین سے کچھ ہو وہ ہمارے پاس لاوے۔

قرآن موجودہ سے تحریف کا طعن شیعون کے اصول اور روایات کے
بموجب کسی طرح نہین اوٹھ سکتا اور بے انتہا روایتین اثبات تحریف کی جو ائمہ
معصومین سے منقول ہین وہ متاخرین غیر معصومین کے اختراعی قول سے رد نہین ہو سکتین

یعنی انھم اثبتوا فی الکتاب مالم یقلہ اللّٰہ لیلبسوا علی الخلیقۃ
یعنی اُنھون نے لکھدیا کتاب مین ایسا کلام جو اللہ نے نہین فرمایا تاکہ شبہ ڈالدین مخلوق مین۔[۱]

پھر جناب امیر نے یہ آیت پڑھی فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ط اسکی تفسیر مین فرمایا۔

فَاَمَّا الزبد فی ھذا الموضع کلام الملحدین الذین اثبتوہ فی القرآن
پس جھاگ اس موضع مین ملحدون کا کلام ہے جو انھون نے بنا دیا ہے قرآن مین۔

پھر جناب امیر نے اثناء تقریر مین یہ بھی فرمایا۔

ولیس یسوغ مع عموم التقیۃ التصریح باسماء المبدلین ولا الزیادۃ فی آیاتہ علی ما اثبتوہ من تلقائہم فی الکتاب
اور ممکن نہین ہے عموم تقیہ کے وقت مین تصریح ان ناموں کی جنھون نے قرآن مین تبدیل کی اور اُس زیادتی کی قرآن کی آیتون مین جو انھون نے اپنی طرف سے لکھدین ہین۔

یعنی تقیہ کی وجہ سے یہ ممکن نہین ہے کہ جو لوگ قرآن مین تبدیل کرنے والے ہین انکے نام بتائے جائین یا وہ آیتین بتا دیجائین جو انھون نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہین۔

اس طویل حدیث مین جناب امیر نے جابجا یہ تصریح کی ہے کہ قرآن مین زیادتی ہوئی ہے اور آیۃ الذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ[۲] کا مصداق

[۱] اول ہی اللہ نے حق و باطل کی مثال بارش کے پانی سے اسطرح دی ہے کہ باطل مثل جھاگ کے ہوتا ہے جو پانی کے اوپر آجاتے ہین اور حق مثل پانی کے ہوتا ہے اُسکے بعد یہ آیت ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو جھاگ ہے وہ فنا ہو جاتا ہے بیکار اور جو نفع دینے والا ہے وہ ٹھیرتا ہے زمین مین - یہ آیۃ تیرھوین پارہ مین سورۂ رعد مین مذکور ہے ۱۲
[۲] ایسے لوگ جو لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتوں سے اور کہدیتے ہین کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے ۱۲

رضوان وغیرہ ادھین کی تصنیفات سے ہون۔ جب تک جامعین قرآن کو ثقہ نہ ماناجائے اُسوقت تک کیونکر یہ ماناجاوے کہ انھون نے قرآن مین کچھ بڑھایانہین وہ اپنی حکومت کے زمانے مین سب کچھ کر سکتے تھے۔

قرآن مین کچھ بڑہا دینے کا احتمال محض فرضی نہین ہے بلکہ اقوال ائمہ سے بھی یہ خبر ملی ہے کہ محرفین نے اپنی طرف سے بھی بڑہایاہے چنانچہ تفسیر صافی[1] مین مذکور ہے۔

وفی تفسیر العیاشی عن ابی جعفرؑ قال لولا انہ زید فی کتاب اللہ ونقص ماخفی حقنا علے ذی حجی۔	اور تفسیر عیاشی مین امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر نہوتا یہ امر کہ بڑہایا گیاہے قرآن مین اور گھٹایا گیاہے تو ہمارا حق کسی عقلمند پر چھپا نہ رہتا۔

پھر تفسیر صافی[2] مین احتجاج طبرسی سے ایک طویل روایت مین یہ قصہ منقول ہے کہ ایک زندیق نے حضرت علیؑ سے قرآن کے متعلق بہت سے سوالات کئے تھے منجملہ اونکے یہ سوال بھی تھا کہ اللہ نے قرآن مین ظالمون کے نام صاف صاف کیون نہ بتلائے اشارون کنایون مین اُنکا ذکر کیون کیا۔ اسکا جواب جناب امیر نے یہ دیاہے کہ اللہ نے صاف صاف نام ذکر کئے تھے تحریف کرنے والون نے وہ نام نکال ڈالے۔ پھر قرآن مین تحریف کرنے والون کے ذکر مین جو آیتین مذکور ہین وہ جناب امیر نے ذکر کین۔ چنانچہ آیہ[3] یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم کو پڑھکر جناب امیر نے اُسکی تفسیر مین یہ فرمایا۔

---

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۸ مقدمہ سادسہ [2] تفسیر صافی صفحہ ۱۱ [3] چاہتے ہین کہ بجھا دین اللہ کے نور کو اپنے مونہون سے ۱۲

آڑ مین پناہ لی۔ اور اس آیت کی ربط دینے سے عاجز ہو گئے۔ کیا یہی نائب رسول اور امام مفترض الطاعت تھے جو قرآن کو اتنا بھی نہین سمجھتے تھے۔ کاش وہ زندیق کسی اور صحابی سے اس آیت کو پوچھتا تو وہ سمجھا دیتا کہ "اللہ یہ فرماتا ہے کہ یتیم لڑکیون سے اُسی صورت مین نکاح کرو جب تم کو اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ اُنکے حقوق ادا کر سکو گے اور اگر تمہاری دوسری بیبیان اسکے سوا ہون تو ایسی صورت مین اُس یتیمہ کے حقوق دوسری بیبیون کی برابر رکھو گے اوسکی حق تلفی نہ کرو گے اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ یتیم لڑکیون کے ساتھ نکاح کرنے مین اُنکے حقوق تمسے ادا نہو تو دوسری عورتین نکاح کے لئے پسند کرلو یتیم لڑکیون سے نکاح مت کرو اس لئے کہ اُنکا باپ نہین جو اونکے حق کے لئے کوشش کرتا اور خود وہ صغیر سن ہین اپنے لئے کوشش نہین کر سکتین"

بالفرض اگر اس موقع سے ایک ثلث قرآن ساقط ہو گیا تب بھی تو حالت موجودہ مین بہت اچھا ربط پیدا ہو گیا تھا مگر جناب امیر علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آیا آخر تحریف کرنے والے بھی تو ایسے کامل تھے جو خدا کے کلام مین اپنا کلام ملاتے تھے بھلا اونکے تصرف سے کلام بے ربط کیسے ہو سکتا تھا۔

اُس زندیق نے جتنے اعتراض قرآن پر کئے جناب امیر سے ایک کا جواب بھی نہ دیا گیا اور ہر سوال کے جواب مین یہی فرما دیا کہ یہان قرآن مین تحریف ہو گئی ہے۔ یہ جواب بھی اپنی عیب پوشی کا عجیب حیلہ ہے جہان مخالفین نے طعن کیا اور جواب نہ بنا

بھی اونھین لوگون کو بتایا ہی جنھون نے قرآن مین بڑھا دیا ہی۔

پھر جناب امیرؑ نے یہ بھی فرمایا۔

وزادوا فیہ ما ظہر تناکرہ وتنافرہ	اور بڑھا دیا قرآن مین وہ مضمون کہ ظاہر ہی برائی اُسکی اور قابل نفرت ہونا اُسکا۔

اور اسی روایت مین یہ بھی ہی کہ اللہ نے یہ جو فرمایا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکوگے یتیمون کے حق مین تو نکاح کرلو جسکو پسند کرو عورتون سے"

اسپر اُس نے یہ اعتراض کیا تھا کہ یتیمونکی حق تلفی کا نکاح سے کیا ربط ہے۔

اسکا جواب جناب امیر علیہ السلام نے یہ دیا۔

فھو مما قدمت ذکرہ من اسقاط المنافقین من القرآن وبین القول فی الیتمیٰ وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القرآن	پس وہ اُسی قسم سے ہی جسکا ذکر ہم پہلے کرچکے ہین کہ منافقین نے قرآن سے آیتین نکال ڈالین اور درمیان قول (فی الیتمیٰ) اور (نکاح نساء) کی آیات خطاب اور قصص ثلث قرآن سے زیادہ تھین۔

یعنی اس آیت مین لفظ (فی الیتمیٰ) کے بعد اور لفظ (فانکحوا) سے پہلے اتنی آیتین تھین جو بقدر ثلث قرآن کے ہوتین وہ سب آیتین تحریف کرنے والون نے نکالڈالین اسی وجہ سے یہ کلام بے ربط ہوگیا۔

افسوس کہ جناب امیرؑ نے ایک زندیق مخالف اسلام کے مقابلہ مین تحریف قرآن کی

وغیرها من الروایات من طریق اهل البیت ان القرآن الذی بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل علی محمد۔ بل فیه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغیر محرف وانه قد حذف عنه اشیاء کثیرة منها اسم علی فی کثیر من المواضع و منها لفظة آل محمد غیر مرة و منها اسماء المنافقین فی مواضعها ومنها غیر ذلک وانه لیس علی الترتیب المرضی عند الله ورسوله وبه قال علی بن ابراهیم۔

جو طریقۂ اہل بیت سے ہیں یہ ہے کہ بیشک جو قرآن ہمارے سامنے ہے نہیں ہے پورا قرآن اوسی طرح جیسے کہ نازل ہوا ہے محمد پر۔ بلکہ اس میں ایسا بھی ہے جو اس مضمون کے مخالف ہے جو اللہ نے نازل کیا تھا۔ اور اس میں وہ بھی ہے جو بدلا گیا ہے اور تحریف کیا گیا ہے اور بیشک حذف کردی گئی ہیں اس میں سے بہت سی چیزیں۔ اس میں سے علی کا نام ہے بہت جگہ۔ اور اس میں سے لفظ آل محمد کا ہے بہت جگہ۔ اور اس میں سے منافقین کے نام ہیں اپنے مقاموں پر۔ اور اس محذوف میں اسکے سوا اور مطالب بھی تھے اور وہ نہیں ہے اس ترتیب پر جو اللہ اور رسول کے نزدیک پسند تھی۔ اور یہی قول ہے علی بن ابراہیم کا۔

ائمہ نے صاف صاف خبر دی ہے کہ قرآن موجودہ میں بعض آیتیں خلاف ما انزل اللہ بھی ہیں یعنی ان میں ایسی تحریف ہوئی ہے کہ جو اللہ کا مقصود تھا اسکے خلاف معنی پیدا ہوگئے۔ مثلا اللہ کے نزدیک یہ امت سب امتوں میں بدتر اور شریر تھی اور محرفین نے قرآن کی آیت یوں بنادی۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ

وہین تحریف بتادی:

ایک یہ لطیفہ بھی سُننے کے قابل ہے کہ اللہ کو قرآن مین آل محمد پر سلام کہنا منظور تھا مگر اللہ جانتا تھا کہ سلام علی آلِ محمد کہے گا تو تحریف کرنے والے اُسکو نکال ڈالین گے اس لئے اللہ نے اپنے پیغمبر کا نام یٰسین رکھا اور سلام علی آل یسین فرمایا محسن کاشی نے تفسیر صافی[1] مین تفسیر سورہ صافات مین لکھا ہے۔

وفی الاحتجاج عن امیر المومنین قال ان اللہ سمی النبی بھذا الاسم حیث قال یٰسین والقرآن الحکیم لعلمہ انھم یسقطون سلام علی آل محمد کما اسقطوا غیرھا

اور احتجاج مین امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کا نام یٰسین رکھا چنانچہ فرمایا یٰسین والقرآن الحکیم اس لئے کہ اللہ جانتا تھا کہ اگر سلام علی آلِ محمد کہے گا تو وہ نکال ڈالین گے جیسے اور آیتین نکال ڈالین۔

محرفین کا خوف اللہ پر بھی ایسا غالب تھا کہ اُس نے پیغمبر کا نام بدلکر آل پیغمبر پر سلام کہا تاکہ محرفین کی سمجھ مین نہ آئے اور سمجھ جاتے تو ضرور نکال ڈالتے پس جب اللہ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اُسکو ایسی مجبوری پیش تھی تو اب قرآن کی حفاظت کی کیا صورت تھی۔ معاذ اللہ منہا۔

تفسیر صافی[2] مین قصہ زندیق کے نقل کرنے کے بعد فاضل شیعی محسن کاشی نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔

المستفاد من جمیع ھذہ الاخبار حاصل ان خبرون کا اور انکے سوا اور روایتون کا

---

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۴۲۳ [2] تفسیر صافی مقدمہ سادسہ مطبوعہ طہران صفحہ ۱۲

اسی آیت سے مذہب شیعہ کی جڑ اکھڑتی ہی اسلئے کہ شیعونکی روایتون کے بموجب ائمہ ہمیشہ تقیہ کی حالت مین رہے انکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نصیب ہی نہین ہوا۔ علی بن ابراہیم نے اسکے بعد اور بہت سی آیتین ذکر کین ہین جنکو اسکے نزدیک محرفین نے خلاف ما انزل اللہ بنا دیا۔ (معاذ اللہ منہما)

پھر اسکے بعد وہ آیتین لکھی ہین جن مین سے محرفین نے کچھ حذف کردیا ہی منجملہ اسکے یہ آیت بھی لکھی ہی۔

وقولہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فی علی وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ	اور اسی قسم تحریف سے قول اللہ کا ہی کہ اے رسول پہنچا دے جو تجھپر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے علی کے باب مین اور اگر تو نکرے تو تو نے اسکی رسالت نہ پہونچائی۔

اس قول سے ظاہر ہو گیا کہ اس آیت مین بھی (فی علی) کا لفظ تھا جو اب قرآن موجودہ مین نہین یہ بھی ثابت ہوا ہی کہ جو قرآن علیؓ نے جمع کیا تھا اس مین مہاجرین و انصار کی برائیان مذکور تھین چنانچہ تفسیر صافی[۱] مین ابو ذر غفاری رضہ کی ایک روایت بحوالہ احتجاج طبرسی کے مذکور ہی اس مین یہ ہی کہ ابو بکرؓ نے جب علیؓ کے قرآن کو واپس کردیا تو عمرؓ نے زید بن ثابت کو بلایا اور یہ کہا۔

ان علیا جاءنا بالقرآن وفیہ فضائح المہاجرین والانصار	بیشک علی لائے تھے ہمارے پاس قرآن اس مین برائیان تھین مہاجرین اور انصار کی اور بیشک ہمنے یہ ارادہ

[۱] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۱

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط ہو تم بہتر امت کے جو ظاہر کی گئی ہو آدمیوں مین حکم کرتے ہو نیکی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔ تفسیر صافی مین لکھا ہو۔

قال علی بن ابراھیم فی تفسیرہ واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فھو قولہ تعٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ ط	علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو کہ جو حصہ قرآن کا خلاف اُس مضمون کے ہو جو اللہ نے نازل کیا تھا اُس مین سے اللہ کا یہ قول ہو کُنْتُمْ خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔
فقال ابو عبد اللہ لقاری ھذہ الآیۃ خیر امۃ تقتلون امیر المومنین والحسین بن علی فقیل لہ کیف نزلت یا ابن رسول اللہ فقال انما نزلت خیر ایمۃ اخرجت للناس	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے جو اس آیت کو پڑھتا تھا کہ "بہتر امت ہین قتل کرتے ہین امیر المومنین اور حسین بن علی کو" تب اُن سے پوچھا گیا کہ اے ابن رسول اللہ یہ آیت کسطرح نازل ہوئی ہو تو اُنھون نے فرمایا کہ بیشک نازل ہوا ہو خیر ایمۃ اخرجت للناس

یعنی اصل تنزیل مین لفظ (ائمہ) تھا جو امام کی جمع ہو۔ پس معنی یہ ہوئے کہ تم اچھے امام ہو الخ اور اس صورت مین یہ امت کی تعریف نہ رہی بلکہ خاص ائمہ کی تعریف ہو گئی۔

ص۵ تفسیر صافی مطبوعہ طہران ص۱۳۱

من ائمتکم فقیل انا نقرءھا ھی اذبی من امۃ فقال وما اذبی داومی بیدہ قطرحھا۔	من ائمتکم یعنی (کہ ہوویں امہ جو زیادہ پاک ہون تمھارے ائمہ سے) توامام سے کسی نے کہا کہ ہم تو یون پڑھتے ہین (ھی ادبی من امۃ) توامام نے فرمایا کہ ادبی کیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر ہاتھ کو ڈالا۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ قرآن موجودہ مین جو یہ لفظ ہین (امۃ ھی ادبے من امۃ) اسکو امام نے غلط بتایا بلکہ اربی کے لفظ پر تعجب کے ساتھ طعن کیا اور یون پڑھا (ایمۃ ھی ازکے من ائمتکم)

ایک مثال ایسی تحریف کی جس مین اصل کلام آلہی کی مخالفت ہوگئی یہ بھی ہے جو سورہ فرقان مین مذکور ہے واجعلنا للمتقین اماما یعنی اے اللہ بنا دے ہمکو متقیون کا امام **ف** اس موقع پر قرآن مین اُن نیک لوگون کی صفتین ذکر ہوئی ہین جنکو جنت مین اعلی مرتبہ ملے گا منجملہ اونکے اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے ہین کہ اے اللہ تو ہم کو متقیون کا امام بنا دے۔

محسن کاشی نے تفسیر صافی[1] مین بحوالہ تفسیر قمی کے لکھا ہے۔

قرء علی ابی عبد اللہ واجعلنا للمتقین اماما فقال ابو عبد اللہ لقد سالوا اللہ عظیما ان یجعلہم	پڑھی گئی امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے آیت واجعلنا للمتقین اماما تو انھون نے فرمایا کہ اللہ سے بڑی بات مانگی کہ اونکو متقیون کا امام

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صـ۱۲

وقد اردنا ان تؤلف لنا القرآن وتسقط منہ ما کان فیہ فضیحۃ وھتک للمھاجرین والانصار	کیا ہے کہ جمع کردے تو ہمارے لیے قرآن اور نکالدے اُس سے وہ حصہ جسمین مہاجرین اور انصار کی فضیحت اور ہتک ہو۔

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ قرآن علی مین مہاجرین وانصار کی مذمت تھی اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن موجودہ مین جو مہاجرین وانصار کی تعریف ہے وہ محرفین کی بنائی ہوئی ہے۔

ایک اور روایت تحریف کی خبر صاف صاف دے رہی ہے اول سورہ نحل کی اس آیت کو سمجھ لیجئے اللہ قسم توڑنے والون اور بدعہدون کی مذمت مین فرماتا ہے۔

تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ ط	تم اپنی قسمون کو آپسمین دہوکا دینے والی بناتے ہو بسبب کوئی قوم کسی قوم سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

ف یعنی تمھاری یہ حالت ہے کہ ایک قوم کے ساتھ عہد و پیمان کر لیتے ہو اور جب دوسری قوم غالب تم کو ملجاتی ہے تو پہلی قوم کے ساتھ جو عہد کر چکے تھے اسکو توڑ کر دوسری قوم کے ساتھ ہو جاتے ہو اس آیت مین جو لفظ (اربیٰ) ہے اسکے معنی غالب اور بڑھا ہوا ہین اور لفظ امت کے معنی قوم اور جماعت کے ہین۔

تفسیر صافی مین اس آیت کے تحت مین لکھا ہے۔

فی الکافی والقمی عنہ انہ قرء ان تکون ائمۃ ھی ازکے	کافی مین اور تفسیر قمی مین امام صادقؑ سے روایت ہے کہ انھون نے یون پڑھا ان تکون ایمۃ ھی ازکے

ایک اور لطیفہ بھی سننے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۂ رعد میں یہ آیت مذکور ہے
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ط یعنی
انسان کے لئے محافظ پے در پے آنے والے ہیں سامنے اسکے اور پیچھے اسکے
حفاظت کرتے ہیں اوسکی بحکم خدا ف اس آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ انسان کے
لئے فرشتے محافظ ہوتے ہیں جو انسان کے آگے بھی ہوتے ہیں اور پیچھے بھی ہوتے
ہیں اور بحکم الٰہی انسان کی محافظت کرتے ہیں۔

لفظ معقبات کے معنی ہیں نوبت بہ نوبت آنے والے۔ چونکہ وہ محافظ فرشتے بھی
نوبت بہ نوبت بدلتے رہتے ہیں اسی لئے اللہ نے اونکو معقبات فرمایا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس آیت کے ترجمہ میں دو مشکلیں پیش آئیں
ایک یہ کہ لفظ معقبات کے یہ معنی اونکو معلوم نہ تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ
معقبات پیچھے رہنے والے کو کہتے ہیں اور چونکہ آیت میں یہ مذکور تھا کہ معقبات
سامنے بھی ہوتے ہیں پس اونکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ جو فرشتے سامنے ہوں اونکو
معقبات کہنا صحیح نہیں۔

دوسری مشکل اونکو یہ پیش آئی کہ یحفظونہ من امر اللہ کے معنی ہیں دشوار ہوگا
ہوگیا درحقیقت اس جگہ اسکے معنی یہ ہیں کہ حفاظت کرتے ہیں اسکی بحکم خدا
امام کو یہ معلوم نہ تھا کہ لفظ (من) بمعنی (با) بھی مستعمل ہوتا ہے اس لئے اسکے
معنی اونکی سمجھ میں یوں آئے کہ اللہ کے حکم یعنی امور تقدیری سے بچاتے ہیں اور

للمتقین اماما۔	بنا دے۔
فقیل له یابن رسول الله کیف نزلت فقال انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما۔	کسی نے پوچھا کہ اے ابن رسول اللہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی تو امام نے فرمایا کہ نہیں نازل ہوئی مگر اس طرح (واجعل لنا من المتقین اماما) اور بنا دے ہمارے لئے متقیوں میں سے امام۔

یہ عبارت تفسیر صافی کے مقدمہ سادسہ کی ہے دوبارہ سورہ فرقان کی تفسیر میں بھی اس آیت کے تحت میں یہ روایت نقل کی ہے اور اسکے بعد یہ بھی لکھا ہے۔

وفی الجوامع عنه ما یقرب منه۔	اور جوامع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کے قریب روایت ہے۔

یعنی تفسیر قمی کی اس روایت کی تائید جوامع کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

اس روایت سے صاف صاف یہ ظاہر ہو گیا کہ اللہ نے نیک لوگوں کی صفات میں یوں فرمایا تھا کہ وہ دعا مانگا کرتے ہیں "واجعل لنا من المتقین اماما" اے اللہ بنا دے ہمارے لئے متقیوں سے امام" مگر محرفین نے یوں بنا دیا کہ اے اللہ ہم کو متقیوں کا امام بنا دے پس جو کچھ اللہ نے فرمایا تھا اسکے مخالف مضمون ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے بطور طعن کے فرمایا کہ اللہ سے ایسا بڑا سوال کیا کہ انکو امام بنا دے یہ سوال قابل طعن اس لئے تھا کہ حصول امامت کی دعا مانگنا ایسی ہے جیسے حصول نبوت کی دعا مانگنا۔

ومثلہ العیاشی عنہ۔ } اور اسی روایت کی مثل عیاشی نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

یعنی جسطرح اس مضمون کی امام سے قمی نے روایت کی ہو اسیطرح عیاشی نے بھی روایت کی ہو اور ایک روایت کی دوسری روایت سے تائید ہوئی۔

امام علیہ السلام کے خیال کے بموجب محرفین نے اس آیت کو اُس مطلب کے خلاف بنا دیا جو اللہ نے نازل کیا تھا اور بہت بڑی دو غلطیان قرآن مین قایم کردین پہلی غلطی امام نے ایسی بتائی جو عربی زبان کی غلطی ہو اور قرآن کی فصاحت تو درکنار زبان کی صحت بھی باقی نہ رہی اور دوسری غلطی تو ایسی بڑی غلطی ہو جس سے کفر کے معنی پیدا ہو گئے۔

پس جب قرآن مین ایسی آیتین بھی موجود ہون جنکے معنی کفر ہین تو اب قرآن کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا کیونکر جایز ہو گا اور نماز مین اس آیت کے پڑھنے سے نماز کیونکر ادا ہو گی۔ کیا یہی امام معصوم مفترض الطاعت تھے۔ کیا انھین کا قول حجت ہو اور قرآن حجت نہین کیا یہی وہ امام تھے جنکے سوا قرآن کو کوئی نہین سمجھ سکتا۔ حالانکہ ایسی صاف آیت کا صحیح ترجمہ نہ کر سکے اور اپنی ناسمجھی کی وجہ سے ایسی مشکل مین پڑے کہ اس آیت مین تحریف بتا دی اور اللہ کے کلام مین اصلاح دی (معاذ اللہ منہا)

علی بن ابراہیم قمی نے چند مثالین اُن آیا کی لکھی ہین جن مین ایسی تحریف ہوئی کہ اُنکا مطلب اُس مطلب کے مخالف ہو گیا جو اللہ نے نازل کیا تھا۔ اسکے بعد تفسیر قمی مین لکھا ہو ومثلہ کثیر اور مثل اسکے بہت ہو۔ یعنی یہ چند روایتیں بطور مثال کے

جو آفتیں انسان پر اللہ بھیجتا ہے اُن آفتوں کو وہ فرشتے دفع کر دیتے ہین یہ معنی کسطرح صحیح نہین ہو سکتے تھے اس لئے کہ یہ کسی مین قدرت نہین کہ اللہ کے حکم کو ٹال سکے یہ دونو مشکلین امام علیہ السلام کے لئے لاحل ہوگئیں تھین لہذا اُنھون نے اس آیت مین تحریف بتادی اور اپنے طور پر اُسکی اصلاح کر لی۔

تفسیر صافی[1] مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے۔

والقمی عن الصادق ان ہذہ الآیۃ قرئت عندہ فقال لقاریہا الستم عربا۔ فکیف یکون المعقبات من بین یدیہ وانما المعقب من خلفہ فقال الرجل جعلت فداک کیف ہذا فقال انما نزلت لہ معقبات من خلفہ ورقیب بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ۔ ومن ذا الذی یقدر ان یحفظ الشیٔ من امر اللہ۔

تفسیر قمی مین امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت اونکے سامنے پڑھی گئی تو امام نے اس آیت کے پڑھنے والے کو کہا کہ کیا تم عرب نہین ہو۔ پس کیسے ہو سکتے ہین معقبات سامنے اور نہین ہوتا ہے معقب مگر وہ جو پیچھے ہو تو اُس شخص نے کہا کہ مین آپ کے قربان ہو جاؤن یہ آیت کسطرح نازل ہوئی ہے تو امام نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی مگر اسطرح لہ معقبات من خلفہ ورقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ یعنی اُسکے لئے معقبات ہین پیچھے اوسکے اور نگہبان ہین سامنے اوسکے حفاظت کرتے ہین اوسکی بامر اللہ۔ اور کون شخص یہ قدرت رکھتا ہے کہ کسی شی کو اللہ کے حکم سے بچا سکے۔

[1] تفسیر سورہ رعد صفحہ ۲۵۰

پوری آیت سورۂ توبہ مین یون ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط	(اے مومنو) اگر تم اُسکی مدد نہ کروگے تو بیشک اللہ نے اُسکی مدد کی تھی اُسوقت جبکہ نکالا تھا اُسکو کافرون نے کہ پیغمبر دوسرا تھا دومین کا جب کہ وہ دونون غار مین تھے۔ جبکہ پیغمبر اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تو غم مت کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اُتار دی اللہ نے تسکین اپنی اوسپر اور مدد کی اوسکی ایسے لشکرسے کہ تم نے اُسکو نہین دیکھا۔ اور کافرون کی بات نیچی کردی۔

اس آیت مین اُس حالت کا بیان ہے جب مشرکین مکہ نے پیغمبرؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر ہجرت کی اور تین شب جبل ثور کے غار مین مقام کیا۔

شیعہ کہتے ہین کہ ابوبکرؓ کو پیغمبرؐ نے اپنی رضامندی سے ساتھ نہین لیا تھا وہ راستے مین ملگئے تھے اور زبردستی ساتھ ہولئے تھے۔

لیکن یہ ایسی ناانصافی کی بات ہے کہ جسکو عقل سلیم کسیطرح قبول نہین کرتی۔ ابوبکر کو کیا خبر تھی کہ پیغمبر اسوقت ہجرت کرکے مکہ سے رخصت ہوتے ہین اگر اتفاقاً ابوبکرؓ راستے مین ملگئے تھے تو پیغمبر بہت سی تدبیرین ایسی کرسکتے تھے کہ ابوبکر سے جدا ہوجاتے۔

مذکور ہوئین ہین۔ ایسی تحریف قرآن مین بہت ہی۔ اسکا حاصل یہ ہوا کہ بہت آیتین قرآن مین ایسی ہین جو خلاف ما انزل اللہ ہوگئین اب فرمائیے کہ ایسے قرآن کا پڑھنا گناہ کیون نہ ہوگا اور اُسکا پڑہنا کیونکر جائز ہوگا۔

کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ہے۔

عن الرضا علیہ السلام فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلیٍّ وایّدہ بجنود لم تروھا قلت ھکذا قال ھکذا نقرؤھا وھکذا تنزیلھا	امام رضا علیہ السلام سے آیت غار اسطرح منقول ہی۔ (پس اُتار دی اللہ نے تسکین اپنے رسول پر اور علی پر اور مدد کی اُسکی ایسے لشکر سے کہ تمنے اُسکو نہین دیکھا (راوی کہتا ہی) کہ مین نے پوچھا کہ یہ آیت اسی طرح ہی تو امام نے فرمایا کہ اسیطرح ہم اُسکو پڑھتے ہین اور اسیطرح وہ نازل ہوئی ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہی کہ اللہ نے تسکین رسول اور علی پر نازل کی تھی مگر عجیب بات یہ ہی کہ رفیق غار تو ابوبکر ہون اور اُنھین کو رسول اسطرح تسکین دے رہے تھے کہ (تو غم مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) اور تسکین نازل ہوئی علی پر جو مکہ مین رسول کے گھر موجود تھے اور سپر تقیہ اونکی محافظ تھی۔

قرآن موجودہ مین یہ آیت یون ہی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا اس صورت مین علیہ کی ضمیر صاحب رسول یعنی ابو بکرؓ کی طرف ہوگئی اور معنی یہ ہوگئے کہ ابوبکر پر تسکین نازل کی پس کافی کی روایت سے جو معنی اس آیۃ کے ثابت ہوئے اُسکو خلاف معنی کے

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۰ ترجمہ تو اُتاری اللہ نے تسکین اپنی او سپر اور مدد کی اُسکی ایسے لشکر سے جسی تمنے نہین دیکھا

نیز میسر رفت و ہمہ حال رفتن محمد و بردن ابوبکر بے فرمان خدا نبودہ۔	ابوبکر سے بھی پوشیدہ جا سکتے تھے اور ہر صورت میں محمدؐ کا جانا اور ابوبکر کا لیجانا بغیر حکم خدا کے نہ تھا۔

عبد الجلیل قزوینی نے اس امر کا صاف اقرار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت اگر ابوبکرؓ سے بچنا چاہتے تو بچ سکتے تھے اور ابوبکر بغیر رضامندی پیغمبر کے غار میں نہیں گئے بلکہ پیغمبرؐ اونکو قصداً بحکم خدا ساتھ لے گئے۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں یہ مضمون موجود ہی کہ ابوبکرؓ کو بحکم الٰہی ساتھ لیا تھا۔ اس روایت کا ترجمہ بڑی خیانت کے ساتھ ملا ے مجلسی نے حیات القلوب[1] میں کیا ہی مگر پھر بھی اس میں اتنا موجود ہی کہ جبریل نے پیغمبر کو اللہ کا یہ پیغام پہونچایا۔

ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری	ای پیغمبر اللہ نے تجھکو یہ حکم کیا ہی کہ ابوبکر کو اپنے ہمراہ لو۔

علاوہ اسکے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے ہجرت کی ہی تو مشرکین اونکا دروازہ گھیرے ہوئے تھے مگر پیغمبرؐ اون مشرکین کے سامنے سے اسطرح نکل گئے کہ اونکو خبر بھی نہ ہوئی چنانچہ حیات القلوب[2] میں ہے۔

جبریل آمد و دست آنحضرت را گرفت واز خانہ بیرون آورد و در آنوقت قریش دور خانہ آنحضرت را فرو گرفتہ بودند و حضرت این آیہ را خواند وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ	جبریل آئے اور حضرت کا ہاتھ پکڑا اور گھر سے باہر لائے اُسوقت قریش نے گرداگرد حضرت کے مکان کا گھیر لیا تھا اور حضرت نے یہ آیۃ پڑھی وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۰۱ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۰۱

یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس وقت گھر کو واپس آجاتے اور پھر دوسرے راستے سے چلے جاتے۔ غرض یہ کسی طرح سمجھ مین نہین آتا کہ پیغمبر ابوبکر سے ایسے مجبور ہوگئے تھے کہ کسیطرح ابوبکر سے بچ نہ سکے اور ابوبکرؓ بغیر اونکی رضامندی کے غار مین بھی داخل ہوگئے اور رفیق سفر بھی بنگئے۔

درحقیقت یہ شبہ ایسا پوچ ہو کہ محققین شیعہ نے خود ہی اس کو رد کر دیا ہی۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین عبد الجلیل قزوینی کو شیخ اجل لکھا ہی اور یہ اقرار کیا ہو کہ وہ علمائے اعلام اور مشائخ کرام سے تھے پھر یہ قصہ نقل کیا ہو کہ اونکے زمانہ مین کسی فاضل سُنّی نے شیعون کے رد مین ایک کتاب لکھی تھی جسمین یہ بھی لکھا تھا کہ شیعے کہتے ہین کہ رسولؐ اس لیئے ابوبکرؓ کو غار مین اپنے ساتھ لے گیے تھے کہ اونکو یہ خوف تھا کہ کہین ابوبکر کوئی شر نہ پیدا کردین۔ اسکا جواب جو عبد الجلیل قزوینی نے دیا ہی اُسکو مجالس المومنین[1] مین نقل کیا ہی اور وہ یہ ہی۔

جناب شیخ در جواب نوشتہ کہ این کلمات نہ مذہب علمائے شیعہ ست بلکہ عوام ش اوباش بطریق استہزا گویند اگر رسول شب غار از ابوبکر می ترسید از عمر و عثمان ہم می ترسید پس بایستے کہ ہر سہ را باخود ببردے پس چنانکہ پیغمبر پنہا نے دیگران سیر فت پنہان از ابوبکر

جناب شیخ (عبد الجلیل قزوینی) نے جواب مین لکھا کہ یہ کلمات علمای شیعہ کا مذہب نہین بلکہ عوام اور اوباش دل لگی کے طور پر اپنی طرف سے کہا کرتے ہین اگر شب غار مین رسولؐ ابوبکرؓ سے ڈرتے تھے تو عمرؓ اور عثمانؓ سے بھی ڈرتے تھے تو چاہیے تھا کہ تینون کو اپنے ساتھ لیجاتے۔ پس جسطرح پیغمبر اورون سے چھپ کر تب وہ جاسکتے تھے

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۲۱ مجلس پنجم۔

رفیق بنایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول کو اونکے ایمان اور جان نثاری اور شجاعت پر کامل بھروسہ تھا۔ اور اُسوقت تک جتنے لوگ ایمان لائے تھے اون مین بلحاظ ان صفات کے قابل انتخاب یہی تھے۔

یہ جو فرمایا کہ غار مین پیغمبر دوسرا تھا دو مین کا اس سے ثابت ہوا کہ اُسوقت کی جو مشکل تھی وہ انھین دونون سے مخصوص تھی کوئی تیسرا اوس مین شریک نہ تھا پس ایسے مشکل عمل کا جو کچھ اجر ہوگا وہ بھی بعد پیغمبرؐ کے ابو بکرؓ سے مخصوص ہوگا کوئی اور شخص اوس مین شریک نہ ہوگا۔

کافرون نے پیغمبرؐ کو نکالا تھا نہ ابو بکرؓ کو پس ابو بکرؓ نے جو اپنے آرام اور وطن اور اہل و عیال اور ساری قوم کو چھوڑکر اُس مشکل مین پیغمبرؐ کی رفاقت اختیار کی یہ اونکے کمال ایمان اور اخلاص کا مقتضا تھا۔

اللہ کو اس محل مین اتنی بات ظاہر کرنا منظور تھی کہ ہم نے پیغمبر کی اُس مشکل کے وقت مین مدد کی تھی جب وہ غار مین تھا۔ اس سے زائد جو ابو بکر کی رفاقت کا ذکر کیا یہ ابو بکر کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

ابو بکرؓ کے اس عمل خیر کا قرآن مین مذکور ہونا اور ابو بکر کی کسی برائی کی طرف اشارہ نہ ہونا دلیل اس عمل کی مقبولیت کی ہے اور اس آیت کے ہر لفظ مین ابو بکر کی فضیلت کی طرف اشارہ ہونا مزید برآن۔

صاحبہ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ابو بکر پیغمبر کے ساتھی تھے اور جو لوگ پیغمبر کے

سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ٥ وحق تعالے خواب را برایشان مسلط کرد کہ ایشان از بیرون رفتن آنحضرت مطلع نہ شدند۔ وکف خاکے برداشت وبرروہاے ایشان پاشید وگفت شاہت الوجوہ۔

وبروایت دیگر بیدار بودند وحق تعالے دیدہائی ایشان راپوشید کہ آنحضرت را ندیدند۔

سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ٥ تو بنادی ہمنے سامنے اونکے دیوار اور پیچھے اونکے دیوار تواندھا کردیا ہمنے پس وہ نہین دیکھتے۔ اور حق تعالے نے نیند کو اونپر غالب کردیا کہ وہ حضرت کے باہر جانے سے مطلع نہ ہوتے۔ اور مٹھی خاک کی اوٹھاکر اونکے منھ پر ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ یعنی بگڑجاوین تمھارے منھ۔

اور دوسری روایت مین ہی کہ وہ جاگتے تھے اور حق تعالی نے اونکی آنکھون کو ڈہانک لیا کہ آنحضرت کو نہ دیکھا۔

یہان سے ظاہر ہی کہ اگر ابوبکر بغیر مرضی پیغمبر کے ساتھ ہوتے تو یہی معاملہ اونکے ساتھ ہوتا۔ پس یہ کہنا کہ ابوبکر بغیر مرضی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اونکے ساتھ ہولئے تھے انصاف کا خون کرنا ہے۔

اب ابوبکرؓ کے ان مناقب پر غور کیجئے جو اس آیۃ سے ثابت ہوتے ہین۔ اللہ نے یہ جو فرمایا کہ ہمنے ایسے وقت مین پیغمبر کی مدد کی تھی جب وہ دونون غار مین تھے اس سے ظاہر ہی کہ پیغمبر کے لئے وہ بڑا مشکل وقت تھا ایسے مشکل وقت مین رسول نے ابوبکر کو اپنا

سے انکار کردیتے یا غار میں پہنچنے کے بعد کسیطرح نکل آتے بلکہ یہ غم رسول کے لئے
تھا اور یہ ادنی جان نثاری اور وفاداری اور محبت رسول کا مقتضا تھا۔
رسول نے ابوبکر کا غم دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہی اس سے
معلوم ہوا کہ رسول ابوبکر کو جانتے تھے کہ یہ ہماری رسالت پر ایمان لایا ہی اور اگر رسول کو
ابوبکر کے مومن ہونے پر یقین نہ ہوتا تو وہ اپنی زبان سے کلمہ (ان اللہ معنا) کہہ دینے
کو ابوبکر کی تسکین کے لئے کافی نہ سمجھتے۔
رسول نے جو جمع کے صیغے سے (معنا) فرمایا اس سے دو شخص مراد ہین ایک رسول
دوسرے ابوبکرؓ۔ اس لئے کہ کوئی تیسرا غار مین موجود نہ تھا پس اللہ کی معیت ابوبکر کے
لئے یقیناً ثابت ہوئی۔ بعد رسول کے ابوبکر کے سوا کوئی شخص ایسا نہین جسکی ذات معین
کے لئے اللہ کی معیت قرآن سے ثابت ہوئی ہو البتہ عام لفظون مین مومنین اور متقین
کے لئے اللہ کی معیت ثابت ہی۔
قرآن سے ثابت ہی کہ اللہ مومنون اور متقیون کے ساتھ ہوتا ہی پس چونکہ ابوبکرؓ کے
ساتھ اللہ تھا اس لئے ابوبکر مومن اور متقی تھے۔ یہ فضیلت بھی ابوبکر سے مختص ہے
کہ اونکا مومن اور متقی ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔
لاتحزن ان اللہ معنا جو رسول نے فرمایا یہ کمال شفقت کا کلمہ ہی اور رسول
کی شفقت اللہ کی رحمت کی نشانی ہی اور چونکہ رسول کی یہ شفقت اور عنایت قرآن
مین مذکور ہوئی اس سے ثابت ہوگیا کہ ابوبکرؓ پر اللہ کی رحمت یقیناً نازل تھی۔

ساتھی تھے اونکی نسبت دوسری جگہ اللہ نے یون فرمایا ہی۔

وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاہُمْ فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط	اور جو لوگ محمدؐ کے ساتھ ہین سخت ہین کافرون پر مہربان ہین باہم۔ تو اونکو دیکھے گا رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے طلب کرتے ہین اللہ کا فضل اور رضامندی اونکی علامت ہی اونکے چہرون پر سجدہ کا نشان۔

یہ آیت سورۂ فتح مین ہی۔ ہم نے اس آیت کا ایک ٹکڑا نقل کر دیا آخر تک یہ آیت رسولؐ کے ساتھ والون کے مناقب مین ہی۔

یہ فضیلت جیسے وثوق اور یقین کے ساتھ ابوبکر کے لئے ثابت ہی کسی اور کے لئے نہین اس لئے کہ ابوبکر کے لئے پیغمبر کا ساتھی ہونا قرآن سے ثابت ہوا ہی کسی اور کی نسبت قرآن سے ثابت نہین ہوا البتہ غیر قرآن سے ثابت ہوا ہی۔

رسول کے ساتھیون کی جو فضیلت ہی اوسکے مطابق مراتب صحابہ کے متفاوت ہین مگر سب سے اعلیٰ درجہ اس فضیلت کا ابوبکر کے لئے ثابت ہوگا اس لئے کہ اونھون نے ایسے وقت مین بھی ساتھ دیا ہی جسکی نسبت اللہ نے فرمایا ہی کہ ہمنے ایسے وقت مین پیغمبر کی مدد کی جب وہ دونون غار مین تھے۔

ابوبکررضؓ سے پیغمبر نے یون فرمایا کہ تو غم مت کر۔ غم فعل قلب ہی۔ منافی شجاعت نہین یہ غم ابوبکر رضؓ کو اپنی جان کے لئے ہوتا تو پیغمبرؐ کے ساتھ غار مین کیون جاتے اول ہی غائب

دونون غار مین تھے اور جب پیغمبر اپنے ساتھی کو یون سمجھاتے تھے کہ تو غم مت کر اللہ
ہمارے ساتھ ہی تو اُتار دی اللہ نے اپنی تسکین پیغمبر کے ساتھی پر اور اے مومنو اگر تم
پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو ہم نے پیغمبر کی مدد ایسے لشکر سے کی ہی جسکو تم نے نہین دیکھا۔
اس لشکر سے وہ لشکر ملائکہ مراد ہے جو غزوۂ بدر وغیرہ مین نازل ہوا تھا پس (اَیَّدَہٗ) کی
ضمیر کا ربط (نصرہ اللہ) کی ضمیر سے ہوگیا۔

بڑا قرینہ اس عطف کا یہ ہی کہ اگر (ایّدہ) کو غار کی حالت سے متعلق سمجھین تو کلام مین یہ
نقصان رہیگا کہ جو صفت لشکر ملائکہ کی ہی وہ واضح نہ ہوگی اس لئے کہ لشکر ملائکہ سے جو
صفت مختص ہی وہ یہ ہے کہ نزول ملائکہ کے مقام پر دیکھنے والے موجود ہون اور
ملائکہ نظر نہ آوین اور غار مین وہ لوگ موجود نہ تھے جن سے اللہ خطاب فرماتا ہی کہ تمنے
وہ لشکر نہین دیکھا پس یہ احتمال باقی رہیگا کہ شاید نہ دیکھنا اس وجہ سے ہو کہ دیکھنے والے
موجود نہ تھے اور اس صورت مین یہ متعین نہ ہوا کہ لشکر ملائکہ سے تائید کی تھی اور غزوۂ
بدر مین مخاطبین موجود تھے اور اکثر نے ملائکہ کو نہ دیکھا پس جو صفت ملائکہ کی تھی وہ بخوبی
واضح ہوگئی اور کلام نے اصل مقصود کو پورے طور پر ادا کیا پس یہان غزوۂ بدر مراد لینا
اولی ہے۔

دوسرا قرینہ اس عطف کا یہ ہی کہ اسکے بعد جو اللہ نے فرمایا ہی کہ کافرونکی بات نیچی کردی
یہ مضمون بھی غزوۂ بدر کے زیادہ مناسب ہی اسلئے کہ کافرون کو شکست اول وہین ہوئی تھی
تعجب یہ ہی کہ حضرات شیعہ اس آیۃ مین تو ضمیرون کے ربط پر محض بے سود بڑا

اللہ کی معیت کے مراتب بھی متفاوت ہیں ان اللہ معنا سے ابو بکر اللہ کی اُس معیت میں شامل کئے گئے جو رسول کے لئے تھی۔

فانزل اللہ سکینتہ علیہ) تو اُتار دی اللہ نے تسکین اپنی اوسپر اس میں یہ بحث ہی کہ کس پر تسکین نازل کی اور حق یہ ہے کہ لفظی اور معنوی قرائن سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ ابو بکر پر تسکین نازل کی۔

لفظی قرینہ یہ ہے کہ قریب مرجع اُس کا لفظ (صاحبہ) ہی جس سے ابو بکر مراد ہیں۔

معنوی قرینہ یہ ہی کہ رسول ابو بکر کے دل میں تسکین نازل کرنا چاہتے تھے اور اس غرض سے کلمہ (لاتحزن ان اللہ معنا) فرماتے تھے پس اللہ نے رسول کی غرض پوری کردی اور اوسپر تسکین نازل کر دی جنپر رسول تسکین نازل کرنا چاہتے تھے۔ دفع حزن کے لئے ابو بکر کو سمجھانا رسول کا کام تھا اور سمجھانے میں دفع حزن کا اثر پیدا کرنا اور تسکین دیدینا اللہ کا کام تھا۔ پس جو رسول کا کام تھا وہ رسول نے کیا اور جو اللہ کا کام تھا وہ اللہ نے کیا۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس سے پہلے جو ضمیریں ہیں وہ رسول کی طرف پھرتی ہیں تو جواب یہ ہی کہ (علیہ) سے پہلے جو (سکینتہ) کی ضمیر ہی وہ اللہ کی طرف پھرتی ہی۔

اگر یہ شبہ ہو کہ اسکے بعد (ایّدہٗ) کی ضمیر رسول کی طرف پھرتی ہی تو جواب یہ ہے کہ (ایّدہٗ) کا عطف (نصرہ اللہ) پر ہی اور اس صورت میں تقدیر آیت کی یوں ہو گئی

کہ اے مومنو اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو ہم نے اوسکی مدد اُسوقت کی تھی جب وہ

پٹنہ کے کتب خانہ مین اُس قرآن کو دیکھ لے اور غور کرے کہ حضرات شیعہ نے قرآن کو کسطرح بگاڑنا چاہا تھا مگر ایسے قرآن مقبول نہ ہوئے اور کسی نے اونکو نہ مانا۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا ۔

یہ چند روایتین بطور نمونہ لکھی گئی ہین شیعون کی کتابون مین انکے علاوہ اور بہت سی روایتین اسی مضمون کی موجود ہین اور ان سب پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ائمہ تحریف قرآن کی خبر اس تفصیل سے دے گئے ہین کہ قرآن مین کمی بھی ہوئی اور زیادتی بھی ہوئی اور ایسی تبدیل بھی ہوئی کہ بعض آیتین اُس مضمون کے خلاف ہوگئین جو اللہ نے نازل کیا تھا۔

اس صورت مین ہر آیت مین یہ احتمال ہو کہ شاید اس مین کچھ کمی بیشی ہوئی ہو یا اسکو بدل کر اللہ کے مقصود کے مخالف بنا دیا ہو یا پوری آیت محرفین کی تصنیف ہو۔

زمانہ ائمہ کے بعد قدمار شیعہ کا بھی یہی اعتقاد تھا چنانچہ تفسیر صافی[1] مین لکھا ہو۔

واما اعتقاد مشائخنا فی ذلک فالظاہر من ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی انہ کان یعتقد التحریف والنقصان لانہ روی روایات فی ھذا المعنی فی کتابہ الکافی ولم یتعرض

اور لیکن ہمارے مشائخ کا اعتقاد تحریف قرآن کے باب مین یہ ہو کہ ظاہر ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی کا مذہب یہ تھا کہ وہ قرآن مین تحریف اور نقصان کا معتقد تھا اس لئے کہ اُس نے نقل کی ہین روایتین اس معنی کی اپنی کتاب کافی مین۔

اور نہین بیان کیا کوئی ضعف اونمین حالانکہ اول

[1] تفسیر صافی صفحہ ۱۳

زور دیتے ہین اور حضرت علیؑ نے جو سورۂ لقمان کی آیت حقوق والدین کی تفسیر کی ہے جسکو ہم جلد اول مین ذکر کر چکے ہین وہان نہین دیکھتے کہ جناب امیر علیہ السلام نے ضمیر ون کا کیا حال کر دیا۔

اب اگر ہم یہ بھی فرض کرلین کہ (ایدہ) کا عطف (فانزل اللہ) پر ہے اور وہی تائید مراد ہے جو غار مین ہوئی تھی تب بھی تو (ایدہ) کی ضمیر (صاحبہ) کی طرف پھرے گی یعنی اللہ نے ابوبکر پر تسکین نازل کی اور دفع حزن مین لشکر ملائکہ سے ابوبکر کی مدد کی پس (علیہ) اور (ایدہ) کی ضمیرون کا ربط بھی باقی رہا اور دونون ضمیرین قریب کے مرجع کی طرف رجوع ہو گئین۔

جب شیعون نے دیکھا کہ اس آیت سے خواہ مخواہ یہی ثابت ہے کہ ابوبکرؓ پر نزول سکینہ ہوا تب انھون نے تحریف قرآن پر کمر باندھی اور لفظ (علیہ) کی جگہ لفظ (علی رسولہ وعلیؑ) بنایا مگر اللہ نے سُنیّون کے سینون اور سفینون مین قرآن کی ایسی حفاظت کی کہ شیعون نے یہ قدرت نپائی کہ قرآن مین اپنی محرف آیتون کو داخل کر سکتے ناچار کافی وغیرہ کتب حدیث شیعہ مین الفاظ تحریفی کو گنجایش ملی۔ بعض متعصب شیعون نے یہ جرأت بھی کی کہ قرآن کے نسخے بھی اپنی تحریفات کے مطابق لکھے۔ پٹنہ کے مشہور کتب خانہ مین ایک نسخہ قرآن کا راقم الحروف کی نظر سے گذرا جسکی ترتیب بھی قرآن مروجہ کی ترتیب کی مطابق نہین اور تحریفی الفاظ جن جن آیتون کی نسبت احادیث شیعہ مین مذکور ہین وہ بھی اُس مین شامل ہین اور بعض سورتین قرآن موجودہ سے زائد بھی ہین جسکا جی چاہے

کتاب کافی حضرت صاحب الامر کی نظر سے گذری ہی غیبت صغری کا پورا زمانہ اس نے پایا ہی پس قرب زمان ائمہ کی وجہ سے جو ذریعے اس مسئلہ کی تحقیق کے قمی اور کلینی کو میسر تھے متاخرین کو ہرگز میسر نہین ہو سکتے۔

غیبت صغری کے آخر زمانہ تک تحریف قرآن کے اعتقاد پر بلا اختلاف شیعون کا اجماع اور اتفاق تھا اس لیئے کہ ائمہ کی تعلیم بھی تھی۔

امام عسکریؑ کی وفات کے وقت ہر چند تفتیش کی کہ اونکے کوئی اولاد ہی یا اونکی کوئی باندی حاملہ ہی مگر یہی تحقیق ہوا کہ نہ اونکے کوئی اولاد ہی نہ اونکی کوئی باندی حاملہ ہی۔ امام عسکریؑ کا بھائی جعفر بھی یہی کہتا تھا کہ امام کے ہرگز کوئی اولاد نہین اسیوجہ سے شیعون نے اوسکا نام کذاب رکھا یہان تعظیم اہلبیت بالاے طاق ہوگئی۔ خلیفۂ وقت نے تمام مکان ڈہونڈہا تہ خانے کہدواے مکان کی موریان کہدواکر دیکھیں کہین کسی بچہ کا پتا نہ ملا نہ کسی نے یہ خبر دی کہ اونکے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ امام کی میراث بھی اونکی مان اور بھائی جعفر پر تقسیم ہوئی۔ مگر شیعون نے ایک خیالی وجود نام صاحب الامر غائب فرض کرلیا۔ بعض آدمی اس بچہ غائب شدہ کے وکیل بنے اور یہ دعوی کیا کہ وہ ہمسے ملا کرتے ہین وہ حضرت صاحب الامر کے خطوط لوگون کو پہنچاتے تھے اور پیغامون کا جواب لا دیتے تھے اون وکیلون نے یہ چالاکی کی کہ صاحب الامر کے نام سے روپیہ لوگون سے وصول کرنا شروع کیا اور روپیہ کی رسید حضرت صاحب الامر کی طرف سے لا دیتے تھے انہتر ۶۹ برس کے عرصہ مین یکے بعد دیگرے چار سفیر ہوئے اور بے انتہا روپیہ شیعون سے امام غائب کے پاس پہنچانے کے لیئے وصول کیا۔ چوتہا سفیر جسکا نام علی بن محمد تھا ۳۲۹ھ مین مرا اوسی سال کلینی کا انتقال ہوا یہ ۶۹ برس کا زمانہ غیبت صغری کہلاتا ہی۔ آخر مین حکام وقت کو اس چالاکی کی خبر ہوگئی اونہون نے دریافت کیا کہ کون کون شخص امام غائب کے نام سے روپیہ وصول کرتا ہی اسوقت سب نے انکار کردیا اسوقت سے یہ سلسلہ بند ہوکر غیبت کبری کا زمانہ شروع ہوگیا۔ ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہی کہ بہت بڑا حصہ مذہب شیعہ کا انہین سفیرون نے روپیہ وصول کرنے کے واسطے تصنیف کیا۔ بھلا اس بچہ غائب کو گوشۂ تنہائی مین اس بے انتہا روپیہ کی کیا ضرورت تھی۔ اصول کافی کے باب الغیبۃ مین حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہی کہ صاحب الامر کی غیبت چھ دن یا چھ مہینے

حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ

بقدرح فیہا مع ذکرہ فے	کتاب مین اُس نے یہ ذکر کیا ہی کہ وہ اُس کتاب مین
اول الکتاب انہ کان یثق بما	جو روایت ذکر کرتا ہی اُسکو صحیح سمجھتا ہی۔
رواہ فیہ وکذلک استاذہ	اور یہی قول ہی کلینی کے اُستاد علی بن ابراہیم قمی کا پس
علی بن ابراہیم القمی فان تفسیرہ	بیشک تفسیر اُسکی بھری ہوئی ہی ذکر تحریف سے اور
مملوء منہ ولہ غلو فیہ وکذلک	اسکو اس مسئلہ مین غلو ہی اور یہی قول ہی شیخ احمد بن ابی
الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی	طالب طبرسی کا پس وہ بھی اونھین دونون کے طریقے پر
فانہ ایضا نسج علی منوالہما فی کتاب	چلاہے کتاب احتجاج مین۔
الاحتجاج۔	

علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری علیہ السلام کا شاگرد ہی پس اُس نے تحریف قرآن کا مسئلہ بھی امام سے سیکھا ہوگا۔ فہرست طوسی[1] مین اوسکی نسبت لکھا ہی۔

علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی ابو الحسن	علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی ابو الحسن حدیث مین ثقہ ہی
ثقۃ فی الحدیث ثبت معتمد صحیح المذہب	پکا ہی معتمد ہے۔ صحیح المذہب ہی۔

محمد بن یعقوب کلینی علی بن ابراہیم قمی کا شاگرد ہی اُسکی ولادت امام حسن عسکری[2] کے زمانہ مین ہوئی تھی بہت سے اصحاب ائمہ کو اُس نے دیکھا ہی اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے سفیرون سے بھی ملاقات کی ہی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سفیرون کے توسط سے اوسکی

---

[1] فہرست طوسی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۰۹ [2] جب امام حسن عسکری علیہ السلام لاولد مرگئے تو شیعون نے یون کہدیا کہ اونکا ایک بچہ تھا جو نرگس کے بطن سے پیدا ہوا تھا وہ اونکی وفات سے دس دن پہلے غائب ہوگیا وہی صاحب الامر اور مہدی اور قایم ہی یہ بھی ٹھیک نہین معلوم کہ جب غائب ہوا تھا تو اوسکی کیا عمر تھی کوئی چار برس کوئی دو برس کہتا ہے۔ خلیفہ وقت نے

ہین اور اس امت کو اللہ نے خیر امت کہا ہی۔ یہ مضامین مذہب شیعہ کی جڑ اکھیڑتے ہین اس لئے کہ وہ عموماً قریب تمام صحابہ کو مرتد بتاتے ہین (معاذ اللہ منہا)

اس اعتراض کا جواب بھی تحریف قرآن کے پردہ مین بہت اچھی طرح ادا ہو گیا یعنی یہ کہنے کا موقع ملگیا کہ محرفین نے بہت سی آیتین اپنی طرف سے بڑھا دین ہین اور بہت سی آیتین خلاف ما انزل اللہ بنا دین ہین۔

تیسرے یہ کہ خلفائے ثلاثہ خصوصاً عثمانؓ پر بڑا سخت طعن عائد کرنا مقصود تھا کہ اونھون نے قرآن مین گھٹایا بھی اور بڑہایا بھی اور خلاف ما انزل اللہ بھی بنا دیا تاکہ عوام سادہ لوح کو اونکی طرف سے بدظن بنا دین (معاذ اللہ منہا)

چنانچہ مطاعن عثمانؓ مین اس مسئلہ کا بڑے شد و مد سے ذکر ہوتا ہے۔

کمال الدین میثم بحرانی نے شرح نہج البلاغت[1] مین عثمانؓ پر دس طعن ذکر کیے ہین منجملہ اونکے یہ بھی لکھا ہے۔

السابعة انه جمع الناس على قراءة زيد بن ثابت خاصة واحرق المصاحف وابطل ما لاشك انه من القرآن المنزل

ساتوان طعن[2] عثمان پر یہ ہی کہ اُنھون نے جمع کر دیا آدمیون کو فقط زید بن ثابت کی قراءت پر اور جلا دیا قرآنون کو اور باطل کر دیا اُسکو جسمین شک نہین کہ وہ قرآن منزل سے تھا۔

---

[1] شرح نہج البلاغت میثم مطبوعہ طہران ورق اول جزو یازدہم ۱۲۵۲ [2] یہ ایک طعن مجموعہ تین مطاعن کا ہی۔ اول یہ کہ فقط وہ قرأت باقی رکھی جو زید بن ثابت پڑہتے تھے اوسکے سوا اور قراتین جو مطابق تنزیل کے تھین وہ چھوڑ دین۔ دوسرے یہ کہ قرانون کو جلا دیا۔ تیسرے یہ کہ جو آیتین یقیناً قرآن مین سے تھین وہ دور کر دین۔ انکا جواب اہل سنت کے اصول کی

جن نازک خیال مصنفین نے مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور اس پیرایہ
مین مذہب اسلام کو بالکل بدل ڈالا انھون نے جزو اعظم اس مذہب کا تحریف
قرآن کے اعتقاد کو ٹھیرایا تھا اور اس سے اونکی کئی غرضین تھین۔
اول یہ کہ مسئلہ امامت پر بہت بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا تھا کہ عقائد اور ایمان کے
تمام ضروری مسائل بنص صریح قرآن مین مذکور ہین مگر مسئلہ امامت کا کہین ذکر نہین۔
اس مشکل لاحل کو انھون نے تحریف قرآن کے مسئلہ سے حل کرلیا اور یون کہدیا کہ یہ
مسئلہ قرآن کی بیسیون آیتون مین بتصریح مذکور تھا مگر محرفین نے وہ آیتین قرآن
سے نکال ڈالین۔
دوسرے یہ کہ مہاجرین اور انصار اور عموماً تمام صحابہ کے مناقب قرآن مین مذکور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
یا چھ برس ہوگی مگر ہزار برس سے زیادہ ہوچکے ابتک حضرت صاحب الامر نے جلوہ نہ دکھایا
اس پیشین گوئی کا بھی وہی حال ہوگیا جو سنہ ستر کی پیشین گوئی کا ہوا تھا۔ بڑی حیرت یہ
ہے کہ حضرت صاحب الامر کیون روپوش ہین اور ظہور کا مانع کیا ہے۔ اصول کافی کے باب الغیبۃ
مین زرارہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قایم کے لئے قایم ہونے سے
پہلے غیبت ہوگی۔ زرارہ کہتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ ایسا کیون ہوگا تو امام نے فرمایا کہ اوسکو
خوف ہوگا پھر اشارہ سے سمجھایا کہ قتل کا خوف ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ غیبت کے
وقت سے اسوقت تک جتنے شیعہ پیدا ہوئے امام غائب نے انکو اپنا مخلص نہ سمجھا اور
اونہین سے اونکو قتل کا خوف ہوا مگر امام کے لئے کچھ دلاوری بھی تو شرط ہے۔ کیا اتنی جرأت
نہین ہوسکتی کہ تھوڑی دیر کے لئے دل مضبوط کرلین اور خوف کو اپنے جی سے دور کرین اور
اللہ پر توکل کرکے ظاہر ہوجاوین۔ آخر یہ بھی تو معلوم ہوچکا ہے کہ کوئی اونپر غالب نہین ہوسکتا
پھر کیا خوف ہے۔ قوت معجزات اور عصاے موسی اور رسول کے ہتھیار اور خاتم سلیمان
بھی تو اونکے پاس ہے اس تمام سامان کو کیون بیکار کر رکھا ہے شاید روپوشی کی وجہ
یہ ندامت بہی ہے کہ مقتضاے کم سنی اصلی قرآن بہی لے گئے کتاب علی بہی نہ دب گئے اب
کیا منھ دکھاوین۔۔۔ ۱۲ منہ

اب بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ فاضل میسم بحرانی جانتے تھے کہ ان
تمام مطاعن کے بہت معقول جواب ہین مگر پھر بھی ذکر مطاعن سے باز نہ رہے ہین سے سمجھ لو
کہ حضرات شیعہ کی یہ عادت ہی کہ جن مطاعن کے جواب معقول پا چکے ہین پھر اونکو خواہ
مخواہ ذکر کیا کرتے ہین تاکہ ان عوام کو بہکاوین جو اونکے جوابون سے ناواقف ہین۔

بانیان مذہب شیعہ نے بہت سی مصلحتون کی وجہ سے قرآن مین تحریف کا دعوی کیا
تھا اور ائمہ سے صدہا روایتین اسی قسم کی نقل کی تھین اور خاتمہ غیبت صغری کے زمانہ
تک بالاتفاق شیعون کا یہی مذہب رہا بلکہ غیبت کبری کے شروع ہونے کے بعد بھی
پچاس برس سے زائد تک بلا خلاف یہی قول اور اعتقاد تھا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ سنہ
چارسو ہجری تک شیعون کا تحریف قرآن کے مسئلہ پر اجماع رہا۔ بڑی وجہ اسکی یہ تھی
کہ اسوقت جو لوگ مذہب شیعہ رکھتے تھے علم سے بے بہرہ تھے وہ یہ نسمجھتے تھے کہ جب قرآن مین
تحریف مانینگے تو مذہب اسلام کیونکر ثابت ہوگا۔ قطع نظر اسکے شوکت اسلام
کی وجہ سے مخالفین کی زبان بند تھی اس لئے حضرات شیعہ کو یہ خبر ہرگز نہ تھی کہ تحریف
قرآن کا قول مخالفون کو مذہب اسلام پر طعن کرنے کا کیا کیا موقع دیگا۔

اتنے زمانے کے بعد شریف مرتضی اتنی بات سمجھ گئے کہ جو لوگ قرآن موجودہ کو محرف
مانین گے وہ مذہب اسلام کس دلیل سے ثابت کرین گے۔ علاوہ اسکے ثقلین کے ساتھ
تمسک کس طرح ہوگا اس لئے کہ ثقلین مین اول قرآن ہی وہ محرف ہے اہلبیت کے
اقوال بھی اوسی وقت معتبر ہوتے ہین جب قرآن سے اونکی مطابقت ہوجائے اور جب

میثم بحرانی نے تمام مطاعن عثمانؓ ذکر کرکے یہ بھی لکھا ہی—

وقد اجاب الناصرون لعثمن عن ھذہ الاحداث باجوبۃٍ مستحسنۃ وھی مذکورۃ فی المطولات	اور بے شک جواب دیتے ہین عثمان کے طرفدارون نے ان مطاعن کے پسندیدہ جواب اور وہ بڑی کتابون مین مذکور ہین—

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

مطابق یہ ہی کہ یہ خیال غلط ہی کہ عثمانؓ نے اور قراتین چھوڑ دیں بلکہ اُنھون نے متعدد نسخے لکھے اور جن آیتون مین مختلف قراتین تھین وہان اُنھون نے کوئی قرات کسی نسخہ مین لکھی اور کوئی قرات کسی نسخہ مین لکھی اسطرح جتنی قراتین ثابت ہوئین سب لیلین وہی نسخے جابجا بھیجے جو مصحف شامی اور کوفی اور مکی اور مدنی وغیرہ کہلاتے ہین کتب تفاسیر وغیرہ مین یہ پتا بھی ملتا ہی کہ یہ قرات مصحف شامی مین تھی اور یہ قرات مصحف مکی مین تھی۔ علی ہذا القیاس۔ اسیوجہ سے علمانے تصریح کی ہی کہ جو قرات کسی مصحف عثمانی کے مطابق نہ ہو وہ مقبول نہین۔ یہ تمام مطالب اتقان مین بہت تفصیل سے مذکور ہین۔

دوسرے طعن کا جواب یہ ہی کہ اگر مراد یہ ہے کہ عثمانؓ نے صحیح قرآن جلا دئے تو غلط ہی ہرگز ثابت نہین اور اگر مراد یہ ہی کہ صحیح قرآن کے سوا جو عبارتین غلطی سے قرآن سمجھی گئی تھین وہ پھاڑ پھاڑ کر جلا دین تو صحیح ہی۔ اور اس مین کوئی اعتراض نہین جب عثمان باتفاق و مشورہ اکثر صحابہ صحیح قرآن جمع کر چکے اور یہ اعتماد اور یقین ہوگیا کہ اصل قرآن نہ اس سے زیادہ ہی نہ اس سے کم ہی تب اُنھون نے وہ عبارتین پھاڑ کر جلا دین جو قرآن نہ تھین اور غلطی سے آیات قرآنی مین شامل ہوگئی تھین۔ صاحب مجمع البحار نے لفظ (حرق) کے تحت مین جو لکھا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ حدیث مین یہ وارد ہی کہ (اَمَرَ اَنْ یُحْرَقَ مَا سِوَاہُ) یعنی عثمانؓ نے یہ حکم دیا کہ جلا یا جاوے جو اُسکے سوا ہی۔ اور بعضی روایتون مین (تُخْرَقَ) بخائے معجمہ ہی یعنی پھاڑا جاے جو اُسکے سوا ہی۔ ان دونون روایتون کو ملانے سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ جلانا بعد پھاڑنے کے ہوا اور یہ جلانا جائز تھا اسلئے کہ اُن عبارتون کو جلا دیا جو منسوخ التلاوت تھین یا اُنمین تفسیری الفاظ یا غیر قریش کے محاورے شامل ہوگئے تھے یا ایسی قراتین تھین جو ثابت نہین ہوئین۔

تیسرا طعن کہ ایسی آیتون کو نکالڈالا جو یقینًا قرآن سے تھین محض افترا ہی۔ اب اصول شیعہ کے بموجب ان مطاعن کا جواب یہ ہی کہ شیعون کے نزدیک اختلاف قرات ثابت نہین ایک ہی قرات ہی پس پہلا طعن محض لغو ہی قطع نظر اسکے شریف مرتضی کا قول جو آیندہ مذکور ہوگا اُس سے ثابت ہی کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مرتب ہوگیا تھا اور وہی قرآن بعینہ آجتک موجود ہے پھر عثمانؓ نے کیا تصرف کیا اور چونکہ اصلی قرآن وہی تھا جسکے نسخے عثمانؓ نے جابجا بھیجے اور اسی کو شریف مرتضی یہ کہتے ہین کہ رسول کے زمانہ مین مرتب ہوگیا تھا پس اگر عثمانؓ نے اسکے سوا جو قرآن سمجھا جاتا تھا اور درحقیقت وہ قرآن نہ تھا اُسکو جلوا دیا تو کیا گناہ کیا۔ اب حضرات شیعہ ملاحظہ فرمائین کہ عثمانؓ نے تو غلط عبارتین جلا کر فنا کر دین اور اصل قرآن کو مسلمانون مین رواج دیا۔ مگر قدما شیعہ کے اعتقاد کے موجب اونکے ائمہ نے اصل قرآن کو چھپایا اور محرف قرآن کو رواج دیا۔ پس عثمانؓ نے تو جو کچھ کیا وہ عین مصلحت تھا البتہ ائمہ کے اس فعل کا کوئی جواب نہین ہوسکتا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جلانے اور چھپانے کا نتیجہ ایک ہی ہی پر ائمہ کا قرآن چھپانا بھی گویا جلانا ہی ۱۲

ومن خالف فی ذلک من الامامیۃ والحشویۃ لا یعتد بخلافھم فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبار ضعیفۃ ظنوا صحتھا۔	اور جس نے خلاف کیا ہے اس مین امامیہ سے اور حشویہ سے اونکے خلاف کا اعتبار نہین کیا جاویگا بیشک خلاف اس مسئلہ مین منسوب ہے ایک گروہ کی طرف اصحاب حدیث سے کہ انھون نے ضعیف خبرین نقل کین اور اونکو صحیح سمجھ لیا۔

اس فرقہ جدیدہ کے جو تحریف قرآن کا منکر ہے شریف مرتضی سرغنہ اور موجد ہین اور انکے بعد ملا باقر داماد اور علامہ طوسی اور ابن بابویہ قمی وغیرہ نے اونکی تقلید کی **شریف مرتضی** کے اس قول سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ قرآن جس ترتیب سے آج موجود ہے اسی ترتیب سے رسولؐ کے سامنے مرتب تھا پس ترتیب موجودہ حجت ہے **جہانتک** غور کیا جاتا ہے شیعون کے اصول کی بموجب شریف مرتضی کا قول کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا اس لئے کہ شریف مرتضی نے اپنے قول کی دلیل مین کسی امام معصوم کا قول نقل نہین کیا اور جو مذہب ائمہ سے منقول نہ ہو وہ شیعون کے نزدیک یقینا باطل ہے خصوصًا اس مسئلہ مین تو شریف مرتضی نے ائمہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور بہت سی حدیثین ائمہ کی جن سے تحریف ثابت ہوتی تھی نہایت بے باکی سے ساتھ رد کردین۔ اور جناب امیر کا یہ فرمانا کہ اب یہ قرآن قایم کے وقت تک ظاہر نہ ہوگا محدثین شیعہ کے نزدیک ایسا مشہور قصہ ہے جو بہت سی روایات صحیحہ سے ثابت ہے مگر شریف مرتضی کے قول سے وہ سب روایتین غلط ہوگئین۔ کلینی نے اصول کافی مین

قرآن نہین تو مطابقت کس سے کیجاتے۔

اس قسم کی خرابیون کے سمجھ لینے کے بعد شریف مرتضی نے تحریف قرآن کے مذہب قدیم کو اپنی راے سے منسوخ کردیا۔ ائمہ کی صدہا حدیثین جو مثبت تحریف تھین علانیہ رد کردین شریف مرتضی کا یہ قول مشہور ہے ہم اُسکو تفسیر صافی سے نقل کرتے ہین

ان القرآن كان على عهد رسول الله مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة في حفظهم له وانه كان يعرض على النبي ويتلى عليه وانّ جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وابي بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بادنى تامل على انه كان مجموعا مرتبا غير منثور ولا مبثوث

بیشک قرآن رسول اللہ کے عہد مین جمع کیا ہوا اور تالیف کیا ہوا اسی طرز پر تھا جس طرز پر وہ آج ہے۔ اور استدلال کیا گیا ہے اسپر اسطرح کہ قرآن پڑھا جاتا تھا اور یاد کیا جاتا تھا پورا قرآن اُس زمانہ مین یہانتک کہ معین ہوئی تھی صحابہ کی ایک جماعت قرآن کے یاد کرنے کے لئے۔

اور وہ پیش کیا جاتا تھا نبی پر اور پڑھا جاتا تھا نبی کے سامنے اور بیشک صحابہ کی ایک جماعت جیسے عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت بار قرآن ختم کیا۔

اور یہ سب باتین ذرا سوچنے سے اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ قرآن جمع کیا ہوا مرتب تھا ٹکڑے ٹکڑے اور متفرق نہ تھا۔

واستدلال برین باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد از اطلاع بر عمل ابی بکر و عمر و عثمان۔ | اور یہ دلیل لانا کہ اصحاب اور اہل اسلام کو قرآن یاد کرنے کا اہتمام تھا نہایت پوچ ہی بعد اطلاع پا لینے کے عمل ابوبکر و عمر و عثمان پر

فرقہ جدیدہ کو بہت بڑی کوشش اس امر کی تھی کہ کسی طرح مخالفت اقوال ائمہ کا الزام اونکے ذمہ سے اُتر جاتے اور کسی امام کا قول بھی ایسا مل جاتے جس سے انکار تحریف ثابت ہوتا ہو آخر اونھون نے امام باقر علیہ السلام کا ایک فقرہ ڈھونڈھ نکالا۔ روضہ کافی مین امام باقر علیہ السلام کا ایک خط سعد الخیر کے نام مذکور ہے اُس مین یہ بھی ہے۔

اقاموا حروف الکتاب وحرفوا حدودہ۔ | قایم رکھے حروف کتاب کے اور بدل دئیے اوسکے معانی۔

فرقہ جدیدہ اس قول سے ثابت کرتا ہے کہ امام باقرؑ نے یہ خبر دی ہے کہ کتاب کے حروف باقی رکھے اس سے ثابت ہوا کہ تحریف لفظی نہین کی۔

مگر یہ استدلال صحیح نہین اس لئے کہ اس قول مین بعض حروف کا قایم رکھنا مراد ہے نہ کل حروف کا۔

اول اسلئے کہ یہی لفظ اُس خط مین اس سے پہلے گذشتہ اُمتونکی نسبت بھی لکھے ہین کہ اُنھون نے کتاب کو اسطرح چھوڑا کہ اوسکے حروف باقی رکھے اور حدود بدل دئے حالانکہ شیعون کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے

ایک باب اس بیان مین لکھا ہی کہ پورا قرآن ائمہ کے سوا کسی کے پاس نہین یہ قول بھی باطل ہوگیا۔

شریف مرتضیٰ اور اونکے مقلدین نے اثبات تحریف کی حدیثون کو بے دلیل ضعیف کہدیا مگر یہ مجال نہ ہوئی کہ وجہ ضعف بیان کرسکتے جب خود شریف مرتضیٰ کو یہ اقرار ہے کہ اصحاب حدیث تحریف کی روایتون کو صحیح سمجھتے ہین پھر وہ ضعیف کیسے ہوسکتی ہین۔ بالفرض اگر ضعیف بھی ہوتین تو ہر ہر حدیث ضعیف ہوتی مگر سب ملکر اثبات تحریف کے لئے قوی ہوجاتین۔

یہ **مضمون** بھی شریف مرتضیٰ نے اہل سنت کی روایتون سے لیا ہی کہ بہت سے صحابہ پورے قرآن کے حافظ تھے۔ شیعونکی روایتون سے حضرت علی کے سوا کسی صحابی کی نسبت پورے قرآن کا حافظ ہونا ہرگز ثابت نہین ہوتا۔

صاحب تفسیر صافی نے فرقہ جدیدہ کی ہر ہر دلیل کو رد کیا ہی شریف مرتضیٰ کے قول کی نسبت اوس نے[۱] یہ لکھدیا۔

واما کونه مجموعاً فی عهد النبی علی ما هو علیه الآن فلم یثبت	اور لیکن قرآن کا عہد نبی مین اسیطرح مرتب ہونا جیسا کہ اب ہی بس ثابت نہین ہوا۔

خلیل قزوینی نے **صافی**[۲] ترجمہ کافی مین لکھا ہی۔

دعوی اینکه قرآن همین است که در مصاحف مشهوره است خالی از اشکال نیست	یہ دعوی کہ قرآن اسیقدر ہی جو مصاحف مشہورہ مین ہے اعتراض سے خالی نہین ہی۔

[۱] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۱۱ [۲] صافی ترجمہ کافی کتاب فضل القرآن جزو ششم صفحہ ۷۵

تحریف تھا پس ضرور ہے کہ اُس نے اس قول سے بعض حروف کی حفاظت مراد لی ہی نہ کلُ کی۔

چوتھے اس لئے کہ ائمہ خود یہ تعلیم کر گئے ہین کہ اختلاف حدیث کی صورت مین جو خبر روایاتِ عامہ سے مطابق ہو اسکو رد کر دو پس اگر اس قول مین کلُ حروف کی حفاظت مراد ہوگی تو یہ قول عامہ کے قول سے مطابق ہو جائے گا۔ اس لئے ضرور رد کرنے کے قابل ہوگا۔

یہ بھی عجیب ہی کہ اتنے بڑے خط کی عبارت راوی کو یاد کیونکر رہی۔

یہ بھی تعجب ہی کہ اس خط پر اطلاع کیونکر ہوئی حالانکہ ائمہ کو امور دین کے چھپانے مین بڑا اہتمام تھا امام کے ہر قول مین تقیہ کا احتمال ہی بالخصوص تحریرون مین زیادہ تر ہے اور خاص اس مسئلہ مین تقیہ کی سخت ضرورت تھی اس لئے کہ شیعون کے سوا سب مسلمان تحریف قرآن کے قول کو باطل سمجھتے تھے اور جنکی اُس زمانہ مین حکومت تھی اونکو بھی تحریف کا قول ناگوار تھا پس بوجوہ مذکورہ بالا ثابت ہو گیا کہ یہ قول کسی طرح قابل استدلال نہین اور صدہا روایات مثبت تحریف کو چھوڑنا اور اس قول سے استدلال کرنا ظلم صریح ہے۔

فرقہ قدیمہ اور جدیدہ مین قرآن کی بابت باہم یہ اختلاف ہی کہ فرقہ قدیمہ قرآن مین کلام محرفین کو شامل سمجھتا ہی اور بہت سی آیتون کو خلاف ما انزل اللہ جانتا ہی اور کلام الٰہی اور کلام محرفین کو باہم ایسا خلط ملط سمجھتا ہی کہ امتیاز باقی

توریت و انجیل مین ہر طرح کی تحریف کی تھی اگر اس مسئلہ مین اختلاف ہی تو سنیون مین ہی نہ شیعون مین اور ائمہ سے بہت سی روایتین بھی اسی مضمون کی موجود ہین کہ بنی اسرائیل نے ہر طرح کی تحریف کی تھی ایسی حالت مین معنی اس قول کے یہ ماننے پڑین گے کہ بعض حروف جو باقی رکھے اُسکے معنی بدل دئے اور یہ مراد نہ ہو گی کہ امم سابقہ نے کل حروف توریت کے باقی رکھے تھے پس اسی طرح دوسری جگہ بھی جہان یہی لفظ اس امت کی نسبت لکھے ہین وہان بھی یہی مراد ہو گی کہ بعض لفظ باقی رکھے مگر انکے معنی بدلدئے یہ مراد نہو گی کہ کل لفظ قرآن کے باقی رکھے اس لئے کہ ان دونون قولون سے مطلب امام کا یہ ہے کہ جو پہلی امتون نے کیا تھا وہی اس امت نے کیا۔

دوسرے اس لئے کہ روایات کثیرہ سے تحریف کی خبر ملچکی ہی اور جناب امیر سے لیکر آخر تک تمام ائمہ نہایت تفصیل کے ساتھ تحریف کی خبرین دے گئے ہین جنکا کسی طرح انکار نہین ہو سکتا پس اگر اس قول مین تمام حروف قرآن کا باقی رکھنا مراد ہو گا تو اون روایات کے مقابلہ مین یہ قول قابلِ رد ہو جائیگا پس ضرور ہے کہ بعض حروف کی حفاظت مراد ہو تاکہ اُن روایات سے اس قول کی تطبیق ہو جائے حالانکہ یہ قول فقط ایک طریقہ سے مروی ہی اور دوسرا طریقہ جو حسین بن محمد کا ہی وہ جہالت راوی کی وجہ سے کالعدم ہی پس ایسی خبر واحد جو فقط ایک طریقہ سے مروی ہے تحریف کی خبرون کے مقابلہ مین جو حکم متواتر مین ہین کیا وقعت رکھتی ہے۔

تیسرے اس لئے کہ جس کلینی نے اس خط کی روایت کی ہی وہ خود معتقد

اسلامی فرقون مین شامل کردین مگر اس کوشش مین وہ ایسے ناکام رہے کہ خود بھی دائرہ اسلام مین قدم نہ رکھ سکے اس لئے کہ جسطرح وہ شخص مسلمان نہین جو قرآن موجودہ کی بہت سی آیتون کو مخالف حق اور خلاف ما انزل اللہ جانتا ہو اسیطرح وہ بھی مسلمان نہین جو ایسے شخص کو مومن صحیح الاعتقاد سمجھے جو قرآن موجودہ کی بہت سی آیتون کو مخالف حق اور خلاف ما انزل اللہ جانتا ہو۔

اگر تفسیر قمی وغیرہ تفاسیر شیعہ کو اول سے آخر تک دیکھا جاتے تو یہ ظاہر ہوگا کہ قرآن نصف سے زیادہ ایسا ہوگیا جسکی آیتین بدلکر اس مضمون کے مخالف ہوگئین جو اللہ نے نازل کیا تھا ایسی چند روایتین بطور نمونہ ہم ذکر کر چکے ہین۔ لیکن اس موقع پر ایک اور روایت کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہین۔ سورۂ توبہ مین ہی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ	اے نبی جہاد کر کافرون پر اور منافقون پر

اس آیت کے تحت مین تفسیر صافی[1] مین لکھا ہے۔

وفی المجمع فی قراءۃ اھل البیت جاھد الکفار بالمنافقین۔	اور مجمع البیان مین ہی کہ اہل بیت کی قراءۃ یون ہی جَاهِدِ الْكُفَّارَ بِالْمُنَافِقِينَ جہاد کر کافرون پر منافقین کے ساتھ۔
وفیہ عن الصادق انہ قرء جاھد الکفار بالمنافقین۔ قال ان رسول اللہ لم یقاتل منافقا	اور اسی کتاب مین صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اونھون نے پڑھا جاھد الکفار بالمنافقین۔ امام نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے کبھی کسی منافق

[1] تفسیر صافی صفحہ ۲۱۴۔

نہ رہا پس فرقۂ قدمیہ کے قول کا حاصل یہ ہوا کہ بعض آیتون کا مخالف حق ہونا
یقینی ہے اور ہر آیت مین مخالف حق ہونے کا احتمال موجود ہے۔
فرقۂ جدیدہ نے بعض مصلحتون سے یہ قول ایجاد کیا کہ اول سے آخر تک
قرآن حق ہے نہ کم ہوا نہ زیادہ ہوا اور ہمارے ہاتھون مین اوسی ترتیب سے موجود ہے
جس ترتیب سے رسولؐ کے زمانہ مین مرتب ہوا تھا۔ پس اول فرقہ جو متبع اقوال
ائمہ ہے منکر حقیت تمام قرآن ہے۔ اور دوسرا فرقہ بظاہر مدعی حقیت تمام قرآن
یہ اختلاف درحقیقت کفر و اسلام کا اختلاف ہے پس ضرور تھا کہ فرقہ جدیدہ جو
قرآن کی ہر ہر آیت کو مُنَزّل من اللہ جانتا ہے فرقہ قدمیہ کے لوگون کو کافر اور
ملحد سمجھتا جو قرآن کی اکثر آیتون کو خلاف ما انزل اللہ سمجھتے ہین بخلاف اسکے
فرقہ جدیدہ کے لوگ فرقۂ قدمیہ کو مومن صحیح الاعتقاد بلکہ اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے
ہین۔ مثلاً علی بن ابراہیم قمی اور احمد بن ابی طالب طبرسی صاحب احتجاج کو
جو قرآن مین آیات خلاف ما انزل اللہ اور کلام محرفین بھی شامل سمجھتے ہین فرقۂ
جدیدہ کے لوگ کافر اور ملحد نہین جانتے بلکہ مومن صحیح الاعتقاد اور اکابر مشائخ
سے سمجھتے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ فرقۂ جدیدہ کے لوگ بھی انکار
تحریف کو قول کو ضروریات دین سے نہین سمجھتے بلکہ جیسے کہ مسائل اختلافیہ مین
مجتہدین کے اختلافات ہوتے ہین وہی حالت اس اختلاف کی سمجھتے ہین۔
شریف مرتضی وغیرہ یہ چاہتے تھے کہ انکار تحریف کا قول اختیار کرکے شیعون کو

وہ گمراہ ہے چنانچہ اصول[۱] کافی مین ہے۔

قال ابوعبداللہ علیہ السلام ان کان ابن مسعود لا یقرء علی قراءتنا فھو ضال فقال ربیعۃ ضال فقال نعم ضال۔	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اگر ابن مسعود ہماری قرارت کے مطابق نہین پڑھتا تھا تو وہ گمراہ تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ گمراہ" امام نے فرمایا کہ ہان گمراہ تھا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو کوئی ائمہ کی قرارت کے مطابق قرآن نہ پڑھے وہ گمراہ ہے۔

خلیل قزوینی نے اس روایت کا ترجمہ یون کیا ہے۔

"گفت امام جعفر صادق علیہ السلام اگر عبداللہ بن مسعود با وجود آنکہ از بندگان مہاجران اصحاب رسول علیہ السلام بود نمی خواندہ است قرآن را بر نہج قرارت ما اہل بیت رسول پس او گمراہ بودہ چہ جائے دیگران"

یعنی عبداللہ بن مسعود اگرچہ مہاجرین اصحاب سے تھے لیکن اگر وہ بھی قرارت اہل بیت کے مطابق قرآن نہ پڑھتے ہون تو گمراہ تھے جب عبداللہ بن مسعود کی نسبت امام نے یہ فرمایا تو پھر اورون کا کیا ذکر۔

پس ائمہ نے جو اپنے اصحاب کو اپنا قرآن نہ دیا اور اپنی قرارت کے مطابق قرآن پڑھنے کا حکم نہ کیا بلکہ قرآن محرف کو پڑھنے کا حکم کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ائمہ نے اپنے اصحاب کو عمداً گمراہ بنایا۔ چنانچہ اصول[۲] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے

[۱] اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر ۱۲ [۲] اصول کافی صفحہ ۲۷۰

قط انما کان یتألفهم۔ والقمی ایضا انما نزلت یا ایها النبی جاهد الکفار بالمنافقین

سے قتال نہین کیا بیشک اونکی تالیف کیا کرتے تھے۔ اور قمی نے بھی لکھا ہے کہ نہین نازل ہوا مگر یا ایها النبی جاهد الکفار بالمنافقین

ان روایتون سے ظاہر ہوگیا کہ اللہ کا حکم منافقین پر جہاد کرنے کا نہ تھا بلکہ یہ حکم تھا کہ منافقین کی فوج ساتھ لیکر کافرون سے جہاد کرو یعنی منافقین کو کافرون سے لڑاؤ[۱] اور قرآن موجودہ مین جو اس آیت کے لفظ ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم یہ تھا کہ کافرون پر بھی جہاد کرو اور منافقین پر بھی جہاد کرو اس صورت مین یہ آیت بھی خلاف ما انزل اللہ ہوگئی۔

اب حضرات شیعہ کی ایک بحث باقی رہی جو نہایت لطیف ہو اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ ائمہ تحریف قرآن کی خبر دے گئے باایں ہمہ شیعون کو محرف قرآن پڑھنے کا حکم دیا اسکی کیا وجہ ہے۔ اگر حضرات شیعہ اپنے اصول کے مطابق ہمسے اسکا جواب چاہین تو دو طرح یہ عقدہ حل ہوسکتا ہے۔

ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ محرفین کی اصلاح اللہ کو پسند آئی اس لئے ائمہ کو حکم دیا کہ اصلی قرآن کو چھپالو اور اصلاح شدہ قرآن کو رائج کردو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ائمہ نے یہ تو ظاہر کردیا کہ جو کوئی ائمہ کا قرآن نہ پڑھے

---

[۱] اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جو لوگ رسولؐ کے ساتھ شریک ہوکر جہاد مین کافرون سے لڑتے تھے وہ اکثر منافق ہونگے اور اونہین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر میدان جنگ مین بھیجتے ہونگے اس لئے کہ اللہ کا حکم یہی تھا شاید اس مین یہ مصلحت تھی کہ دونون فریقون مین سے جو مارا جاوے بہتر ہے۔ اب شہداء بدر و احد کے ایمان کا بھی اعتبار نرہا (معاذ اللہ منہا) جناب امیرؑ کے معرکون کو بھی بھول جانا چاہئے ورنہ بدگمانی کی گنجایش ہوگی ۱۲

جوتشی پنڈتون کا معتقد بنا گئے۔
یہ بھی تعلیم کیا کہ آگے ہاتھ رکھ لو اور بالکل برہنہ ہو جاؤ پیچھے ہاتھ رکھنے کی بھی
ضرورت نہین اس لئے کہ پیچھے کا ستر خود بخود چھپا ہوا ہے اور اگر یوزہ لگالو تو آگے
ہاتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہین - یہ بھی سکھادیا کہ کافرون کو برہنہ دیکھنا جائز ہے
محض بے وجہ بحیلہ ماتم رونا پیٹنا بہت کچھ سکھا دیا جو احکام صبر کے علانیہ مخالف ہیں
پس ائمہ کی تعلیمین جو شیعون سے مختص ہین ہمارے بیان کی پوری تصدیق کرتی ہیں

سیکھے معشوق کے سب ڈھنگ نرالے تمنے
جیسی طینت تھی وہی رنگ نکالے تمنے

شیعون کا یہ ضروری مسئلہ ہی کہ جو چیز ائمہ معصومین کے واسطے سے
نہ پہونچے وہ ہرگز قابل اعتماد نہین - اب ہم یہ کہتے ہین کہ کسی طرح یہ ثابت نہین ہو سکتا
کہ قرآن موجودہ شیعون کو ائمہ نے دیا ہی البتہ یہ ثابت ہی کہ ائمہ کا قرآن اس قرآن
سے جدا تھا پس قرآن موجودہ اونکے اصول کے بموجب ہرگز قابل اعتماد نہین ہو سکتا
اس لئے کہ ائمہ کے واسطے سے نہین پہنچا۔

اس زمانہ مین حضرات شیعہ نے عجب شیوہ اختیار کیا ہی جب اہل سنت
ترتیب قرآن سے استدلال کرتے ہین مثلاً یون کہتے ہین کہ آیت تطہیر جو سورہ احزاب
مین ہے ازواج رسول کے ذکر مین ہی اور اس سے پہلے اور اسکے بعد رسول کی
بیبیون سے خطاب ہی پس ترتیب قرآن اور سیاق کلام سے ثابت ہی

روایت ہی کہ امام ایک ہی مسئلہ ایک شخص کو کچھہ بتاتے ہین دوسرے کو اوسکے
خلاف بتاتے ہین تیسرے کو اُن دونون کے خلاف بتاتے ہین اسکی وجہ یہ ہے
کہ امام ہر شخص کی صورت دیکھ کر یا دیوار کے پیچھے سے اوسکی آواز سنکر اوس کا حال معلوم
کر لیتے ہین کہ وہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے اور اوسی کے مطابق
اُسکو جواب دیتے ہین چنانچہ اُس روایت کے آخر کا جملہ یہ ہے۔

فلیس یسمع شیئًا من الامر ینطق بہ الا عرفہ ناج اوھالك فلذلك یجیبہم بالذی یجیبہم۔

پس امام نہین سُنتا ہی کوئی خبر کسی کی جسے کوئی شخص بیان کرے مگر امام اُس شخص کو پہچان لیتا ہی کہ وہ نجات پانے والا ہی یا ہلاک ہونے والا ہے اسی وجہ سے اونکو ایسے مختلف جواب دیتا ہے۔

حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ ائمہ ہر شخص کو پہچان لیتے تھے جسکو نجات پانے
والا سمجھتے تھے اوس کو ہدایت کرتے تھے اور دین حق سکھاتے تھے جسکو ہلاک
ہونے والا معلوم کر لیتے تھے اسکو گمراہ بناتے تھے۔ شاید ائمہ نے اپنے اصحاب
کو معلوم کر لیا کہ وہ ہلاک ہونے والے ہین اسی لئے قرآن صحیح اونکو نہ دیا اور قرآن
محرف پڑھنے کا حکم کر دیا اونکی تو یہ عادت تھی کہ جیسا کوئی شخص ہوتا تھا اوسکو ویسا
ہی دین سکھاتے تھے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ مسلمانون کو اسلام اور کافرون کو
کفر مشرکون کو شرک سکھاتے ہون گے جس مین جیسا مادّہ پایا ویسا ہی پنتھ سکھا دیا۔
بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ شیعون سے کہہ گئے کہ علم نجوم حق ہی اور ہندوستان کے

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۵	فرشتون نے کہا کہ کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اللہ کی رحمت اور اُسکی برکتین تم پر ہون اے اہل بیت وہ ہے مستحق حمد صاحب عظمت۔

اس آیت مین حضرت ابراہیمؑ کی بی بی سے خطاب ہے اُسی کو اہل بیت کہا ہے پس ثابت ہوگیا کہ استعمال قرآنی مین لفظ اہل بیت سے بی بی مراد ہے۔ اسی طرح آیت تطہیر مین بی بیان مراد ہونگے اسکے جواب مین حضرات شیعہ اس

کی نسبت یہ کیون کہتے کہ لے اللہ یہ میرے اہل بیت ہین انکو پاک کردے جب انہیں کے حق مین آیت نازل ہوئی تھی تو پھر اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ یہ دعا فریقین کی روایتوں مین موجود ہے۔ شیعون کی روایتین تفسیر صافی میں لکھی ہوئی ہین۔ شیعون کی طرف سے بڑا شبہ یہ پیش ہوتا ہے کہ پہلے سے مونث کی ضمیرین ہین اور اس آیت مین لفظ (کم) سے خطاب ہوا جو تذکیر کی ضمیر ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس ضمیر کے بدلنے سے معنی نہین بدلے اس لیئے کہ لفظ اہل کا استعمال تذکیر کے ساتھ ہے خواہ اُس سے مونث مراد ہو یا مذکر۔ سورہ ہود کی آیت مین اصل لفظ (تعجبین) ہے یعنی تعجب کرتی ہے تو) یہ صیغہ ایک عورت کے لئے بولا جاتا ہے پھر اوسی عورت کے خطاب کو (کم) کہدیا۔ آیت تطہیر مین توفقط تذکیر و تانیث کا فرق ہوا تھا۔ سورہ ہود کی آیت مین دو فرق پڑے ایک تذکیر و تانیث کا دوسرے واحد اور جمع کا۔ شیعہ کہتے ہین زید بن ارقم صحابی کہتے تھے کہ اس آیت مین بی بیان شامل نہین۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب دلائل مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ بیبیان شامل ہیں پس وہ دلائل زید کے کہنے سے رد نہین ہوسکتے۔ اور زید بن ارقم کا قول یہ تھا کہ کل بنی ہاشم جنپر صدقہ حرام ہے اہل بیت ہین اس صورت مین باتفاق فریقین اونکا قول غلط ٹہیرا اونکے مقابلے مین ابن عباس کا قول یہ تھا کہ یہ آیت خاص بیبیون کے حق مین ہی نازل ہوئی ہے۔ شیعون کی روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ اگرچہ اس آیت سے ازواج کو خارج کرتے تھے مگر اس امر کو بعید از عقل ہی جانتے تھے۔

تفسیر صافی مین اس آیت کے تحت مین لکھا ہے۔ العیاشی عن الباقرؑ لیس شی ابعد من عقول الرجال من تفسیر القرآن ان الآیۃ ینزل اولہا فی شی واوسطہا فی شی وآخرہا فی شی ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس الخ یعنی عیاشی نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کوئی چیز آدمیون کی سمجھ سے تفسیر قرآن کر

کہ لفظ اہل بیت سے رسول کی بیٹیاں مراد ہین حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنین رضی اللہ عنہم کا نہ وہان پہلے سے کچھ ذکر ہے نہ اسکے بعد۔

اسکے جواب مین حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ ترتیب قرآن حجت نہین محرفین نے یہ آیت ازواج رسول کے ذکر مین شامل کر دی ہے۔

اور جب اہل سنت سورۂ ہود کی آیت پیش کرتے ہین جسمین اُسوقت کا بیان ہے کہ جب ملائکہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت دی تو اونکی بی بی سارہ نے تعجب کیا۔ اُس وقت فرشتون نے سارہ سے خطاب کرکے یون کہا۔

سلہ آیت تطہیر مین ازواج رسول کے ضرور داخل ہونے پر قرآن سے تین طرح استدلال ہے اول یہ کہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ازواج رسول سے خطاب ہے پس سیاق کلام اور ترتیب قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت مین بھی ازواج سے خطاب ہے۔ دوسرے یہ کہ معنی لفظ اہل بیت مین بیبیان بدرجۂ اولی داخل ہین۔ اس لئے کہ اہل بیت گھر والون کو کہتے ہین اور بیبیان بیشک رسولؐ کی گھر والی تھین تیسرے یہ کہ سورۂ ہود کی آیت سے ظاہر ہوگیا کہ استعمال قرآن مین دوسری جگہ بھی لفظ اہل بیت سے بی بی مراد ہے۔ بعض اخبار احاد مین جو یہ وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ اور فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر مین داخل کرکے فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہین تو انکو پاک کردے یہ درحقیقت دعا ہے اس دعا سے رسولؐ نے ان چارون کو بھی اوسی فضیلت مین شامل کرلیا جو ازواج کے لئے ثابت تھی اور اب اس آیت مین یہ دونون فریق شامل ہوگئے۔ بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ اسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور اونکی اولاد کو بھی اہل بیت مین شامل کرلیا پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور عنایت تھی کہ سب کے لئے یہی دعا کرتے تھے کہ اس آیت کی فضیلت مین شامل ہوجائین مگر اصل خطاب اس آیت مین ازواج رسول سے تھا اسی وجہ سے جب ام سلمہؓ چادر مین آنے لگین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انتِ لِلٰی خَیْرٍ یعنی تیری حالت اس سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ تو ازواج مین شامل ہے جنکو اصل خطاب ہے۔ پس تجھکو یہ فضیلت پہلے سے حاصل ہے اب اس چادر مین آنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ معنی لفظ اہل بیت مین داخل ہین وہ ان اخبار احاد کی وجہ سے خارج نہین ہوسکتے۔ اور یہ روایتین اونکو خارج بھی نہین کرتین۔ البتہ اونکے سوا اورون کو داخل کرتی ہین اگر اس آیت مین اللہ کی مراد یہی چارون شخص تھے تو پیغمبر ان چارون

علمائے شیعہ تحریف قرآن کی بحث مین بمقابلہ اہل سنت عاجز ہوکر جب کوئی جواب نہین دے سکتے تو اونھون نے اپنی ندامت کم کرنے کے لئے یہ جواب تجویز کیا ہے کہ سُنیون کی روایتون سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ بعضی آیتین نازل ہوئین تھین اور قران موجودہ مین داخل نہین ہوئین لیکن اگر حضرات شیعہ انصاف فرمائین تو ظاہر ہوجائے کہ قرآن کی تحریف کا قول شیعونکی روایات اور تصریحات سے بخوبی ثابت ہی اور بہت سے وجوہ اس امر پر قایم ہین کہ اہل سنت کی روایتون سے تحریف قرآن کا نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہین۔

اول یہ کہ اہل سنت کی روایات مین یہ مضمون نہین کہ جو قرآن رسُول نے اپنی وفات کے وقت چھوڑا تھا اُس مین بعد وفات رسُول کے کچھ کمی کی گئی یا بدلکر خلاف ماانزل اللہ بنایا گیا یا تحریف کرنے والون نے اپنا کلام اُس مین بڑہایا اور شیعونکی روایتون سے ثابت ہی کہ جو قرآن رسُول نے وقت وفات چھوڑا تھا اُس مین بعد وفات رسول کے یہ سب کچھ ہوا۔

دوسرے یہ کہ شیعونکی روایتین ایمہ معصومین کے اقوال ہین اور شیعے جو روایتین سنیونکی پیش کرتے ہین وہ غیر معصومین کے اقوال ہین پھر الزام مین برابری کیونکر ہوگی سُنّی کہہ سکتے ہین کہ جو لوگ معصوم نہ تھے اونسے غلط فہمی ہوئی کیا شیعہ بھی اپنے ائمہ کی نسبت یہی کہدین گے۔

تیسرے یہ کہ یہ الزامی جواب فقط اہل سنت کے مقابلہ مین ہوگا منکرین اسلام جب

آیت مین تحریف کا احتمال نکالتے ہین اور شریف مرتضی کے قول کو باطل سمجھتے ہین لیکن جب عیسائیونکی طرف سے قرآن پر تحریف کا طعن پیش ہوتا ہے تو اونکے مقابلے مین تحریف کا انکار ہوتا ہے - اور اہل سُنت کے دامن مین پناہ لی جاتی ہے اتقان کی روایتین پیش ہوتی ہین شریف مرتضی کا قول بڑے زور و شور سے پیش کیا جاتا ہے اور یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ ترتیب موجودہ وہی ترتیب ہے جو رسولؐ کے سامنے ہو گئی تھی۔

غرض آجتک پورے قرآن مرتب کی حقیت پر شیعون کا اتفاق نہین ہر شخص نئی بولی بولتا ہے۔

زیادہ بعید ہین بے شک نازل ہوتی ہے آیت کہ اول اوس کا اور چیز کے ذکر مین ہوتا ہے اور اوسط اوسکا اور چیز کے ذکر مین ہوتا ہے اور آخر اوس کا اور چیز کے ذکر مین ہوتا ہے اور پھر امام نے آیت انما یرید اللہ آخر تک پڑہی اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام اس آیہ کی تفسیر مین حیران تھے اور اس امر کو لوگون کی سمجھ سے بہت بعید جانتے تھے کہ کسی آیت کا اول اور چیز کے ذکر مین اور اوسط اور چیز کے ذکر مین ہو اور آخر اور چیز کے ذکر مین ہو یہ مشکل امام کو اس غلطی کی وجہ سے پیش آئی تھی کہ اونہون نے ازواج کو اہل بیت سے خارج کیا تھا اگر یہ غلطی رفع ہو جاتی تو یہ حیرانی بھی رفع ہو جاتی۔ قرآن کی ایسی تفسیر کیون کی جائے جو آدمیون کی سمجھ سے بعید ہے۔

کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیۃ مین ائمہ اور اونکی ولایت مراد ہے - جو کوئی ائمہ کی ولایت مین داخل ہوا بیت نبیؐ مین داخل ہو گیا اس تفسیر کے بموجب اُن چارون کی جو چادر مین لیئے گئے تھے تخصیص نہ رہی بلکہ تمام شیعے جو مدعی ولایت ائمہ ہین اہل بیت مین داخل ہو گئے اور معصوم بھی بن گئے - یہ تفسیر شیعون نے اس لئے تصنیف کی کہ اگر آیت کے ظاہری معنی لیئے جاوین یعنی بیت سے رسولؐ کے رہنے کا گھر مراد ہو تو رسول اور اونکی بیبیون کے سوا اس کے حکم مین اور کوئی داخل نہین ہو سکتا۔ ۱۲

مفسر شیعی محسن کاشی صاحب تفسیر صافی[1] نے (او ننسہا) کی تفسیر میں لکھا ہے

بان نرفع رسمہا و نبلی عن القلوب حفظہا و عن قلبک یا محمد کما قال سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ ان ینسیک فیرفع عن قلبک ذکرہ۔	یعنی اسطرح بھلا دیں کہ اسکی کتابت بھی اوٹھا دیں اور دلون سے اسکی یاد دور کردیں اور تیرے دل سے بھی اے محمد اسکی یاد مٹا دیں جیسے کہ اللہ نے کہا ہے کہ پڑہا دینگے ہم تجھکو پھر نہیں بھولے گا تو مگر وہ جسکو چاہے اللہ کہ بھلا دے تجھکو تو اوٹھا دے تیرے دل سے اسکی یاد۔

ان بھولی ہوئی آیتون مین سے بعض مضامین کسی کو یاد رہ جاتے تھے اور اونکو وہ ایسے الفاظ مین ادا کرتا تھا جنکی نسبت اسکو یہ خیال ہوتا تھا کہ اس بھولی ہوئی آیت کے یہی لفظ تھے پس اہل سنت کی روایتون مین جو مذکور ہوتا ہے کہ کسی آیت کا ذکر کسی صحابی نے کیا کہ یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اب قرآن مین نہین وہ اسی قسم کی آیتین ہین۔

بعض روایتین ایسی بھی ہین کہ رسول نے کسی آیت کو پڑھکر اپنی طرف سے بعض الفاظ کو بطور تفسیر بیان فرماتے تھے سامعین مین سے کسی نے اپنی غلط فہمی سے ان الفاظ تفسیر کو بھی منجملہ قرآن سمجھ لیا۔

بعض روایتون مین وہ الفاظ مذکور ہین جو اختلاف قرارت کی وجہ سے مختلف ہین وہ سب الفاظ مطابق تنزیل سمجھے جاتے ہین۔ اس لئے کہ اہل سنت کی صحیح روایات سے ثابت ہوا ہے کہ جبریل نے وہ سب لفظ نازل کئے ہین نہ اس اختلاف سے

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۴۲

روایات شیعہ سے تمسک کرکے تحریف قرآن کا اعتراض پیش کرین گے تو کیا جواب ہے

چوتھے یہ کہ اہل سنت کے اصول کے بموجب یہ ثابت نہین ہو سکتا کہ کسی نے بدنیتی سے قرآن مین تحریف کی یا کوئی خاین قرآن کے جمع کرنے مین شریک تھا یا کسی بددین نے کوئی مسئلہ قرآن سے نکال ڈالا اور شیعون کے اصول کی بموجب یہ سب کچھ ثابت ہوتا ہے—

اب اصلی حالت اُن روایتون کی یہ ہے کہ کتب صحاح مین دو تین روایتین اس مضمون کی ہین کہ بعضی آیتین جو نازل ہوئی تھین یاد نہ رہین یہ آیتین اُس قسم مین داخل ہین جنکی نسبت اللہ نے فرمایا ہے—

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ط	جو منسوخ کرتے ہین ہم کوئی آیت یا بُھلا دیتے ہین اسکو لاتے ہین ہم اُس سے بہتر یا اُسکی مثل—

ف یعنی اگر ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہین یا بُھلا دیتے ہین تو دوسری آیت ایسی نازل کرتے ہین جو اُس سے بہتر ہو یا اوسکی برابر ہو پس جن آیتون کا اُن روایتون مین ذکر ہے وہ منجملہ اونھین آیتون کے ہین جو بُھلا دی گئین—

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے—

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ	ہم پڑھا دینگے تجھکو کہ نہ بھولے گا تو مگر جو چاہے اللہ

ف اس آیۃ مین یہ بھی اشارہ ہے کہ اے پیغمبر جن آیتون کو اللہ بُھلانا چاہے گا اونکو تو بھول جائے گا—

ایسی غلطی ائمہ معصومین سے ممکن نہین۔

قسم سوم اختلاف قرارت ہی۔ اہل سُنّت کی صحیح حدیثون سے ثابت ہی کہ بعض آیتون کی نسبت جبرئیل نے یہ کہدیا تھا کہ انکو کئی طرح پڑھنا جائز ہے بس جتنی قرائتین متواتر ہین اور مصاحف عثمانیہ مین شامل ہین سب قرآن سمجھی جاتی ہین۔

شیعہ جو نئے الفاظ بعض آیات کے ائمہ کے قرآن سے نقل کرتے ہین وہ اختلاف قرارت کے تحت مین داخل نہین ہو سکتے۔ اسکے کئی سبب ہین۔

اوّل یہ کہ شیعہ اختلاف قرارت کے منکر ہین چنانچہ اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر مین مذکور ہے۔

عن ابی جعفر قال ان القرآن واحد نزل من عند واحد ولکن الاختلاف یجیئ من قبل الرواۃ	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہی کہ قرآن واحد ہی نازل ہوا ہی واحد کے پاس سے اور اختلاف پیدا ہوا ہی راویون کی طرف سے۔

اس کے بعد دوسری روایت یہ لکھی ہے۔

قلت لابی عبد اللہ ان الناس یقولون ان القرآن نزل علی سبعۃ احرف فقال کذبوا اعداء اللہ ولکنہ نزل علی حرف واحد من عند الواحد۔	راوی کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آدمی کہتے ہین کہ قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہی تو امام نے فرمایا کہ اللہ کے دشمنون نے جھوٹ بولا لیکن قرآن نازل ہوا ہے ایک حرف پر ایک اللہ کی طرف سے۔

قرآن کا مطلب بدلتا ہی نہ کوئی مسئلہ خارج یا داخل ہوتا ہے۔

شیعہ جتنی روایتین اہل سنت کی کتابون کی تحریف قرآن کے الزام مین پیش کرتے ہین اور اس طعن مین برابری کرنا چاہتے ہین وہ ان تین قسمون سے ہرگز خارج نہین پس قرآن کی کمی اہلِ سنت کی روایتون سے ثابت نہین ہوسکتی اگر حضرات شیعہ کو اہلسنت کے الزام دینے اور اُنکی روایتون سے کمی قرآن ثابت کرنے کا دعوی باقی ہو تو ایسی روایتین اہلِ سنت کی ذکر کرین جو ان تینون قسمون مین داخل نہوسکین۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس قسم کی روایتین اہلِ سنت کی صحاح مین بہت تہوڑی ہین جنکی تعداد پانچ چار روایتون سے زیادہ نہوگی اور بہت سی روایتین جو حضرات شیعہ پیش کرتے ہین وہ ایسی ضعیف کتابونکی ہین جن مین ہر قسم کی روایتین بلکہ موضوعات بھی شامل ہین اس قسم کی بہت سی موضوع روایتین تفسیر در منثور مین بھری ہوتی ہین۔

شیعون کی روایتین ان تینون قسمون مین سے کسی قسم مین داخل نہین ہوسکتین تفصیل اُسکی یہ ہے۔

قسم اول وہ آیتین ہین جنکو اللہ نے بھلا دیا جب وہ پیغمبر کے سینہ سے محو ہوگئین تو ائمہ کو کیسے یاد ہوگئین اور جب اللہ نے اونکو قرآن سے نکالدیا تو پھر ائمہ نے کیون داخل کیا۔

قسم دوم درحقیقت تفسیری حدیثین ہین جنکو کسی نے غلطی سے قرآن سمجھ لیا تھا

وہ گمراہ ہے۔ اب اختلاف قرارت کی صورت باقی نہ رہی بلکہ یہ ثابت ہوگیا کہ صحیح وہ قرآن ہی جو امام کے پاس تھا اور قرآن موجودہ محرف اور غلط ہی۔

پس قرآن مین تحریف کی خبر جو ائمہ نے دی وہ فرقۂ جدیدہ کے چھپانے سے چھپ نہین سکتی اور اس باب مین حضرات شیعہ جتنی کوشش کرتے ہین وہ اونکے لیے اور زیادہ مضر ہی اس لئے کہ جب ایسی خبر جو بیسیون روایتون سے ثابت ہی غلط ہوجاے تو شیعو نکی تمام روایتین اعتبار سے ساقط ہوجائینگی جتنے مسائل اصول و فروع مذہب شیعہ کے ہین سب انھین راویون انھین سندون انھین کتابون سے ثابت ہوتے ہین پس جب تحریف کی روایتین غلط ہوگئین تو اور اصول و فروع شیعہ کی روایتین کب صحیح رہینگی پھر مضمون اکثر روایتون کا بھی ایسا صاف صاف ہے کہ کسیطرح تاویل کی گنجایش نہین پس شیعون کو اپنے اصول اور روایات کے بموجب تحریف قرآن کا انکار کرنا ظلم ہی اور جب شیعون کے پاس اصل قرآن نہین تو ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام بھی نہین۔

اب یہ لطیفہ بھی غور کرنے کے لایق ہی کہ امامؑ نے یہ فرمادیا کہ ہم تو قرآن اُبیؓ بن کعب کی قرارت کے بموجب پڑھتے ہین۔ پس یہ جو خیال باندھا جاتا تھا کہ ائمہ حضرت علیؑ کا قرآن پڑھتے تھے غلط ہوگیا۔

محسن کاشی نے تفسیر صافی کے مقدمہ ثانیہ مین اس روایت کو لکھکر یہ لکھا ہی کہ امام نے ربیعہ سے تقیہ کیا تھا اسی لئے ایسا کہدیا۔ اور ابن مسعودؓ کی نسبت جو

ان دونون روایتون سے ثابت ہوگیا کہ شیعون کے نزدیک اختلاف قراءت صحیح نہین چنانچہ خلیل قزوینی نے ترجمہ کافی مین اسی مقام پر اپنے خیال کے مطابق اختلاف قراءت کے ابطال پر دو براہین بھی قایم کی ہین۔

دوسری دلیل اسکی کہ جو تے الفاظ ائمہ کے قرآن مین تھے وہ اختلاف قراءت کے تحت مین داخل نہین ہوسکتے یہ ہے کہ اختلاف قرارت کی صورت مین ہر قراءت کا پڑھنا جایز ہوتا ہے اور ائمہ نے یہ کہدیا تھا کہ جو کوئی ہماری قرارت کے خلاف قرآن پڑھے وہ گمراہ ہے چنانچہ اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر مین ہے

عن عبد اللہ بن فرقد والمعلے بن خنیس قالا کنا عند ابی عبد اللہ ومعنا ربیعۃ الرأے فذکرنا فضل القران فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام ان کان ابن مسعود لا یقرء علی قراءتنا فھو ضال فقال ربیعۃ ضال فقال نعم ضال ثم قال ابو عبد اللہ ع اما نحن فنقرء علی قراءۃ اُبَیّ

عبد اللہ بن فرقد اور معلی بن خنیس سے روایت ہے وہ دونون کہتے ہین کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھے اور ہمارے ساتھ ربیعۃ الرأے بھی تھا تو ہم نے قرآن کی فضیلت کا ذکر کیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ابن مسعود ہماری قرارت کے مطابق نہ پڑھتا ہو تو وہ گمراہ ہے تو ربیعہ نے پوچھا کہ کیا گمراہ ہے تو امام نے فرمایا کہ ہان گمراہ ہے پھر فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے لیکن ہم پس قرآن پڑھتے ہین قرارت ابی بن کعب پر۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوگیا کہ جو کوئی امام کی قرارت کی مطابق قرآن نہ پڑھے

اسی گروہ شیعہ مین سے ایک فرقہ جدیدہ ایسا پیدا کردیا جس نے اپنے متقدمین کا جھوٹ علانیہ کھولدیا اور جو الفاظ متقدمین شیعہ نے قرآن مین بڑھانے چاہے تھے انھین کو متاخرین شیعہ کی زبان سے جھوٹ کہلوا دیا۔ متقدمین نے تحریف قرآن مین کوئی کمی نہین کی تھی مگر متاخرین نے اپنے قدما کی تمام کوشش بیکار کردی۔ واللہ علی کل شئ محیط

اے حضرات شیعہ جب اس مسئلہ مین اتنا بڑا جھوٹ اس مذہب کا کھل گیا تو انصاف کا بہت بڑا ذریعہ ہاتھ آگیا۔ تمام مذہب اسی نمونہ پہ قیاس ہو سکتا ہے اہل بصیرت کے لئے اتنی تنبیہ بہت کافی ہے جب اتنا بھید کھل گیا تو پھر ایک کیا شبہ باقی رہا۔

آمدم بر سر مطلب اگرچہ تحریف قرآن کی بحث مین بہت تطویل ہوگئی مگر اس مین عوام کو بہت سے فائدے حاصل ہوگئے اس لئے کہ یہ ظاہر ہوجائیگا کہ قرآن موجودہ کی نسبت شیعون کا کیا اعتقاد ہے۔

اس بحث پر اول سے آخر تک غور کرنے سے بخوبی واضح ہوگیا کہ مسئلہ امامت خیالی شیعہ کا قرآن مین نام و نشان نہین حالانکہ تمام مسائل اعتقادیہ و ایمانیہ قرآن مین تصریح کے ساتھ مذکور ہین پس یہین سے اس مسئلہ کا باطل ہونا بخوبی ثابت ہوگیا اس لئے کہ اگر یہ مسئلہ ضروریات ایمان سے ہوتا تو مثل اور مسائل ایمانیہ کے اسی تصریح کے ساتھ قرآن مین مذکور ہوتا جسکو ہر شخص بے تکلف سمجھ لیتا۔

جب تصریح کے ساتھ مسئلہ امامت کا نام و نشان قرآن مین نہ ملا اور اس

سخت کلمہ زبان سے نکل گیا تھا اسکے تدارک مین صحابہ کی مراعات کردی ورنہ ائمہ اپنے باپ دادون کے سوا اور کسی کی پیروی نہین کرتے تھے۔ پس محسن کاشی کی تاویل کا حاصل یہ ہوا کہ امام نے یہ جو کہدیا کہ ہم اُبیّ کی قرات پڑھتے ہین یہ ربیعہ کے سامنے مصلحتاً جھوٹ بولا۔ مگر اسکا کیا جواب کہ اگر امام کو ربیعۃ الرای فقیہ مخالف سے تقیہ منظور تھا تو پہلے سے عبداللہ بن مسعود کی نسبت ایسا سخت کلمہ کیون کہا اور اپنے قرآن کو صحیح کیون بتایا اگر پہلے سے ہی سوچ سمجھ کر گفتگو کرتے تو آخر کو جھوٹ بولنا نہ پڑتا۔

محسن کاشی نے معنی حدیث مین تاویل کی تھی الفاظ حدیث کو بعینہ باقی رکھا تھا مگر خلیل قزوینی نے ترجمہ کافی مین غضب کیا کہ الفاظ حدیث تحریف کرکے یون بنالئے

اَمَا تَحِبُّ فَتَقرَءُ عَلٰی قِرَاءَۃِ اَبِیْ | یعنی (اے ربیعہ) کیا تو میل نہین کرتا کہ پڑھے میرے باپ کی قرارت کے مطابق۔

اب اس قول محرف کا حاصل یہ ہوگیا کہ امام نے ربیعہ کو ترغیب دی تھی کہ ہمارے باپ کی قرارت کے مطابق قرآن پڑھا کر۔ مگر یہ معنی ہرگز صحیح نہین ہوسکتے۔ اس لئے کہ امام اپنے مخلصین شیعہ کو بھی اپنی قرارت پڑھنے کی اجازت نہین دیتے تھے پھر ربیعہ کو ایسا حکم کیون کرتے جو سُنّی مذہب تھا۔

شیعون نے ائمہ پر افترا باندھ کر آیات قرآنی مین خود تحریف کی اور صحابہ رسول پر تحریف کی تہمت لگائی۔ مگر حافظ حقیقی کی شانِ حفاظت دیکھئے کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ	پس اگر جھگڑو تم کسی چیز مین تو رجوع کرو اُس مین طرف اللہ اور رسول کی اگر ہو تم ایمان لانے والے اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔

اس آیت مین اول اللہ نے حکومت والون کو یہ حکم کیا کہ انصاف کے ساتھ حکومت کرین پھر مومنین کو یہ حکم کیا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرین اور حکومت والے کی اطاعت کرین پھر یہ حکم کیا کہ اگر تم مین اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کے قول کی طرف رجوع کر کے اُس اختلاف کا فیصلہ کر لو۔

اب بحث طلب یہ بات ہی کہ اللہ نے جس اولی الامر کی اطاعت کا حکم کیا ہی وہ کون ہی اس مین کوئی شک نہین کہ باعتبار لغت اور استعمال زبان عرب کے اولی الامر کے معنی صاحب حکومت کے ہین جسکو حاکم کہتے ہین بس اس لفظ کے جو معنی حقیقی ہین اوسی معنی مین اس لفظ کو باقی رکھنا چاہئے۔ اگر یہ تردد ہو کہ وہ حکومت والے کون ہین جنکی اطاعت کا حکم ہوا تو یہ عقدہ بھی بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب کی بڑی بڑی بستیون مین اپنی طرف سے حکام مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے اور وہان کے لوگون کو اُن حکام کی اطاعت کا حکم ہوتا تھا اور جس جہاد مین بذات خود تشریف نہ لیجاتے تھے تو کسی صحابی کو امیر لشکر مقرر کرتے تھے اور تمام لشکر اسلام کو امیر لشکر کی اطاعت کا حکم کرتے تھے۔ جب کبھی مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے تھے تو مدینہ مین کسی کو حاکم مقرر کر جاتے تھے یہ سب لوگ چونکہ حاکم ہوتے تھے اس لئے

مسئلہ کو قرآن مین داخل کرنے کے لئے تحریف لفظی کی جسقدر کوشش متقدمین شیعہ نے کی تھی اُسکو بھی فرقہ جدیدہ نے برباد کردیا تب مجبور ہوکر تحریف معنوی پر کمر باندھی اس تحریف مین فرقہ جدیدہ فرقہ قدیمہ کے ساتھ ہمزبان اور ہمقدم رہا اور قرآن کی بعضی آیتون کے صاف اور سیدھے معنی چھوڑکر زبردستی اُنسے مسئلہ امامت ثابت کرنے لگے۔ حالانکہ اگر تعصب کو چھوڑکر انصاف سے دیکھین تو ان آیتون کو مسئلہ امامت سے کچھ بھی تعلق نہین۔ اس قسم کی آیتون مین سب سے زیادہ زور حضرات شیعہ کا آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم پر ہے شیعہ کہتے ہین کہ اس آیت مین لفظ اولی الامر سے علی اور باقی ائمہ مراد ہین اسی وجہ سے حضرات شیعہ نے جس امام کو غائب فرض کیا ہی اوسکا نام صاحب الامر رکھ لیا یہ آیت سورہ نساء مین پانچوین جزو میں قریب ربع کے واقع ہی ہم اس آیت کو مع اسکے ماقبل و مابعد کے نقل کرتے ہین۔

قرآن مین شیعون کی تحریف معنوی

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ہ	اور جب حکم کرو تم آدمیون مین تو حکم کرو انصاف کے ساتھ بیشک اللہ جس چیز کی تم کو نصیحت کرتا ہی وہ بہت اچھی ہی بیشک اللہ سننے والا ہی دیکھنے والا ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ	اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکومت والے کی جو تم مین سی ہون۔

خواہ اہل بیت مین سے ہو خواہ غیر اہل بیت مین سے ہو سب شامل ہین یعنی جسطرح اور مومنین کو یہ حکم ہی کہ نزاع کی صورت مین اللہ اور رسول کے قول سے فیصلہ کرو اسی طرح اولی الامر کو بھی یہی حکم ہی اس لئے کہ یہ حکم سب مومنین کے لئے ہی اور اولی الامر بھی بیشک مومنین مین داخل ہی۔

قطع نظر اسکے اگر اولوالامر اس خطاب سے خارج ہوتا اور اُس کا قول ہر صورت مین حجت ہوتا تو اللہ یون فرماتا کہ اے مومنین تم نزاع کی صورت مین اللہ اور رسول اور اولوالامر کے قول کی طرف رجوع کرو مگر چونکہ اولوالامر کے قول کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ اولوالامر کا قول حجت نہین اللہ اور رسول کا قول حجت ہے۔

حضرات شیعہ کو اس موقع پر سخت مجبوری پیش آئی مگر فرقہ قدمیہ کے پاس ان مشکلات کا علاج بہت سہل تھا اس لئے کہ یہ بات اونکے اختیار مین تھی کہ جو مضمون چاہا قرآن مین بڑھا لیا اور کسی امام سے ایک روایت تصنیف کرلی کہ یہ آیت اسیطرح نازل ہوئی تھی چنانچہ اس آیت مین بھی اُنھون نے یہ کہدیا کہ اللہ کی طرف سے یہی حکم نازل ہوا تھا کہ نزاع کی صورت مین اللہ اور رسول اور اولی الامر کی طرف رجوع کرو مگر محرفین نے اس آیت سے اولی الامر کا لفظ نکال ڈالا چنانچہ تفسیر صافی[له] مین اس آیت کے تحت مین لکھا ہے۔

القمی عن الصادق قال نزل } قمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

له تفسیر صافی صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ طہران۔

اولوالامر ہوتے تھے ان سب کی اطاعت اونکے ماتحتون پر واجب ہوتی تھی۔
حضرات شیعہ نہ ان حکام کے اولوالامر ہونے کا انکار کرسکتے ہین نہ اونکی اطاعت
کے وجوب مین کوئی خلل ڈال سکتے ہین پس آیت کے معنی بے تکلف واضح ہوگئے یہی
حکام ہین جنکی اطاعت کا اس آیت مین اللہ نے حکم کیا۔ بڑا قرینہ اس کا یہ ہو کہ اللہ
نے اول حکام کو انصاف کرنے کا حکم کیا اوسی کے ساتھ مومنین کو اونکی اطاعت کا
حکم کیا پس پہلی آیت سے بھی اسکا ربط بہت اچھی طرح واضح ہوگیا اسیطرح بعد کی
آیت سے بھی یہی معنی مربوط ہین اس لئے کہ حکام کی اطاعت اسی حد تک واجب ہو کہ
جب تک اونکا حکم خدا و رسول کے حکم کے مخالف نہ ہو اور جب اونکا حکم اللہ اور رسول
کے حکم کے مخالف ہو اوسوقت اونکی اطاعت واجب نہین ہوتی اسی لئے اللہ نے یہ
حکم دیا کہ اگر تم مین کوئی نزاع واقع ہو یعنی اولوالامر کے کسی حکم کو اسکے ماتحت خلاف
حق سمجھین تو اسوقت اولوالامر اور اسکے ماتحتون پر واجب ہو کہ دونون فریق اللہ
اور رسول کے قول کی طرف رجوع کرین اور جسکا قول اللہ اور رسول کے قول کے مخالف
ثابت ہو اسکو غلط سمجھ لین۔

شیعہ کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کے قول سے فیصلہ کرنے کا حکم اس نزاع
مین ہو جو باہم مومنین مین واقع ہو نہ اس نزاع مین جو اولی الامر کے ساتھ واقع ہو۔
مگر اسکا جواب یہ ہو کہ اللہ نے جو یہ حکم کیا ہے کہ (اگر تم مین نزاع واقع ہو تو اللہ اور
رسول کے قول سے فیصلہ کرو) اسمین اولوالامر اور غیر اولوالامر یعنی حاکم اور محکوم

مین بھی اللہ اور رسول کے قول سے فیصلہ کرنا چاہتی۔ پس اس معنی کو بدلنے کے
لئے (الی اولی الامر) کا لفظ بڑہانا ضرور ہی ورنہ آیت کے معنی خلاف ما انزل اللہ
ہو جاتین گے۔ پس بیان سے ثابت ہوگیا کہ اسی مجبوری سے حضرات شیعہ نے
قرآن مین تحریف کرکے لفظ مذکورہ کے بڑھالنے کا قصد کیا۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ آیت (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
واولی الامر منکم) مین لفظ اولی الامر سے جو بمعنی حاکم ہے وہ حاکم مراد ہی
جسکو رسول کی طرف سے کسی شکر یا کسی شہر کی حکومت ملی ہو اوسکی اطاعت اوسکے
ماتحتون پر اسوقت تک واجب ہوتی تھی جب تک اسکا حکم اللہ اور رسول کے قول کے
مخالف نہ ہو اور جب اسکے حکم کو اسکے ماتحت مخالف حق سمجھین تو اللہ اور رسول کے
قول سے حق کا فیصلہ کرنے کا حکم تھا اور جب اولی الامر کا لفظ بمعنی حاکم ہے تو ان حکام
کو بھی شامل ہے جنکو بعد رسول کے حکومت ملی۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کبھی کبھی ان حکومتون پر خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی
بھی مقرر ہوتے ہین بلکہ روایات شیعہ سے ثابت ہی کہ انکا تقرر اس حکومت پر اللہ
کے حکم سے ہوا تھا چنانچہ حیات القلوب مین علی بن ابراہیم اور شیخ مفید اور شیخ طوسی
اور شیخ طبرسی اور قطب راوندی کی روایت سے غزوہ ذات السلاسل کے بیان مین
حضرت صادقؑ اور ابن عباسؓ سے منقول ہی کہ میدان یابس مین بارہ ہزار سوار کافرون
کے جمع ہوئے تھے اور انھون نے یہ عہد کیا تھا کہ محمدؐ اور علیؑ کو قتل کردین اسکے

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول واولی الامر منکم وفی الکافی والعیاشی عن الباقر انہ تلا فی ہذہ الآیۃ ہکذا فان خفتم تنازعا فی امر فردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم قال کذا نزلت وکیف یامرہم اللہ عزوجل بطاعۃ ولاۃ الامر ویرخص فی منازعتہم۔

روایت کی ہے کہ یہ آیت اسطرح نازل ہوئی تھی۔ (فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم) یعنی پس اگر اختلاف کرو تم کسی امر میں تو رد کرو اُسکو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اور اولی الامر کی طرف جو تم میں سے ہو۔ اور کافی میں اور عیاشی میں امام باقرؑ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے پڑھا اس آیت میں اسطرح (فان خفتم[1] تنازعا فی امر فردوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم) یعنی اگر خوف کرو تم تنازع کا کسی امر میں تو اسکو رد کرو تم اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اور حاکم کی طرف جو تم میں سے ہو۔
امام نے فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل مومنین کو صاحبان حکومت کی اطاعت کا حکم کرے اور اونکے ساتھ جھگڑا کرنے کی بھی اجازت دے۔

امام باقر علیہ السلام نے اس قول میں یہ اشارہ کر دیا کہ اگر اس آیت میں (الی اولی الامر) کا لفظ نہ بڑھایا جاسے تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ اولی الامر کے ساتھ تنازع کی صورت

[1] قرآن موجودہ میں فان تنازعتم فی شیء ہے مگر امام باقر علیہ السلام نے (فان خفتم تنازعا فی شیء) پڑھا ہے۔

جبکہ بعد شہادت عثمانؓ کے لوگون نے اُن سے بیعت کرنے کی خواہش کی یہ مذکور ہے۔

ومن کلام لہ لما ارید	اور جناب امیر کے کلام سے ہے جب کہ ارادہ
قبل البیعۃ بعد قتل عثمان	کیا گیا بیعت کا بعد قتل عثمانؓ کے۔
دعونی والتمسوا غیری	مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی دوسرے کو ڈہونڈ لو۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر اپنے آپ کو اولوالامر منصوص نہین سمجھتے تھے ورنہ یہ کیون کہتے کہ مجھے چھوڑ دو اور نیز جناب امیر خلافت کو مشورۂ مومنین پر موقوف سمجھتے تھے نہ نص پر جبھی تو فرمایا کہ کسی اور کو ڈہونڈھ لو اس کلام کے آخر کا فقرہ یہ ہے۔

ان ترکتمونی فانا کاحدکم	اگر تم مجھکو چھوڑ دوگے تو مین بھی مثل ایک کے تم مین سے
ولعلی اسمعکم واطوعکم	ہون گا اور شاید تمسے زیادہ حکم ماننے والا اور زیادہ
لمن ولیتموہ امرکم وانا	اطاعت کرنے والا اوسکا ہونگا جسکو تم اپنا اولی الامر
لکم وزیرا خیر منی لکم	بناؤگے۔ اور مین تمھارے لئے وزیر بنکر بہتر ہون
امیرا۔	اُس حالت سے کہ تمھارا امیر ہون۔

یعنی اگر تم مجھکو چھوڑ کر کسی اور کو اولی الامر بناؤگے تو جسطرح تم مین سے ہر ایک اُسکی اطاعت کرے گا اسیطرح مین بھی اوسکی اطاعت کرونگا بلکہ مین تمسے زیادہ اوس کی اطاعت کرون گا۔

اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر اپنے آپکو اولوالامر منصوص نہین جانتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے کہ تم جسکو اولوالامر بناؤگے مین بھی تمھاری طرح اوسکی اطاعت کرونگا بلکہ شاید

بعد حیاۃ القلوب کی عبارت یہ ہے۔

پس جبرئیل نازل شد و قصہ ایشان را برائے آنحضرت نقل کرد و از جانب خدا مامور گردانید آنحضرت را کہ ابو بکر را با چہار ہزار سوار مہاجران و انصار بجنگ ایشان بفرستد۔	پس جبرئیل نازل ہوئے اور اونکا قصہ حضرت سے بیان کیا اور خدا کی طرف کے حضرت کو مامور کیا کہ ابو بکر کو چہار ہزار سوار مہاجرین اور انصار کے ساتھ اُن سے لڑنے کے لئے بھیجیں۔

اسکے بعد یہ قصہ مذکور ہی کہ ابو بکر اُنسے ڈر کر بغیر جنگ کے واپس آئے پھر اللہ کا حکم آیا کہ عمر کو بھیجو چنانچہ حیاۃ القلوب مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا

و اینک جبرئیل مرا از جانب خدا امر میکند کہ عمر را بجائے او بفرستم۔	اور اب جبرئیل مجھکو خدا کی طرف سے یہ حکم کرتا ہی کہ ابو بکر کی جگہ عمر کو بھیجون۔

پھر عمرؓ کی نسبت بھی یہی مذکور ہی کہ وہ ڈر گئے اور بغیر جنگ کے واپس آئے۔
اہل سنت کے نزدیک یہ بیان کہ یہ دونون بغیر جنگ کے واپس آگئے محض افترا ہی مگر اس روایت سے دو باتین ثابت ہو گئین۔ ایک یہ کہ یہ دونون بنص الٰہی اس جہاد مین امام مقرر ہوئے تھے پس امام منصوص تھے دوسرے یہ کہ امام منصوص کے لئے معصوم ہونا ضرور نہین۔

امام منصوص کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں

معنی اس آیت کے ہمنے بیان کئے یہی مضمون جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ نہج البلاغت مین جناب امیرؑ کا کلام اُسوقت کا

سلہ حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۲۵ ۵۲ منقول از شرح میسم مطبوعہ طہران ۱۲

سبب شارح میسم نے یہ لکھا ہے۔

وانما قال لعلّی لانہ علی تقدیر ان یولوا احدا یخالف امر اللہ لایکون اطوعھم بل اعصاھم۔

اور جناب امیر نے (شاید) اس لئے کہا کہ اگر ایسی صورت ہوتی کہ وہ ایسے شخص کو اولوالامر مقرر کردیتے جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرتا تو اسوقت جناب امیر سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے نہ بنتے بلکہ سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے بنتے۔

یعنی جناب امیر اوسی وقت تک اولی الامر کی اطاعت کرتے جب تک کہ اولوالامر کا حکم اللہ کے حکم کے مخالف نہ ہوتا اور جب اولوالامر کا حکم اللہ کے حکم کے مخالف ہوتا تو اُس وقت جناب امیر سب سے زیادہ اوسکی مخالفت کرتے اور اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرتے یہان سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جناب امیر بھی آیت (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) کا مطلب یہی سمجھتے تھے کہ اولی الامر کی اطاعت کا حکم اوسیوقت تک ہے جب تک اُسکا حکم مخالف حکم الٰہی نہ ہو اور اگر اولی الامر کے ساتھ اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کے قول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

آخر مین جناب امیر نے صاف صاف فرمادیا کہ میرے امیر بننے سے میرا وزیر بننا بہتر ہے پس اگر وہ خود ہی اولوالامر منصوص ہوتے تو امیر نہ بننے کی حالت کو بہتر کیون کہتے اس لئے کہ حکم الٰہی کی مخالفت ہرگز بہتر نہین ہوتی۔ اب اگر حضرت علی علیہ السلام کو امیر نہ بنانا ایسا جرم تھا جسکی وجہ سے شیعہ تمام صحابہ کو مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ منہا) تو اس جرم مین خود

تم سے زیادہ اطاعت کرونگا۔

فاضل میثم نے اسکی شرح مین لکھا ہے۔

ای کنت کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم بل لعلی اکون اطوعکم لہ ای لقوۃ علمہ بوجوب طاعۃ الامام

یعنی ہونگا مین بھی مثل ایک کے تم مین سے اطاعت مین تمھارے امیر کی بلکہ شاید ہون مین تمسے زیادہ اطاعت کرنے والا اوسکا یعنی واسطے زیادتی علم جناب امیرؑ کے ساتھ وجوب اطاعت امام کے۔

مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ سب سے زیادہ اس مسئلہ کو جانتے تھے کہ امام کی اطاعت واجب ہی اسی لئے اُنھون نے فرمایا کہ تم جسکو امام مقرر کروگے مین تمسے زیادہ اوسکی اطاعت کرونگا اور اُسکی فرمانبرداری جو مجھپر واجب ہوگی تم سے زیادہ اداکرونگا۔

جناب امیرؑ کے اس قول سے بخوبی واضح ہوگیا کہ امام اولوالامر کا مقرر کرنا مسلمانون کی رائے پر موقوف تھا چنانچہ جناب امیرؑ یہ فرماتے تھے کہ میرے سوا کسی اور کو امام اولوالامر مقرر کرلو تو مین تمسے زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا اس لئے کہ اطاعت امام کا حکم تمسے زیادہ مجھکو معلوم ہے اور آیہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کو مین تمسے زیادہ سمجھتا ہون۔

یہان ایک اور نکتہ بھی سمجھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اولوالامر کی اطاعت واجب تھی تو جناب امیرؑ کو یون کہنا چاہئے تھا کہ ضرور مین تمسے زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا مگر اونھون نے یہ نہ کہا بلکہ یون کہا کہ شاید مین تمسے زیادہ اُسکی اطاعت کرون اس کا

مگر لڑکے نے وہی کہا جو پہلے کہتا تھا - عمرؓ نے ان چالیس آدمیون کی گواہی اس عورت
کے بیان کی تصدیق مین سنکر یہ حکم دیا کہ اس لڑکے کو قید خانہ مین لیجاؤ ہم ان گواہون
کے حال کی تحقیقات کرینگے اگر یہ گواہ عادل ثابت ہوتے تو اس لڑکے پر مفتری کی حد جاری
کرین گے چنانچہ اس لڑکے کو قید خانہ کی طرف لے چلے راستہ مین حضرت علیؑ سے ملے اس لڑکے
نے انکو دیکھکر یہ فریاد کی کہ اے ابن عم رسولؐ مین ایک مظلوم لڑکا ہون پھر سارا قصہ بیان
کیا حضرت علیؑ نے کہا کہ اس لڑکے کو عمرؓ کے پاس واپس لیجاؤ - اس موقع پر اصل عبارت کافی کی یہ ہے

فقال علی علیه السلام ردّوه
الی عمر فلما ردّوه قال لهم
عمر امرت به الی السجن فرددتموه
قالوا یا امیر المؤمنین امرنا
علی بن ابی طالب ان نردّه الیك
وسمعناك انت تقول لا تعصوا
لعلیّ امرا فبیناهم کذلك اذ اقبل
علی علیه السلام فقال علیّ بامّ
الغلام فاتوا بها فقال لها علی
ما تقول فاعاد الکلام فقال علی
لعمر اتاذن لی ان اقضی بینهم

تو فرمایا علی علیہ السلام نے واپس لیجاؤ اسکو عمر کی طرف
جب اسکو واپس لائے تو عمرؓ نے ان لوگون سے کہا
کہ مین نے اسکو قید خانہ کا حکم کیا تھا اور تم واپس لائے -
انھون نے کہا کہ یا امیر المومنین ہمکو علی بن ابی طالب نے
یہ حکم کیا ہو کہ ہم اسکو تیرے پاس واپس لاوین - اور ہم نے
تجھکو یہ کہتے سنا ہو کہ مت نافرمانی کیجیو علی کی کسی امر میں
وہ انھین باتون مین تھے کہ علی علیہ السلام آگئے اور انھون
نے کہا کہ لڑکے کی ماں کو بلاؤ تو اسکو لے آئے پھر علی
نے پوچھا تو کیا کہتی ہو تو اس نے جو پہلے سے کہتی تھی
وہی کہا پس علی علیہ السلام نے عمرؓ سے کہا کہ کیا تم اجازت
دیتے ہو کہ مین ان لوگون مین فیصلہ کر دون

حضرت علیؓ بھی شہریک تھے اس لئے کہ وہ تو خود کہتے تھے کہ مجھے امیر بنانا بہتر نہین کسی اَور کو امیر بنالو۔ یہان سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ خلفائے ثلاثہ اور تمام صحابہ نے وہی کیا جو جناب امیرؓ کی راے تھی یعنی اونکو امیر نہ بنایا وزیر بنایا بلکہ ایسا وزیر بنایا کہ جناب امیرؓ کو یہ اختیار تھا کہ خلفا کے جس حکم کو چاہتے تھے منسوخ کردیتے تھے خلفا کے قیدیون کو اپنے حکم سے چھوڑ دیتے تھے خلفا نے اپنے اہلکارون کو یہ حکم دیدیا تھا کہ حضرت علیؓ جو حکم دین فوراً اوسکی تعمیل کرو اونکا حکم ہرگز رد مت کرو ہم اس موقع پر کافی کی ایک روایت کا مضمون نقل کرتے ہین جس سے یہ تمام مطالب بخوبی ثابت ہوتے ہین۔

فروع[1] کافی کی جلد ثالث مین کتاب القضایا والاحکام کے باب النوادر مین ایک طویل روایت منقول ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدینہ مین ایک لڑکا کہہ رہا تھا کہ اے اللہ مجھ مین اور میری ماں مین انصاف کردے عمرؓ بن خطاب نے اُس سے پُوچھا کہ اے لڑکے اپنی ماں کے واسطے ایسی دعا کیون کرتا ہے۔ اُس لڑکے نے کہا کہ اے امیر المومنین میری ماں نے نو مہینے مجھے اپنے پیٹ مین رکھا اور دو برس مجھکو دُودھ پلایا جب مجھے کچھ تمیز ہوگیا تو مجھے نکالدیا اب وہ کہتی ہے کہ مین تجھے نہین پہچانتی کہ تو کون ہے۔ عمرؓ نے اوسکی ماں کو بُلایا اُسکے ساتھ اُسکے چار بھائی اور چالیس آدمی قرابت والے آئے اُن سب نے کہا کہ یہ لڑکا بڑا ظالم ہے اس عورت پر تہمت لگاتا ہے اور رسوا کرنا چاہتا ہے۔ درحقیقت یہ عورت ابتک کنواری ہے اسکا نکاح نہین ہوا پھر بیٹا کیسے پیدا ہوتا۔ ماں نے بھی یہی کہا کہ مین نے ابتک کسی سے نکاح نہین کیا۔ مین خاندان قریش کی باعصمت عورت ہون یہ لڑکا مجھکو ناحق بدنام کرتا ہے مین نہین جانتی کہ یہ کون ہے

حاشیہ: خلفا کے زمانہ مین جناب امیرؓ کے اختیارات

[1] فروع کافی جلد ثالث مطبوعہ لکھنو ص۲۳

اُسوقت عمرؓ نے کہا کہ افسوس ہے عمرؓ پر اگر علیؑ نہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

یہاں سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ خلفائے ثلثہ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین جناب امیرؑ کو وہ اختیارات دے رکھے تھے جو وزارت کے منصب سے بھی بہت کچھ بڑہکر تھے۔ بلکہ خلفائے ثلثہ کی خلافت برائے نام تھی درحقیقت خلافت علیؑ کی تھی۔

اسی قسم کی بہت سی روایتین کتب شیعہ مین ایسی ملتی ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر اکثر خلفا کی حکومت مین دخل دیا کرتے تھے اور خلفا بڑی خوشی سے اُسکو قبول کرتے تھے سلطنت کے امور عظیمہ مین بھی جناب امیرؑ سے مشورہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جب قیصر رُوم نے بھاری فوج کو ساتھ مسلمانون کے مقابلہ مین خروج کیا اُسوقت ابوعبیدہؓ سردار لشکر اسلام نے عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ قیصر روم کے مقابلے کے لئے وہ بذات خود میدان جنگ مین آوین تب عمرؓ نے اس معاملہ مین جناب امیرؑ سے مشورہ کیا اور جو رائے اُنھون نے دی اُسی پر عمل کیا

اس معاملہ مین اپنے حاکم بننے پر ہمکو راضی کرتے ہین اس سے اونکا یہ مطلب ہے کہ اُس عورت کے نکاح کی اجازت چاہتے ہین اور اس لڑکے سے اسکا نکاح کرینگے۔ بھلا ایسی چالاکی جو بالکل دغا اور فریب کی صورت ہے کیونکر جایز ہوگی۔ اب یہ فرمائے کہ جو کچھ نتیجہ اس فیصلہ کا ہوا اُس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ یہ فیصلہ سچّا تھا اور وہ عورت فی الواقع اُسکی ماں تھی اور لڑکے کا بیان صحیح تھا شاید اُس عورت نے ماں ہونے کا اقرار اسوجہ سے کرلیا ہو کہ حضرت علیؑ نے اُس لڑکے کے نکاح کی بلا مین اُسکو زبردستی پھانس دیا تھا اور وہ عورت اس نکاح سے راضی نہو اس لئے یہ حیلہ اُس نے اس بلا سے نجات پانے کا تجویز کیا ہو۔ تعجب ہے کہ حضرت علیؑ نے یہ فرمادیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سکھایا ہے اور اللہ اس سے راضی ہے حالانکہ قاضی کو اسطرح کا فیصلہ کرنا کسیطرح شرعًا جایز نہین اسلئے کہ ظاہر شریعت کے طور پر یہ ہرگز ثابت نہین ہوا کہ وہ عورت جو اول ماں ہونے سے انکار کرتی تھی اور نکاح کی خبر سُنکر ماں ہونے کا اقرار کرلیا اس سے وہ فی الواقع اُس لڑکے کی ماں بنگئی اور چالیس آدمیون نے جو گواہی دی تھی کہ اس عورت کا آجتک کسی سے نکاح نہین ہوا اور یہ کنواری ہے وہ گواہی جھوٹی ہوگئی۔ عورت بیچاری نے نکاح کی مجبوری سے اپنے قول کی تکذیب کی اور ماں ہونے کا اقرار کیا لڑکے پر کوئی مجبوری نتھی اور وہ عاقل و بالغ ہونے کی وجہ سے ماں کا محتاج نتھا پھر جسکو ماں بتاتا تھا اُس سے نکاح اور ہمبستری پر راضی ہوجاتا اوسکے فسق کی دلیل ہے اور یہ قرینہ بظن غالب یہی ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا جھوٹا تھا۔ پھر مزید براں یہ کہ عورت کے چار بھائی اور اونکے سوا چالیس آدمی اُس لڑکے کے

فقال عمر سبحان اللہ وکیف لا وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یقول اعلمکم علی بن ابی طالب	تو عمرؓ نے کہا سبحان اللہ اور کیون نہین اور بیشک مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ یون کہتے تھے کہ زیادہ علم والا تم مین علی بن ابی طالب ہے

اسکے بعد یہ قصہ لکھا ہے کہ جناب امیر نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرا کوئی ولی بھی ہے اس عورت نے کہا کہ میرے یہ چارون بھائی میرے ولی ہین تب جناب امیر نے اس عورت کے بھائیون سے مخاطب ہو کر کہا۔

امری فیکم وفی اختکم جائز قالوا نعم یا ابن عم رسول اللہ امرک فینا وفی اختنا جائز۔	میرا حکم جو تمہارے حق مین ہو یا تمہاری بہن کے حق مین ہو جائز ہے انھون نے کہا کہ ہان اے بھائی رسول اللہ کے تیرا حکم جو ہمارے اور ہماری بہن کے باب مین ہو جائز ہوگا

جب جناب امیر نے اس چالاکی کے ساتھ ان سے اجازت لیلی تو سب کے سامنے اس لڑکے کا اُس عورت کے ساتھ فوراً نکاح کر دیا اور چارسو درہم مہر کے بھی اپنے گھر سے منگا کر اس لڑکے کو دیدئے اور یہ فرمایا کہ یہ زرمہر اپنی بی بی کی گود مین ڈالدے اور میرے پاس اُسوقت آیو جب تو اس عورت سے ہمبستری کرلے اور غسل کا اثر تیرے بدن پر ظاہر ہو۔ چنانچہ اس لڑکے نے اُسیوقت وہ درہم اُس عورت کی گود مین ڈالدئے اور اُس سے کہا کہ اوٹھ تب مجبور ہو کر اُس عورت نے اقرار کیا کہ بیشک مین اسکی مان ہون اور یہ میرا بیٹا ہے میرا نکاح اسکے ساتھ نہین ہوسکتا۔

سلہ ذرا حضرت علی کے اس فیصلہ پر بھی غور فرمائے جب وہ لڑکا اُس عورت کو مان کہہ رہا ہے تو پھر نکاح کیونکر جائز تھا اگر عورت بھی اپنے فسق کی وجہ سے اس نکاح پر راضی ہو جاتی تو اس نکاح کی کیا حالت ہوتی اور اس کا وبال کس پر ہوتا حالانکہ شیعون کو یہ امر مسلم ہے کہ احکام شریعت ظاہر حال پر مبنی ہوتے ہین [illegible] دیکھو [illegible] شیعہ جلد اول صفحہ ۴۹ جس چالاکی سے نکاح کی [illegible] ہے وہ بھی غور کے قابل ہے۔ کیا اُس عورت یا اُسکے بھائیون کو [illegible]

انک متی تسیر الی اھل ھذا العدو بنفسک فتلقھم فتنکب لاتکن للمسلمین کانفۃ دون اقصی بلادھم فلیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیھم رجلا مجربا واحفز معہ اھل البلاد والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذاک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءً للناس ومثابۃ للمسلمین	بیشک جب تو جاویگا ان دشمنون کی طرف اور ان سے مقابل ہوگا پھر صدمہ پہنچ جاوے تجھکو تو نہوگی مسلمانون کے لیے کوئی پناہ اونکے ملک کے آخر کنارہ تک۔ پس نہین ہی بعد تیرے کوئی مرجع جسکی طرف مسلمان رجوع کرین گے بھیج سے دشمنون کی طرف کسی شخص کو آزمودہ کو اور اسکے ساتھ کردے تجربہ کارون اور مخلصین کو پھر اگر اللہ فتح دے تو یہ وہ بات ہی جسکو تو چاہتا ہی اور اگر ہوئی دوسری صورت پس تو ہوگا مدد دینے والا آدمیون کو اور پناہ دینے والا مسلمانون کو۔

اس قول مین جناب امیر علیہ السلام نے اول یہ ظاہر فرمادیا کہ اس دین کی حفاظت کا اللہ ضامن ہی یہ قول جناب امیر کا اس دین کی نسبت ہی جو عمرؓ کا اور تمام صحابہ کا دین تھا اور جس دین کے واسطے عمرؓ اور تمام صحابہ جہاد کرتے تھے پس ثابت ہوگیا کہ عمرؓ اور تمام صحابہ دین حق پر تھے اور شیعون کا یہ قول غلط ہوگیا کہ تمام صحابہ مرتد ہوگئے تھے۔ (معاذ اللہ منہا)۔

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اونکا جہاد نفسانی غرضون اور ناجائز خواہشون کے لئے نہ تھا بلکہ دین حق کے غالب کرنے کے لئے تھا جبھی تو جناب امیر نے یہ فرمایا کہ اس دین کا اللہ ضامن ہی اور اگر اونکا جہاد دنیا کے لئے ہوتا تو جناب امیر اوس جہاد کی نسبت دین کا

[illegible] مذکور ہے

ومن كلام له عليه السلام وقد شاوره عمر في الخروج الى غزوة الروم بنفسه وقد توكل الله لاهل هذا الدين باعزاز الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حي لا يموت -

اور کلام ہے جناب امیرؑ کا جب کہ مشورہ کیا تھا اون سے عمرؓ نے غزوۂ روم پر بذات خود جانے مین - اور بیشک ضامن ہوا ہے اللہ اس دین والون کے لئے اونکی جماعت کو غالب کرنے اور عیب چھپانے کا - اور اللہ وہ ہے کہ اُس نے مسلمانون کی اُس حالت مین مدد کی تھی جب وہ تھوڑے سے تھے اور کوئی اونکی مدد نہین کرتا تھا اور اونکی حفاظت کی جب وہ تھوڑے تھے کوئی اونکی حفاظت نہین کرتا تھا - وہ اللہ زندہ ہے مرتا نہین -

جھوٹی مہرلے کی شہادت دیتے تھے - اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مین حضرت علیؑ کو عسرت اور افلاس کی تکلیف نہ تھی بلکہ وہ ایسے دولتمند تھے کہ تھیر کے جھگڑے مین چارسو درہم اپنے پاس سے خرچ کردیتے اگر اس قصہ کو سچا مانا جاوے اور یہ بھی فرض کرلیا جاوے کہ جو فیصلہ حضرت علیؑ نے کیا تھا وہی ٹھیک تھا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عمرؓ کے مزاج مین کمال حقانیت تھی باوجود خلیفہ وقت ہونے کے جب اپنے حکم کی غلطی معلوم کرلی تو اپنے قصور کا اعتراف کرلیا بلکہ یہ بھی کہدیا کہ عمرؓ پر افسوس ہے اگر علیؑ نہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا - حالانکہ انھون نے ابھی حکم ناطق نہین دیا تھا اور گواہون کی عدالت جانچنا باقی تھی باین ہمہ اونھون نے حضرت علیؑ کے فیصلہ کی اتنی عظمت کی کہ اپنے فیصلہ کو اپنے لئے باعث ہلاکت سمجھا اگر اونمین للہیت نہوتی تو اپنے غلط فیصلہ پر اتنا افسوس اونکو کیون ہوتا وہ تو خلیفہ وقت تھے حکومت اونکے اختیار مین تھی حضرت علیؑ اگر ذرا اونکی تیوری بدلی دیکھتے تو باسبد تقیہ ہوکر یہی کہدیتے کہ جو عمرؓ نے فیصلہ کیا وہی صحیح تھا - چنانچہ اسکا تجربہ بارہا ہوچکا تھا اور عمرؓ کے مقابلہ مین بڑی بڑی حوادث عظیمہ مین جناب امیرؑ نے تقیہ کیا تھا - یہ وہی علیؑ تو ہین جنکی خلافت عمرؓ [illegible] لی - گھر جلایا - جناب سیدہ علیہا السلام کو ایسا صدمہ پہنچایا جو باعث شہادت دو معصوم ہوا - حضرت علیؑ [illegible] مین ہتکال ہی - ان سب سے بڑھکر ام کلثوم کا غصب قیامت کا نمونہ تھا (معاذ اللہ من ہذہ المفتریات) [illegible] کی خلافت کے زمانہ مین کیسی زور سکے ساتھ حکومت مین دخل دیا جو عمرؓ کی بہت بڑی توہین کا باعث [illegible] اور عمرؓ نے باوجود خلیفۂ وقت ہونیکے اپنی توہین کی کچھہ بھی پروانہ کی اور اپنے قصور کا کس مبالغہ سے اقرار کیا یہ عجائبات مذہب شیعہ کے ایسے ہین کہ انکا تسلیم کرنا حضرات شیعہ ہی کا کام ہے ۱۲

اس آیت مین خطاب اُن لوگون سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دولتِ اسلام سے مشرف ہوکر اعمال صالحہ کرچکے تھے اللہ اُن سے یہ وعدہ کرتا ہی کہ اونکو زمین مین خلیفہ کریگا جیسے اُن لوگون کو خلیفہ کیا تھا جو پہلے گزر چکے یعنی جیسے قوم جبارین سے ملک نکالکر اللہ نے بنی اسرائیل کو دیا تھا اسی طرح کافرون سے ملک نکالکر اللہ اُن صحابہ کو دیگا جنھون نے پیغمبر پر ایمان لاکر نیک عمل کئے اور اللہ اون کا دین جو اللہ کو پسند ہی اونکے لئے قوی کردے گا یعنی اونکے دین کو اور دینون پر غلبہ دیگا اور پہلے اونکو خوف تھا اس لئے کہ مسلمان تھوڑے سے تھے اور کافرون کو غلبہ تھا اس حالت کے بعد اللہ اونکے خوف کو امن سے بدل دے گا پھر اللہ اُن خلفا کی مدح یون کرتا ہی کہ وہ میری عبادت کرینگے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے اور اس خلافت کے ملنے اور اور دین خلفا کے غالب ہونے کے بعد جو لوگ انکار کرینگے وہ فاسق[1] یعنی سرکش ہین۔

یہ مضمون حدیث صحیح مین بھی وارد ہی جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس آیت کی تفسیر ہوتی ہی۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب[2] مین لکھتے ہین (ودر حدیث صحیح از امام محمد باقر علیہ السلام منقول ست) اسکے بعد اوھون نے ایک طویل حدیث نقل کی ہی اُس مین بیان اُسوقت کا ہی جب ابتداے بعثت مین سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوتِ اسلام کی تہی یہان ہم حیات القلوب کی عبارت بقدر ضرورت نقل کرتے ہین

---

[1] اس سے مراد شیعہ اور خوارج ہین اس لئے کہ مسلمانون مین فقط یہی دو فرقے خلفا کے فضائل اور مناقب کے منکر ہین ۱۲ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۵۵

ذکر کیوں کرتے اور اُسکے واسطے اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری کیوں ثابت کرتے پھر اسی دین کی نسبت جسکے لئے عمرؓ اور تمام صحابہ جہاد کرتے تھے جناب امیر نے فرمایا کہ یہ وہ دین ہی جسکی اللہ نے اُسوقت مدد کی تھی جب یہ دین نہایت ضعیف تھا کوئی اُسکا مددگار نہ تھا وہ اللہ زندہ ہی مرتا نہیں۔ یعنی جسطرح اللہ نے اُسوقت اس دین کی مدد کی تھی اب بھی اوسی طرح مدد کرے گا اسکے معنی یہ ہوئے کہ جناب امیر علیہ السلام نے عمرؓ سے یہ فرمایا کہ تمھارا دین وہی ہی جو رسول کا دین تھا اور اللہ تمھاری اوسیطرح مدد کریگا جیسے رسول کی مدد کی تھی اور تم اوسی طرح دین حق کی حمایت کرتے ہو جیسے رسول کرتے تھے

اس موقع پر یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ جناب امیر نے یہ جو فرمایا کہ اللہ اس دین کو غالب کرنے کا ضامن ہی یہ مضمون جناب امیر نے کہاں سے ثابت کیا یہ وعدہ آیت استخلاف میں مذکور ہے جو سورۂ نور میں ہی اور وہ یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	وعدہ کیا ہی اللہ نے اونسے جو تم میں سے ایمان لائے یہ کہ خلیفہ کریگا اونکو زمین میں جیسے کہ خلیفہ کیا تھا اونکو جو اُن سے پہلے تھے اور البتہ قوی کرے گا اونکے لئے وہ دین جو اللہ نے اونکے لئے پسند کیا ہے اور البتہ بدلدے گا اونکو اونکے خوف کے بعد امن میری عبادت کرینگے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے اور جو کفر کریگا اسکے بعد پس وہ لوگ وہی ہیں جو فاسق ہیں۔

اب اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ یہ وعدہ کب پورا ہوا اگر یہ کہو کہ یہ وعدہ رسول کے زمانے مین پورا ہو چکا تو اُسکا جواب یہی کہ کامل غلبہ اسلام کا تو بعد رسول کے ہوا ہے۔ قطع نظر اسکے حدیث نے آیت کی تفسیر یون کر دی کہ وعدہ عرب اور عجم کی بادشاہت کا تھا اور عجم کی بادشاہت رسول کے بعد ملی ہے مفسرین شیعہ بھی اس آیۃ کی تفسیر مین یہی لکھتے ہین کہ یہ وعدہ بعد رسول کے پورا ہوا تفسیر صافی مین لیستخلفهم فی الارض کی تفسیر یون کی ہے۔

لیجعلنهم خلفاء بعد نبیکم | البتہ کریگا اونکو خلیفہ بعد تمھارے نبی کے۔

ائمہ معصومین سے بھی یہی منقول ہے کہ یہ وعدہ بعد رسول کے پورا ہوا چنانچہ تفسیر صافی مین ہی[1]

وعن الباقر ولقد قال الله فی کتابه لولاة الامر من بعد محمد خاصة وعد الله الذین امنوا منکم الی قوله فاولئك هم الفاسقون	اور امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے اور بیشک کہا ہے اللہ نے اپنی کتاب مین خاص اُن والیان حکومت کے لئے جو بعد محمد کے ہوئے وعد الله الذین الخ فاسقون تک۔

اور اگر یہ کہو کہ یہ وعدہ ابھی تک پورا نہین ہوا بلکہ امام مہدی کے زمانہ مین پورا ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب کمال غلبہ اسلام خلفا کے زمانہ مین ظاہر ہو چکا پھر اس وعدہ کے پورے ہونے سے انکار کیون کیا جائے قطع نظر اسکے وعدہ اُن لوگون سے تھا جو اس آیۃ کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس سے پہلے ایمان قبول کرکے عمل صالح کر چکے تھے پس اگر امام مہدی کے وقت مین غلبہ اسلام ہوا تو یہ وعدہ تو پورا نہ ہوا اس لئے

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران صفحہ ۳۲۸

حق تعالی امر فرمود آنحضرت را باظہار دعوت خود پس حضرت بمسجد آمد و بر حجر اسمعیل ایستاد و بصدای بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش و اے طوائف عرب شمارا می خوانم بسوئے شہادت بوحدانیت خدا و ایمان آوردن بہ پیغمبری من و امر میکنم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی را و اجابت نمائید مرا در انچہ شمارا بآن میخوانم تا پادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرمانبرداران گروند و در بہشت پادشاہان باشید۔

حق تعالی نے انحضرت کو حکم فرمایا کہ اپنا دعوی ظاہر کرو تو حضرت مسجد یعنی خانہ کعبہ مین آئے اور حجر اسمعیل پر کھڑے ہوئے اور بلند اواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب مین تم کو بلاتا ہون خدا کی وحدانیت کی شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہون مین تم کو کہ بت پرستی کو چھوڑ دو اور میرا قول قبول کرو اُس امر مین جسکی طرف مین تم کو بلاتا ہون تاکہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاو اور اہل عجم تمھارے فرمانبردار ہو جائین اور تم بہشت مین بادشاہ بنو۔

جو مضمون آیت استخلاف مین ہی وہ سب اس حدیث مین بھی ہے اور یہی وعدہ ہے جو پیغمبر نے اللہ کی طرف سے قریش کے سامنے پیش کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت استخلاف مین جو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم اونکو زمین مین خلیفہ کرین گے اس سے مراد عرب اور عجم کی بادشاہت ہی اور یہ جو آیت مین ہے کہ اللہ کو خلفا کا دین پسند ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کرین گے کسی کو اُسکے ساتھ شریک نہ کرینگے یہ مضمون حدیث مین یون ادا ہوا کہ تم بہشت مین بادشاہ بنو گے۔

اور وہ بہشت مین بھی بادشاہت کرین گے۔

بڑی دلیل اسکی یہ ہی کہ جناب امیر نے بھی اس آیت کو خلفا کے حق مین سمجھا جبھی تو عمرؓ سے یہ کہا کہ اس دین کا اللہ ضامن ہی تم اللہ پر توکل کرو اور فتح کی امید رکھو اگر جناب امیر نے یہ مضمون اس آیت سے نہین ثابت کیا تو حضرات شیعہ فرمائین کہ اور کہان سے ثابت کیا شارح میثم نے بھی یہی لکھا ہی کہ جناب امیر نے جو عمرؓ سے کہا کہ اس دین کے غلبہ کا اللہ ضامن ہی یہ مضمون آیت استخلاف سے مستنبط ہی چنانچہ اسی قول کی شرح مین فاضل میثم نے یہ لکھا ہی۔

نبه على وجوب التوكل على الله والاستناد اليه في هذا الامر وذلك بانه ضمن اقامة هذا الدين واعزاز حوزة اهله وكنى بالعورة عن هتك الستر في النساء ويحتمل ان يكون استعارة لما يظهر عليهم من الذل والقهر لو اصيبوا فضمن سبحانه ستر ذلك بانزال النصر عليهم۔

جناب امیر علیہ السلام نے ایسی وجہین بیان کین کہ اللہ پر توکل کرو اور اس معاملہ مین اوسی پر بھروسا کرو۔ اور خلاصہ جناب امیر کی تقریر کا یہ تھا کہ اللہ ذمہ دار ہوا ہے اس دین کے قایم رکھنے کا اور اہل اسلام کی جمعیت کو غالب کرنے کا۔ اور یہ جو جناب امیر نے فرمایا کہ اللہ مسلمانون کی ستر عورت کا ضامن ہی اس مین ستر عورت سے اونکی مراد یہ ہے کہ اللہ مسلمان عورتون کی بے عزتی ہونے نہ دیگا اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اس سے مراد وہ ذلت اور عاجزی ہی جو شکست کی حالت مین مسلمانون پر ظاہر ہوتی تو ضامن ہوگیا ہے اللہ پاک اس ذلت سے بچانے کا اس طور پر کہ اونکو مدد پہونچاے گا۔

کہ جن لوگون سے وعدہ ہے اونھین کے حق مین پورا ہونا چاہئے۔ رسول نے تو اون قریش سے خطاب کیا تھا جو رسول کے زمانہ مین موجود تھے اور یہ فرمایا تھا کہ تم ایمان لاوگے تو عرب اور عجم کے بادشاہ بنوگے کیا اسکے معنی وہ قریش یہ سمجھے ہونگے کہ جس بادشاہت کا ہمسے وعدہ کیا جاتا ہے یہ بادشاہت ہم کو نہ ملے گی بلکہ ہمارے مرجانے سے ہزارہا برس کے بعد جب دنیا آخر ہوکر قیامت آنے والی ہوگی اسوقت کے لوگون کو ملے گی بھلا ایسی بادشاہت کا وعدہ اونکو ایمان لانے کی کیا ترغیب دیتا جسکا فائدہ اونکے حق مین کچھ بھی ظاہر نہوتا اگر اس وعدہ کے یہی معنی تھے تو جنسے خطاب کیا گیا تھا اونسے فقط جنت کا وعدہ کرنا چاہئے تھا بادشاہت کا ذکر ہی فضول تھا۔

یہ وعدہ اللہ نے مومنین صالحین سے کیا تھا۔ اب فرمائیے کہ رسول کے وقت سے امام مھدی کے زمانہ تک کسی وقت مین مومنین صالحین دنیا مین موجود ہوئے یا نہین اگر نہین ہوئے تو یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی اور اونکے مخلصین اور باقی تمام ائمہ امام عسکری علیہ السلام تک اور اونکے اصحاب اور تمام مخلصین شیعہ مومنین صالحین نہ تھے اور اگر یہ کہو کہ اسوقت مین بھی مومنین صالحین دنیا مین موجود ہوئے تو پھر ممکن نہین کہ اونکے حق مین اللہ کا وعدہ پورا نہ ہو۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔

پس یقیناً ثابت ہوگیا کہ اللہ نے یہ وعدہ خلفاء کے حق مین پورا کیا اور اس وعدہ کے بموجب اونھین کو خلیفہ بنایا اور عرب اور عجم کی بادشاہت عطا کی اور اونھین کا دین اللہ کو پسند تھا اور اونھین کی یہ مدح کی کہ وہ اللہ کی عبادت کرینگے کسی کو شریک نہ کرینگے

اب جناب امیر کے اس کلام پر بھی غور کیجئے جو اس تمہید کے بعد ہے

جناب امیر علیہ السلام نے عمر رضؓ کو یہ راے دی کہ اگر تم اہل روم کے مقابلہ مین گئے اور وہان تمکو صدمہ پہنچا تو پھر مسلمانون کو اپنے ملک مین بھی پناہ نہ ملے گی اور تمھارے بعد کوئی ایسا شخص اونکو نہ ملے گا جسکے پاس پناہ لین اس لئے تم خود نہ جاؤ کسی اور کو بھیجدو بس اگر تمھاری فتح ہوئی تو ہو المراد اور اگر شکست ہو تو تم مسلمانون کو پناہ دیکر سنبھال لوگے۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر عمرؓ کو ایسا لائق اور افضل خلیفہ جانتے تھے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ عمرؓ مسلمانون کی بڑی پشت و پناہ ہین اس لئے اونکی جان کی حفاظت بہت ضروری ہے [1]

---

[1] شیعون کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوکر اپنے ہاتھ سے جنگ نہیں کی اسکا جواب یہ ہے کہ جناب امیر کی اس تقریر سے بہت اچھی طرح واضح ہو گیا کہ عمرؓ کو انھوں نے حسن تدبیر اور انتظام کی لیاقت ایسی دی تھی کہ جنگ سے افضل اونکا کام انتظام اور تدبیر کا تھا تلوار لیکر عموماً تمام صحابی لڑسکتے تھے مگر حسن تدبیر کی لیاقت ہر ایک مین نہ تھی۔ ذرا انصاف سے دیکھو جناب امیرؓ نے کیسے اصرار کے ساتھ عمرؓ کو جنگ سے بچایا اور اونھون نے فرمادیا کہ مسلمانون کی حفاظت کرنے والا تمھارے بعد کوئی نہوگا اسی طرح ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ اور تدبیر کا کام اون سے لیا اور اس کام کے لئے زیادہ تر انھین تینون کو مخصوص کیا تھا اکثر فوج کی سرداری اونکے سپرد ہوتی تھی یعنی اور ون کو لڑنے کے لئے مقرر کرتے تھے انکو لڑانے کے لئے یہی حالت تینون خلیفون کی تھی۔ چنانچہ خلفاء ثلاثہ کی حسن تدبیر اور قوت انتظام کا نتیجہ اونکی خلافت کے زمانہ میں اظہر من الشمس ہو گیا مشرق سے مغرب تک دین اسلام اونھین کی بدولت پھیلا جسکے تصور سے شیعون کی نگاہین خیرہ ہوتی ہیں اونکے مقابلے ہیں جناب امیر علیہ السلام کی تدبیر اور انتظام کی حالت دیکھ لیجئے جسکا نمونہ اونکی خلافت کے زمانہ مین بہت اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔ خلفا نے فارس اور شام اور روم وغیرہ تمام بلاد کفار کو فتح کرکے دار الاسلام بنایا جسکے آثار آجتک باقی ہین اور جناب امیر کے زمانہ مین ایسی حالت ہوئی کہ بنی بنائی سلطنت مین خلل پڑگیا۔ خلفا نے کافرون سے مقابلہ کیا اور جناب امیر نے اپنی مان ام المؤمنین سے حالانکہ اونکے معصوم بیٹے حسنؑ نے اس جنگ سے اون کو منع کیا تھا۔ میثم نے شرح نہج البلاغۃ مین لکھا ہے اقبل امیر المؤمنین الطواف

وھذا الحکم من قولہ تعالی وَعَدَ اللّٰہُ	اور یہ حکم اللہ کے اس قول سے ثابت ہوا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ
الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ
فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم	فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ
ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم	لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ
ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط	مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط

پس جب علمائے شیعہ شارحین نہج البلاغت بھی یہی لکھتے ہین کہ یہ قول جناب امیر کا آیت استخلاف سے ماخوذ ہے تو اب کوئی شبہ باقی نرہا کہ جناب امیر علیہ السلام عمر رض کی خلافت کو وہی خلافت سمجھتے تھے جسکا وعدہ اللہ نے آیت استخلاف مین کیا ہے۔

عمر رض نے جسطرح یہ مشورہ قیصر روم کے جہاد کے وقت جناب امیر سے پوچھا تھا اسیطرح اہلِ فارس کے جہاد کے وقت بھی پوچھا تھا کہ بذاتِ خود اونکے جہاد کے لئے جاوین یا نہ جاوین اسکے جواب مین بھی یہی مضمون جناب امیر نے فرمایا ہے اور آیت استخلاف کی طرف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اس بیان کے بعد یہ نتیجہ خواہ مخواہ ثابت ہوجائیگا کہ جو مضمون اللہ نے آیت استخلاف مین بیان فرمایا ہے وہ سب عمر رض پر ضرور صادق آوے گا یعنی وہ مومن صالح تھے اللہ نے اپنے وعدے کے بموجب اونکو خلافت دی تھی اور رسول کے وعدے کے بموجب وہ عرب اور عجم کے بادشاہ ہوے اور اللہ کو اونکا دین پسند تھا اوسیکو اللہ نے غالب کیا اور رسول کے وعدے کے بموجب وہ بہشت مین بھی بادشاہت کرین گے۔

اگر جناب امیر کسی اور مین بھی ایسی لیاقت سمجھتے تو یہ راے دیتے کہ جب لشکر اسلام کے مقابلہ
مین قیصر روم [illegible] خود آپ ہی جاو [illegible] تم کو بلایا ہے تو اس وقت میدان جنگ مین تمہارا جانا
ضرور ہے بالفرض اگر تمکو صدمہ پہنچا تو کوئی اور شخص تمہارا قایم مقام بنکر مسلمانون کی پناہ بنجاویگا

اور نیز ازالۃ الخفا مین مذکور ہے کہ غزوہ خندق مین خندق کے ایک کنارہ کی محافظت عمر بن خطاب سے
متعلق تھی چنانچہ اسکی یادگار مین اس مقام پر آجتک ایک مسجد اونکے نام سے بنی ہوئی ہے اور غزوہ خندق
مین ایک روز فاروق اور زبیر نے حملہ کرکے جماعت کفار کو متفرق کردیا تھا۔ غزوہ بنی مصطلق مین
مقدمہ لشکر وہی تھے اس معرکہ مین اونھون نے کافرون کے ایک جاسوس کو قتل کیا اور [illegible]
و اس امر پر مامور ہوے کہ کافرون سے پکار کر کہدیں کہ جو کوئی کلمہ اسلام کہدے اسکو امن ہے۔ تاریخ الخلفا
مین بحوالہ ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عمر کی ہجرت کا قصہ یہ منقول ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے
کہ عمر کے سوا جس نے ہجرت کی ہے مخفی کی ہے مگر جب عمر بن خطاب نے ہجرت کا قصد کیا تو تلوار گردن مین
ڈالی اور کمان سینہ پر ڈالی اور تیر ہاتھ مین لیا اور خانہ کعبہ مین آتے اسوقت سرداران قریش وہان موجود
تھے سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر سرداران قریش مین سے ایک ایک کے مجمع مین آتے
اور یہ کہا کہ تمہارے مونہہ بگڑجاوین جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسکی مان اسکو روے اور اسکی اولاد یتیم ہوجاے
اور اسکی بیوی بیوہ ہوجاے وہ اس جنگل کے پار ہوکر میرے مقابل آوے مگر کسی کی جرات نہوئی جو عمر کے
پیچھے ہوتا۔ اور یہی حالت خلیفہ اول کے جہاد کی تھی تاریخ الخلفا مین بحوالہ مسند بزار حضرت علی سے منقول
ہے وہ فرماتے ہین کہ ابو بکر سب سے بھی زیادہ بہادر تھے جب ہمنے بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ایک محفوظ مقام بلند بنایا جسکو عریش کہتے تھے تو ہم مشورہ کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے کون رہیگا تاکہ کوئی مشرک اونکی طرف نہ آسکے واللہ ہم مین سے کوئی
اس کام کے پاس نہ آیا مگر ابوبکر شمشیر برہنہ اونکے ہاتھ مین تھی جو کوئی رسول کی طرف آتا تھا یہ شمشیر
برہنہ لیکر اوسپر جاتے تھے۔ پھر علی کہتے ہیں کہ مکہ مین مینے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش
نے گھیر لیا تھا کوئی کھینچتا تھا کوئی دبوچتا تھا اور کہتے تھے کہ تونے بہت سے الہون کی جگہ ایک الہ
بنایا واللہ اسوقت کوئی ہم مین سے رسول کے پاس نہین گیا مگر ابوبکر۔ کسی کو اونھون نے مارا۔
کسی کو کھینچا کسی کو پچھاڑا اور یہ کہتے تھے کہ تم پر خرابی ہو کیا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے
کہ میرا رب اللہ ہے۔ یہ قصہ بیان کرکے علی نے اپنی چادر اوپر کو اوٹھائی اور اتنے روے کہ

اگر جہاد مین مسلمانون کو شکست بھی ہوگی تو وہ مسلمانون کو سنبھال لینگے اور اگر عمرؓ نہون تو پھر کوئی مسلمانون کے لئے پناہ دینے والا نہین یعنی اسوقت جتنے مسلمان موجود تھے کسی کو جناب امیر اولوالامر ہونے کی لیاقت مین عمرؓ کی برابر نہین جانتے تھے چنانچہ اُنھون نے عمرؓ سے یہانتک کہدیا کہ اگر تم نہوگے تو مسلمانون کو اپنے ملک مین بھی پناہ نہ ملیگی۔

وقد عزم علی اتباع طلحۃ والزبیر فقاتلہما فاشار الیہ ابنہ الحسنؑ ان لا یتبعہما ولا یصمد لہما القتال آیۃ امیر المومنینؑ طواف کے لئے اور بیشک اونھون نے عزم کیا تھا طلحہ اور زبیر کے تعاقب اور قتال کا تو اونھین مشورہ دیا اونکے بیٹے حسنؑ نے کہ نہ ان دونون پر فوج کشی کرین اور نہ اون سے لڑنے کا قصد کرین۔ جناب امیر نے اس مشورہ کو نہ مانا اور اُس معصوم جگر بند رسول کی راے سے مخالفت کی جس مین رسول کا خون ملا ہوا تھا اور جسکی عصمت آیت تطہیر سے ثابت ہو چکی تھی۔ بااین ہمہ ہم شیعون سے پوچھتے ہین کہ یہ اونھین کیونکر معلوم ہوا کہ خلفائے ثلثہ کبھی بدست خود نہین لڑتے تھے اس لئے کہ احادیث مین ہر ہر صحابی کی جنگ بتفصیل مذکور نہین کسی جگہ سے بعض بعض معرکے مذکور ہوگئے ہین مثلاً حیات القلوب مین لکھا ہے۔ موافق روایات و سیر معتبرہ شیعہ ہفتاد نفر از کفار در جنگ بدر کشتہ شدند ازانجملہ سی و پنج نفر بسیلاب تیغ امیر المومنین باتش جہنم رسیدند و سی و پنج نفر بتیغ ملائکہ و سایر صحابہ ہلاک شدند۔ اب حضرات شیعہ کو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ جناب امیر کے سوا اور صحابہ نے جو کافرون کو قتل کیا اُن صحابہ مین خلفاے ثلثہ شامل نہین بااین ہمہ خاص انکی جنگ کے تذکرے بھی کتب سیر و مغازی مین منقول ہین ازالۃ الخفا مین بحوالہ ابن ہشام اور حاکم کے ابن مسعود سے منقول ہے کہ مکہ مین ہم خانہ کعبہ کے پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب عمر بن خطاب مسلمان ہوکر کافرون سے لڑے اُسدن سے خانہ کعبہ مین مسلمانون کی نماز جاری ہوئی اور استیعاب سے یہ نقل کیا ہے کہ غزوہ بدر مین عمرؓ بن خطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ ایسی نظیر تو جناب امیرؑ کے معرکون مین بھی نہ ملے گی کہ اونھون نے کبھی ایسے قریب قرابت والے کو قتل کیا ہو اور ازالۃ الخفا مین غزوہ احد کے معرکے مین بحوالہ ابن اسحق یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ ایک جماعت اصحاب کے پہاڑ کی گھاٹیون مین تھے اتنے مین لشکر قریش کے کچھ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہونا چاہئے کہ وہ ہم پر چڑھ آوین اسوقت عمر بن خطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے قتال کیا تب وہ پہاڑ سے اتر آئے

چنانچہ نہج البلاغت[1] مین ہے۔

ومن کلام لہ علیہ السلام وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسہ	اور جناب امیرؑ کے کلام سے ہی جب کہ مشورہ کیا تھا اون سے عمرؓ نے قتال فارس کے لئے بذات خود جانے کا۔

اگر جناب امیرؑ نے جناب سیّدہ کی حمایت کی تو یہ کی کہ مجمع عام مین جناب سیدہ کو محض فرضی طور پر بیّوہ فحش گالیان دین چنانچہ حق الیقین مین ہی کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ نے ابو بکر سے جاکر بحث کی اور پوچھا کہ آیت تطہیر ہمارے حق مین ہی یا کسی اور کے حق مین ابو بکر نے کہا بلکہ تمہارے حق مین ہی اسکے بعد بعینہ عبارت حق الیقین کی یہ ہے۔ حضرت گفت پس اگر گواہان نزد تو گواہی بدہند کہ فاطمہ؏ کارے بکرد چہ خواہی کرد گفت براو اقامت حد میکنم۔ ذرا انصاف کرو کہ جناب امیرؑ کی زبان مبارک سے اُس معصومہ کی نسبت کیسا قبیح کلمہ صادر ہوا (معاذ اللہ منہا) محض بوجہ یہ صورت تنبیہ فرض کی کیا جناب امیر باوجود کمال علم اور فصاحت و بلاغت کے ایسے عاجز تھے کہ بغیر فرض اس قبیح صورت کے اپنی حجت تمام نہین کر سکتے تھے بالفرض اگر جناب سیدہ کی نسبت کسی گناہ کبیرہ فرض کرنے پر مجبور تھے تو اس امر قبیح کے سوا کوئی اور کبیرہ فرض کر سکتے تھے اگر کچہ اور نہین ہو سکتا تھا تو چوری کی تہمت فرض کر لی ہوتی فحش گالیان تو نہ دینا ہوتین۔ دوسری حمایت جناب سیّدہ کی یہ کی جو حق الیقین مین مذکور ہی کہ جناب سیدہ کو ایک خچر پر سوار کراکے اور دونون بچون کو ساتھ لیکر ایک تماشا بنا کر تمام مدینہ مین گھر گھر لئے پھرے جب گھر جلایا گیا اُسوقت بھی جناب امیر سے کچھ نہ ہو سکا بالکل مردہ بدست زندہ کی کیفیت رہی البتہ اُسوقت کارنمایان یہ کیا کہ اگرچہ تمام اسباب جل گیا مگر کسطرح وہ بائیس[؟] لفافہ عہدنامہ کے بچا لئے جو سر بمہر دوازدہ امامون کے لئے اللہ کے پاس سے نازل ہوئے تھے اگر وہ جلجاتے تو آیندہ امر امامت مین خلل پڑجاتا۔ اسکے بعد جناب سیدہ پر حسب روایات شیعہ اور زیادہ مصیبت پیش آئی جو حق الیقین کی حدیث رجعت سے ظاہر ہی کہ عمرؓ نے اونکے تازیانہ مارا اور دروازہ اونپر گرا دیا جس سے جناب سیدہ اور محسن معصوم کی شہادت ہوئی (معاذ اللہ) جناب امیر اس قصہ کو بھی کھڑے صبر و سکوت کی نگاہون سے دیکھتے رہے اور شربت کے سے گھونٹ پیتے رہے آخر جناب سیدہ کی اولاد کے ساتھ اونھون نے یہ سلوک کیا جسکو صاحب مجالس المومنین نے یہ لکھا ہی کہ دختر بہ عمر فرستاد اور اسی مضمون کو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فحش گالی کے لفظون مین ادا کیا مگر اونکی کیا شکایت ہی۔ زبان اہل بیت کو گالیان دینے کی سنت تو جناب امیر کے وقت سے جاری تھی۔ ۱۲

[1] منقول از شرح میثم مطبوعہ طہران جزو ۲۰۔

اب جناب امیر علیہ السلام کا وہ کلام بھی سُنئیے جو جہاد فارس کے وقت عمرؓ نے بذات خود میدان جنگ مین جانے کی نسبت اونسے مشورہ کیا تھا اور اُسوقت بھی اونھون نے وہی راے دی جو قیصر روم کے مقابلہ مین راے دی تھی یعنی عمر کو میدان جنگ مین جانے سے روکا

آپ کی داڑھی تر ہوگئی پھر فرمایا کہ مین تم کو اللہ کی قسم دیتا ہون مومن آل فرعون بہتر ہے یا ابو بکر سب لوگ خاموش رہے پھر فرمایا کہ کیا تم مجکو جواب نہین دیتے واللہ ایک ساعت ابو بکرؓ کی بہتر ہے مومن آل فرعون کی ہزار ساعتون سے اُس لئے ایمان چھپایا تھا اور ابو بکر نے اپنے ایمان کا اعلان کیا اب حضرات شیعہ ذرا اتنی بات پر بھی غور کرین کہ امام معصوم نے تو یہ کہدیا کہ قرآن مین یہ حکم نازل ہوا تھا کہ اے نبی کافرون سے جہاد کر منافقون کو ساتھ لیکر اور جب یہ حالت ہے تو کسی کے جہاد کرنے مین اُنکی کیا فضیلت ہوگی بلکہ جن لوگون کو پیغمبر نے لڑایا ہوگا اونپر نفاق کا گمان غالب ہوگا (معاذ اللہ منہا) حضرات شیعہ خلفا کی شجاعت پر تو ایسے فضول اعتراض کرتے ہین اور اپنی روایتون کے بموجب یہ خیال نہین کرتے کہ انہیں خلفا کے مقابلے مین جناب امیرؑ کی کیا حالت ہوئی بھاگ کر گھر مین بیٹھے یہانتک کہ جناب سیّدہ نے فرمایا کہ ہمچو جنین در رحم نشستہ وہمچو خائنان در خانہ گریختہ اسی تقریر مین آخر کو یہ بھی کہدیا کہ خود را ذلیل کردی مگر جناب سیّدہ کی اتنی ملامت پر بھی جناب امیرؑ کو جوش نہ آیا آخر جناب سیّدہ تنہا خلیفہ ثانی سے ہاتھا پائی کی لڑائی لڑین چنانچہ کافی مین ہے کہ اونھون نے عمر کا گریبان پکڑ کر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا اس ناگوار حالت مین بھی جناب امیر نے مطلق پروا نہ کی اگر اپنے ننگ وناموس کا لحاظ نہ تھا تو یہ تو خیال کیا ہوتا کہ یہ اوہین پیغمبر کی بیٹی ہین جنکی بدولت جناب امیر کو ایمان نصیب ہوا تھا افسوس کہ اُس نازک وقت مین جناب امیرؑ نے جناب سیّدہ کی حمایت سے جان چرائی حالانکہ جناب سیّدہ کے طفیل مین اونکو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ اہل بیت مین داخل ہوگئے۔ اب فرمائیے کہ اس جان چرانے اور چھپ کر گھر مین بیٹھنے کا نتیجہ کیا ہوا لوگ زبردستی اونکو گھر مین سے کھینچ لائے اور جس تکلف سے کھینچ لائے ذرا اُسکو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حق الیقین مین ہے۔ در ریسمانے در گلوے مبارک حق جوے آن مطیع امر الٰہی انداختند وکشیدند کہ از خانہ بیرون آوردند۔ آخر یہ نوبت پہونچی جو روضہ کافی مین مذکور ہے کہ جناب سیدہ قمیص رسول کو سر پر رکھکر اور دونون بچون کا ہاتھ پکڑ کر مسجد مین تشریف لائین اور سفارش کر کے جناب امیر کی جان بچائی اور ہاتھ پکڑ کر گھر مین لیگئین۔ ان مشکل وقتون

ابیات حملہ حیدریہ

۲ بدست عمر بود یک ریسمان ❊ دگر در کف خالد پہلوان ❊ فگندند در گردن شیر نر ❊ کشیدند او را سوے بوبکرؓ ❊

اهم الیک مما بین یدیک ان الا عاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فیکون ذلك اشد لکلبهم علیك وطمعهم فیك واما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره لمسیرهم منك وهو اقدر علی تغییر ما یکره واما ما ذکرت من عددهم فانا لم نکن نقاتل فی ما مضی بالکثرة وانما کنا نقاتل بالنصر والمعونة۔

اہم ہوگی جو تیرے سامنے ہے ساتھ ہوگی اور مشکل اور عجم اگر کل کو تجھپر نظر ڈالینگے تو کہینگے کہ یہ شخص عرب کی اصل ہے اگر تم اسکو جدا کر دوگے تو تم راحت پاؤگے تو یہ امر اونکے لیے اور اونکی طمع کو تجھپر زیادہ سخت کریگا اور یہ جو تو نے کہا کہ اونکی قوم مسلمانون سے لڑنے کو آئی ہے تو اللہ سبحانہ بہ نسبت تیرے زیادہ برا جاننے والا ہے اونکے آنے کو اور وہ زیادہ قدرت والا ہے اوس کے بدل دینے کی جسکو برا جانتا ہے اور تو نے جو اونکی تعداد کا ذکر کیا تو ہم گذشتہ وقت مین کثرت سے نہین لڑتے تھے بلکہ اللہ کی مدد اور یاری پر لڑتے تھے۔

اس قول مین جناب امیر نے عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین بتایا اور اونکے لشکر کو اللہ کا لشکر بتایا اور اپنی ذات کو عمرؓ کی جماعت مین شامل کرکے فرمایا کہ ہم اللہ کے وعدہ پر ہین اللہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے یہ وعدہ وہی ہے جو آیت استخلاف مین مذکور ہے فاضل میثم نے اسکی شرح مین لکھا ہے۔

وعدنا بموعود وهو النصر والغلبة والاستخلاف فی الارض کما قال وعد الله الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض

ہمسے وعدہ کیا گیا ہے ایک موعود کا وہ فتح اور غلبہ اور زمین کی خلافت ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم الخ

ان هذا الامر لم يكن نصره
ولا خذلانه بكثرة ولا بقلة
وهو دين الله الذي اظهره
وجنده الذي اعده وامده
حتى بلغ ما بلغ وطلع حيث طلع
ونحن على موعود من الله والله
منجز وعده وناصر جنده ومكان
القيم بالامر مكان النظام من
الخرز يجمعه ويضمه فان انقطع
النظام تفرق الخرز وذهب
ثم لم يجتمع بحذافيره ابدا
والعرب اليوم وان كانوا قليلا
فهم كثيرون بالاسلام عزيزون
بالاجتماع فكن قطبا واستدر الرحى
بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك
ان شخصت من هذه الارض انتقضت
عليك العرب من اطرافها واقطارها
حتى يكون ما تدع وراءك من العورات

بیشک یہ دین نہیں ہے فتح اوسکی اور نہ شکست اوسکی کثرت
پر اور نہ قلت پر اور وہ اللہ کا دین ہے جسکو اللہ نے
غالب کیا ہے اور اللہ کا لشکر ہے جسکو اللہ نے آراستہ کیا ہے
اور اُسی نے بڑھایا ہے یہانتک کہ جتنا پہنچنا تھا پہنچا اور
جتنا چمکنا تھا چمکا اور ہم اللہ کے وعدے پر ہیں اور اللہ
اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی مدد
کرنے والا ہے اور مرتبہ مالک حکومت کا مرتبہ ڈورے کا
ہے لڑی میں جوڑتا ہے اُسکو اور ملاتا ہے اُسکو پھر اگر ٹوٹ
گیا ڈورا تو بکھر جاتے ہیں دانے اور گم ہو جاتے ہیں
پھر وہ پورے کبھی جمع نہیں ہوتے اور اہل عرب آج
اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن وہ اسلام کی وجہ سے بہت ہیں
اور جمع ہو جانے کی وجہ سے غالب ہیں پس بن جا تو قطب
یعنی چکی کی کیلی اور عرب میں چکی چلا اور ڈالدے اُنپر
اپنی آڑ میں لڑائی کی آگ پس بیشک اگر تو نکلے گا اس
زمین سے تو ٹوٹ پڑینگے تجھپر عرب ملک کے اطراف
جوانب سے۔ یہانتک کہ تو جو عورتوں کو پیچھے چھوڑ
جاویگا اونکی حفاظت زیادہ ضروری ہوگی تیرے لئے

اصل ہوگیا جس سے تقویت دین مراد ہے۔
بیباکی کے ساتھ اوس مین دخل دیتے تھے ابوبکرؓ کی
فتنہ اوٹھا یا تھا کہ خلافت کے ٹکجانے کا خوف تھا اوس نازک
نے ایسی حمایت کی کہ بدست خود جنگ کرکے اہل ارتداد کو قتل کیا او
نہ آنے دیا چنانچہ ملا فتح اللہ کاشانی نے ترجمہ نہج البلاغت مین اوس مکتوب اسلام
مین لکھا ہے جو جناب امیرؑ نے مالک اشتر کو والی مصر بناکر اونکے ساتھ ایک
اہل مصر کو لکھا ہے۔

بدانکہ در زمان خلافت ابی بکر بسیارے از عرب برگشتند از دین و مرتد شدند اصحاب در آن امر عاجز و حیران شدند چون آنحضرت آن امر را چنان دید اصحاب را دلداری کردہ بزور بازوے حیدری اہل ارتداد را بسقر فرستاد و باز امر دین را انتظام داد۔	ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے مین بہت سے عرب دین سے پھر گئے تھے اور مرتد ہوگئے تھے اصحاب اس امر مین عاجز اور حیران تھے جب جناب امیر علیہ السلام نے یہ حال دیکھا تو اصحاب کی دلداری کی اور زور بازوے حیدری سے اہل ارتداد کو دوزخ مین بھیجا اور امر دین کا انتظام کیا۔

اب غور کرو کہ جناب امیرؑ تو ابوبکرؓ کے ایسے حامی اور مددگار تھے کہ اپنی جان لڑا کر بزور شمشیر اونھون نے ابوبکرؓ کی خلافت کو سنبھالا مگر شیعون نے کیا کیا بہتان باندھ لئے اور اونکے باہمی اتفاق کو نفاق بنادیا اگر ابوبکر کی خلافت دین کے خلاف ہوتی تو جسطرح اوسوقت جناب امیرؑ نے بزور شمشیر دین کا انتظام کیا تھا اوسی طرح خلافت بھی اپنے ہاتھ مین لے سکتے تھے۔

ف یہ عبارت ہمنے اصل نسخہ ترجمہ نہج البلاغت مطبوعہ طہران سے نقل کی ہے گراس مین صفحہ کے ہندسے نہ تھے ۱۲

جناب امیرؑ کے ان دونون قولون سے بہت اچھی طرح واضح ہوگیا کہ انھون نے آیت استخلاف کو عمرؓ کی خلافت پر صادق کیا۔

علامہ میثم بحرانی نے خطبہ شقشقیہ کی شرح مین لکھا ہے۔[۱]

روی انہ امر ان یوتی بامرأۃ لحال اقتضت لذلک وکانت حاملا فانزعجت من ھیبتہ فاجھضت جنینا فجمع جمعا من الصحابۃ وسألھم مایجب علیہ فقالوا انت مجتھد ولا نری انہ یجب علیک شیء فراجع علیا فی ذلک واعلمہ ما قال بعض الصحابۃ فانکر ذلک وقال اری علیک الغرۃ قال لا عشت لمعضلۃ لا تکون لھا یا ابا الحسن	مروی ہے کہ عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ لائی جاوے ایک عورت بسبب ایک ضرورت کی جو مقتضی تھی اسکے بلانے کی اور وہ عورت حاملہ تھی تو گر پڑا عمرؓ کی ہیبت سے اور گرادیا پیٹ کا بچہ تو عمرؓ نے جمع کیا ایک جماعت صحابہ کو اور ان سے پوچھا کہ کیا واجب ہے اوسپر صحابہ نے کہا کہ تم مجتھد ہو ہمارے نزدیک تمپر کچھ واجب نہین پھر عمرؓ نے رجوع کیا علیؓ کی طرف اس مسئلہ مین اور بتایا اونکو جو کہا تھا بعض صحابہ نے تو علیؑ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ سمجھتا ہون مین تمپر خطا عمرؓ نے کہا کہ نہ زندہ رہون مین اس مشکل کے وقت مین جس کے حل کرنے کے لیے اے ابوالحسن تم موجود نہو۔

بیان مذکورہ بالا پر غور کرنے کے بعد اس امر مین کوئی شبہ باقی نہین رہتا کہ خلفاء ثلثہ کے ساتھ جناب امیرؑ کو بہت ربط و اتحاد تھا اونکی خلافت کو اپنی خلافت سمجھتے تھے اور ہرطرح اونکے مددگار تھے اونکی حکومت کو اپنی حکومت سمجھ کر بڑی بے تکلفی اور

[۱] شرح میثم مطبوعہ طہران جز ۵۔

سینہ رکھدیا یعنی دین کو کمال اطمینان حاصل ہوگیا جس سے تقویت دین مراد ہے۔
مُلاّ فتح اللہ کاشانی نے اوّل فقرہ کا ترجمہ یہ لکھا۔

"والی ایشان شد والی کہ آن عمر خطاب ست"

اور آخر فقرہ کا ترجمہ یُوں لکھا۔

"تا آنکہ[۵] بزد دین پیش سینۂ خود را بر زمین یعنی این کنایت از استقرار و تمکین اہل اسلام"

عثمانؓ خلیفہ ثالث کے جو مناقب حضرت امیر نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی بنظر انصاف ملاحظہ کے قابل ہیں۔ مگر اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نہج البلاغت رضی کی جمع کی ہوئی شیعون کی کتاب ہے اس لئے اُسکے مطالب حضرات شیعہ کو ضرور قبول کرنا پڑین گے مگر حضرات شیعہ اسکے مطالب سے اہل سُنت کو الزام نہین دے سکتے۔

نہج البلاغت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ عثمانؓ کے زمانہ مین کچھ لوگون نے حضرت علی علیہ السلام سے بعض ظلمون کی شکایت کی اور یہ درخواست کی کہ آپ ہماری طرف سے یہ شکایت عثمان تک پہنچائین اگر یہ مضمون تسلیم کیا جاوے تو ممکن ہے کہ مروان نے کچھ ظلم کئے ہون لیکن حضرت عثمانؓ اُس سے بالکل بےخبر ہونگے اُسوقت جناب امیر نے عثمانؓ کے پاس جاکر جو گفتگو کی ہے وہ نہج البلاغت[۹۲] مین اس طرح مذکور ہے۔

ومن کلام له علیه السلام لما اجتمع } اور جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے ہے جبکہ جمع ہوئے

---

[۵] یہانتک کہ رکھا دین نے اگلا سینہ اپنا زمین پر اور یہ اشارہ ہے اطمینان اور مضبوطی اہل اسلام سے۔ شارح میثم نے بھی اسکے معنی یہی لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ مستقل ہوگیا ہے کہ والی عمر بن خطاب تھے ۱۲
[۹۲] شرح میثم مطبوعہ طہران ۱۲

شیخین کے مناقب ہمیشہ جناب امیر کی زبان پر جاری رہتے تھے امیر شام کے ایک خط کے جواب مین جو ایک خط جناب امیر نے لکھا ہے اُسکو تمام شارحین نہج البلاغت نے نقل کیا ہے ہم اُسکو شرح میثم[1] سے نقل کرتے ہین۔

وکان افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا۔	اور تھے افضل صحابہ کے اسلام مین جیسا کہ تیرا خیال ہے اور زیادہ مخلص اللہ اور رسول کے خلیفہ صدیق اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق اور قسم ہے مجکو اپنی جان کی کہ مرتبہ اُن دونون کا اسلام مین البتہ بڑا ہے اور بیشک پہنچا اونکی موت سے زخم اسلام مین سخت رحم کرے اون دونون پر اللہ اور جزا دے اُن دونون کو اونکے نیک کامون کی۔

نہج البلاغت[2] مین ایک قول جناب امیر کا یہ بھی منقول ہے جو خلیفہ ثانی کی مدح مین ہے

وقال فی کلام لہ وولیہم وال فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ	فرمایا جناب امیر نے اپنے ایک کلام مین پھر حاکم ہوا اونکا ایک والی تو قایم کیا دین اور ٹھیک چلا یہانتک کہ دین کو کمال مضبوطی حاصل ہوئی۔

جران اونٹ کے سینہ کے اُس کنارے کو کہتے ہین جو گردن سے ملا ہوتا ہے اونٹ جب زمین پر بیٹھکر اپنا سینہ زمین پر رکھدیتا ہے تو وہ کمال اطمینان اور آرام کی حالت ہوتی ہے اس قول مین جناب امیر نے دین کو اونٹ فرض کرکے فرمایا کہ دین نے

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ۱۲۷۶ھ شرح میثم مطبوعہ طہران ورق آخر کتاب ۱۲

وانت اقرب الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم وشیجة
رحم وقد نلت من صهره
ما لم ینالا فالله الله
فی نفسك والله ما تبصر
من عمی ولا تعلم من جهل و
ان الطریق لواضحة
وان اعلام الدین لقائمة
واعلم ان افضل عباد الله
عند الله امام عادل وان
شر الناس عند الله امام
جائر یا عثمن انی انشدك
الله ان تكون امام هذه
الامة المقتول فانه كان
یقال یقتل فی هذه الامة
امام یفتح علیها القتل والقتال الی یوم
القیامة ویلبس امورها علیها ویبث
فیها الفتن ۔

اور تم زیادہ قریب ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سلسلہ قرابت مین اور بیشک حاصل کیا تمنے
اونکی دامادی کا شرف جو اون دونون نے نہین
حاصل کیا پس اللہ سے ڈر اپنی جان کے لیے واللہ
نہین بینا کیا جاتا تو اندھے ہونے سے اور نہین
علم دیا جاتا تجھکو جہالت سے (یعنی تمکو نصیحت اس لیے
نہین ہی کہ تم ناواقف ہو بلکہ تم سب کچھ جانتے ہو)
اور بیشک رستے کھلے ہوئے ہین اور نشان دین کے
قایم ہین اور جان لے تو کہ اللہ کے بندون مین افضل
اللہ کے نزدیک امام عادل ہی۔ اور بیشک بہت برا
آدمیون مین اللہ کے نزدیک امام ظالم ہی۔ اے
عثمان مین تجھکو اللہ کی قسم دلاتا ہون کہ تو اس امت کا
امام مقتول بنے۔ پس بیشک یہ کہا جاتا تھا کہ قتل
کیا جاوے گا اس امت مین ایک امام کھل جاویگا
اس حادثہ سے قتل وقتال قیامت کے دن تک۔
اور مشتبہ ہو جائینگے امور امت کے امت پر اور
پھیل جاوینگے امت مین فتنے۔

الناس الیہ وشکوا علی
عثمان وسالوہ مخاطبتہ عنہم
فدخل علی عثمان فقال ان
الناس ورائی وقد استسفرونی
بینک وبینہم۔
واللہ ما ادری ما اقول لک
ما اعرف شیئا تجھلہ ولا
ادلک علی امر لا تعرفہ
ما سبقناک الی شیء فنخبرک
عنہ ولا خلونا بشیء فنبلغکہ
وقد رأیت کما رأینا و
سمعت کما سمعنا وصحبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کما صحبنا وما ابن
ابی قحافہ ولا ابن
الخطاب باولی بعمل
الحق منک۔

اونکے پاس کچھ لوگ اور اُنھون نے وہ شکایت کی
جو اعتراض تھے اونکو عثمانؓ پر اور جناب امیرؑ سے
یہ درخواست کی کہ آپ عثمانؓ کے پاس جاکر اونکی طرف
سے گفتگو کرین اور اُنکے حق کے لئے جھگڑا کرین۔
پس جناب امیر عثمانؓ کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگ
میرے پیچھے ہین اور اونھون نے اپنے اور تمھارے
درمیان مین سفیر مجکو بنایا ہے۔ خدا کی قسم مین نہین جانتا
کہ مین تمسے کیا کہون۔ مین نہین جانتا کوئی ایسی بات
جسکو تم نہ جانتے ہو۔ اور نہین رہنمائی کرسکتا مین تم کو
کسی ایسے امر پر جسکو تم نہ جانتے ہو ہم کسی بات مین تمپر
سابق نہین ہین جسکی تم کو خبر دین۔
اور نہین معلوم کی خلوت مین ہمنے کوئی چیز جو تم کو پہنچا دین
اور بیشک دیکھا ہے تمنے جو ہمنے دیکھا ہے اور سنا ہے
تمنے جو ہمنے سنا ہے اور تم بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت مین اوسی طرح رہے ہو جیسے ہم رہے
ہین اور نہین تھے ابوبکرؓ اور نہ عمرؓ حق پر عمل کرنے
مین اولے تم سے۔

اور امام عادل کی فضیلتین اور امام ظالم کی برائیان بیان کین اس سے مقصود یہ تھا

کہ جناب امیر عثمان کو یہ سمجھاتے تھے کہ تم امام عادل بنیو امام ظالم نہ بنیو

اب فرمایئے کہ اگر امامت بحکم نص رسول جناب امیر سے مختص تھی تو اونکے سوا دوسرا

شخص امام عادل کیونکر بن سکتا تھا حالانکہ جناب امیر یہ چاہتے تھے کہ عثمان رض امام عادل

بن جاوین -

جناب امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ اس امت مین ایک

امام قتل ہوگا اور اس کے قتل سے اللہ ایسا ناراض ہوگا کہ اوسکے وبال مین اس امت

مین قتل و قتال کا دروازہ کھل جاوے گا اور فتنے پھیل جاوین گے اور حق و باطل کی

تمیز نہ رہے گی مگر جناب امیر کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ امام مقتول عثمان رض ہین اسی وجہ

سے فرماتے تھے کہ تم وہ امام مقتول مت بنیو لیکن درحقیقت تقدیر الٰہی مین عثمان رض

وہی امام مقتول تھے اور اونھین کے قتل کے بعد وہ تمام حوادث پیش آئے جنکی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور اللہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ اس فتنہ سے بچو جسکا

اثر ظالمون سے مختص نہین ہوتا بلکہ سب پر عام ہوتا ہے وہ اسی قصہ پر صادق آیا۔

جناب امیر نے سب سے آخر مین اپنی گفتگو کا حاصل یہ نکالا کہ مروان کو حکومت مین ایسا

دخل مت دو کہ تم بالکل اوسکی رائے کے تابع ہوجاؤ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب

امیر عثمان کی ذات پر کوئی عیب نہین لگاتے تھے اور جن کارروائیون کی شکایت تھی

وہ مروان کی کارروائیان تھین جنکی عثمان رض کو خبر بھی نہ تھی۔ اگر پہلے سے خبر ہوتی

فلا یبصرون الحق من الباطل فلاتکونن } پھر نہیں دیکھیں گے حق کو باطل سے - پس مت بنجا
لمروان سیقۃ یسوق بک حیث شاء } تو مروان کا کھلونا چلاوے تجھکو جدھر کو چاہے

جناب امیرؑ کے اس کلام سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب امیرؑ کا علم کسیطرح عثمانؓ کے علم سے زیادہ نہ تھا اور جناب امیر کو خلوت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا علم حاصل نہیں ہوا تھا جو عثمان کو معلوم نہ ہو پس اگر حضرت علیؑ سب آدمیوں میں زیادہ علم والے اور دروازہ علم رسولؐ تھے تو یہ سب مرتبے عثمانؓ کو بھی حاصل تھے جو کچھ جناب امیرؓ نے دیکھا تھا وہ عثمانؓ نے بھی دیکھا تھا اور جو کچھ جناب امیر نے سنا تھا وہ عثمان نے بھی سنا تھا اور جو شرف صحبت رسولؐ کا جناب امیر کو حاصل ہوا تھا وہ عثمان کو بھی حاصل تھا۔

چونکہ سب کا اعتقاد یہ تھا کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ تمام صحابہ میں افضل ہیں اس لئے جناب امیرؑ نے عثمانؓ کو ان دونوں سے مقابلہ کر کے فرمایا کہ اے عثمانؓ وہ دونوں بھی حق پر عمل کرنے میں تم سے بڑھکر نہ تھے یعنی جسطرح وہ دونوں حق پر عمل کرتے تھے اوسیطرح تم بھی حق پر عمل کرتے ہو۔

جناب امیرؑ نے دوسری فضیلت عثمانؓ میں بمقابلہ شیخینؓ کے یہ ثابت کی کہ تم اونکی نسبت سلسلہ نسب میں باہی رسول سے قریب ہو یہ اس لئے فرمایا کہ عثمانؓ عبد مناف کی اولاد میں تھے۔

جناب امیرؑ نے تیسری فضیلت عثمانؓ میں بمقابلہ شیخین کے یہ ثابت کی کہ تم نے رسول کی دامادی کی شرافت حاصل کی ہے۔ یہ فضیلت بھی ان دونوں کو حاصل نہ تھی۔

اسکے بعد جناب امیرؑ نے بطور وعظ و نصیحت کے عدل و انصاف کی ترغیب دی

اقام السنۃ وخلف الفتنۃ ذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیھا الضال ولا یستیقن المہتدی

اور قائم کیا سنت کو اور پیچھے ڈالا فتنہ کو۔ گیا پاک دامن کم عیب پہونچا خلافت کی خیر کو اور [بری؟] ہوگیا اوسکے شر سے۔ ادا کی اللہ کے لیے اپنی طاعت اور اوسکے لیے حق تقوی ادا کیا گیا اور آدمیوں کو چھوڑا متفرق راہوں میں۔ کہ رستہ نہیں پاتا انمیں بہکنے والا اور نہیں یقین کرتا ہدایت پانے والا۔

جناب امیر نے جس شخص کی یہ مدح کی ہے وہ ضرور بعد رسول کے ہے اور خلیفہ ہے اس لیے کہ رسول کی حیات میں کسی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگوں کو ایسی متفرق راہوں میں چھوڑ گیا کہ جن میں راہ گم کرنے والے کو رستہ نہیں ملتا اور جو ہدایت پر ہے اوسکو بھی یہ یقین نہیں کہ میں ہدایت پر ہوں۔ اس لیے کہ جب رسول ہدایت کرنے والے موجود ہیں پھر یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اوسوقت میں گمراہ کو ہدایت کا رستہ نہیں ملتا اور ہدایت یافتہ کو اپنی ہدایت پر یقین نہیں ہوتا اور نہ رسول کے سامنے مرنیوالا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جسکی نسبت [illegible] کہ اوسکی موت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے۔ رسول کے زمانہ میں جتنے جلیل القدر صحابیوں کا انتقال ہوا اُنکے نام معلوم ہیں اب اگر اس ممدوح کا رسول کے سامنے انتقال ہوا ہے تو بتاؤ کہ وہ اون میں کون ہے جس پر یہ تمام صفتیں صادق آتی ہوں۔ اُسوقت کے آدمیوں میں خلیفہ برحق کے سوا کسی اور کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اوسکی موت کی وجہ سے لوگ متفرق راستوں میں پڑ گئے اور ہدایت کا راستہ گم ہو گیا پس ضرور ہے کہ خلفائے ثلثہ میں سے کوئی ایک

کہ مروان کے مزاج مین شر اور فساد ہی تو عثمان کسی کام مین اوسکا دخل نہونے دیتے۔[عہ]

خلفا کی مدح مین جناب امیر کا یہ خطبہ بھی نہج البلاغت مین موجود ہی۔[۵۵]

للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد	اور اللہ نگاہبان ہو اوس شخص کے شہرون کا اور بیشک اوس نے سیدھا کیا کجی کو اور دوا کی مرض کی (یعنی مرض جہالت کی)

عہ یہ خطبہ شیخ [illegible] نقل کیا ہے [illegible] ۱۲

[عہ] شیعون کا عثمان رض پر ایک طعن یہ ہی کہ مروان کے باپ حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلوا دیا تھا عثمان رض نے بلوا لیا اسیوجہ سے مروان مدینہ مین آیا لیکن یہ طعن محض فضول ہی اس لئے کہ جب حکم نکلوایا گیا تھا اوسکی اور حالت تھی اور جب بلوایا گیا اوسکی اور حالت تھی اور جب حالت بدلجاتی ہی تو حکم بھی بدلجاتا ہی پھر شیعون کا طعن یہ ہی کہ مروان مفسد تھا اسکو اپنا نائب کیون مقرر کیا اسکا جواب یہ ہی کہ عثمان عالم الغیب نہ تھے اونکو مروان کے فسادون کی کیا خبر تھی بے خبری مین ایسی غلطیان جناب امیر سے اس سے بھی بڑہکر ہوئی ہین اونھون نے کسی اپنے چچا کے بیٹے کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا اونھون نے جناب امیر سے بیوفائی کی اور بیت المال کا مال غصب کرکے لے آتے اونکے نام جو جناب امیر نے خط لکھا ہی وہ نہج البلاغت مین موجود ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ (مین نے تجھکو اپنی امانت مین شریک کیا تھا اور اپنا رازدار بنایا تھا اور مین یہ سمجہا تھا کہ میرے اہل مین تجھسے زیادہ کوئی معتمد نہین ہے مگر جب تونے تجھسے زمانہ مخالف دیکھا تو تونے اپنے چچا کے بیٹے سے دغا کی اور بیت المال مین جو مال یتیمون اور بیوہ عورتون کے لئے تہا وہ تونے لوٹ لیا) شارحین نہج البلاغت کا اختلاف ہی کہ یہ خط عبد اللہ بن عباس کے نام ہی یا اونکے بھائی عبید اللہ کے نام۔ اسی طرح منذر ابن جارود کو جناب امیر نے عامل مقرر کیا تہا اوس نے بھی خیانت کی اوسکے نام بھی اسی شکایت کا ایک خط نہج البلاغت مین مذکور ہی۔ زیاد ولد الزنا کو بھی جناب امیر نے اول بصرہ مین ابن عباس کا نائب مقرر کیا اور پھر فارس کا والی مقرر کردیا یہ بھی خیال نفرمایا کہ اصل بد از خطا خطا نکند۔ آخر اوس نے بھی دغا کی اوسکے نام بھی جناب امیر کے خطوط نہج البلاغت مین موجود ہین حالانکہ کافی کی روایتون سے ظاہر ہی کہ جناب امیر کو سب ہونے والی باتون کا حال معلوم تھا پھر بھی ایسے لوگون کو عامل مقرر کرتے تھے جو خیانت کرتے تھے اور نیز کافی کی روایتون سے ثابت ہی کہ ائمہ ہر شخص کو دیکھکر یا اوسکی آواز سنکر اوسکے اچھے برے ہونیکا حال معلوم کرلیتے تھے بہر تعجب ہی کہ جناب امیر نے ایسے عامل کیون مقرر کئے۔ اسی مروان کو جناب امیر نے جنگ جمل کے روز گرفتار کرلیا تھا اور حسنین کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ حالانکہ اوس سے اور اوسکی اولاد سے جو کچھ ہونیوالا تھا سب معلوم تھا۔ یہ قصہ بھی نہج البلاغت مین مذکور ہی ۱۲

خلافۃ الشیخین فی استجلاب قلوبہم بمثل ذلک الکلام ۔

شیخین کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے اور اس کلام سے اونکی تالیف مقصود تھی ۔

الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ عثمان بوقوع الفتنۃ فی خلافتہ واضطراب الامر علیہ

دوسرے یہ کہ جائز ہے کہ یہ مدح کرنا جناب امیرؑ کا ان دونون مین سے ایک کی توبیخ عثمانؓ کے موقع پر ہوا ہو اسلئے کہ عثمانؓ کے زمانے مین فتنہ پڑا اور ابتر ہوگیا امر اُن پر ۔

ان دونون جوابون کا حاصل یہ ہوا کہ جناب امیرؑ نے معاذ اللہ منہ جھوٹ بولا خواہ کسی کی تالیف قلب کے لئے خواہ توبیخ عثمانؓ کے لئے ۔

حضرات شیعہ یہ کہتے ہین کہ خطبۂ شقشقیہ مین جو نہج البلاغت مین مندرج ہے اُسمین جناب امیرؑ نے خلفاے ثلثہ کی بُرائی بیان کی ہے ۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو وہ خطبہ کسیطرح قابل اعتماد نہین فقط ایک ابن عباسؓ اُس خطبہ کے راوی بتائے گئے ہین بھلا اتنے بڑے خطبہ کے الفاظ بعینہ اونکو یاد کیونکر رہے ۔ ابن عباس سے رضی تک سلسلۂ سند ابھی تک تصنیف نہین کیا گیا البتہ یہ کہانیان بیان کیجاتی ہین کہ رضی سے پہلے بھی وہ خطبہ کسی کے پاس لکھا ہوا تھا ۔

شیعے جسطرح تمام صحابہ پر طعن کرتے ہین اسی طرح ابن عباسؓ کے حق مین بھی اونھون نے کمی نہین کی ۔ یہ وہی ابن عباس ہین جو بصرہ کا بیت المال لوٹ لاتے تھے وہ مسئلہ امامت کے بھی منکر تھے اصول[۱] کافی مین ہے ۔

کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ ہر سال شب قدر مین ہمپر ملائکہ نازل ہوتے ہین اور

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنو باب الشان انا انزلنا صفحہ ۱۵۱

مرادہی۔ شارح میسم نے لکھا ہی کہ منقول یہ ہے کہ لفظ فلان سے عمرؓ مراد ہین اور یہی قول ابن ابی الحدید کا ہی۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ابوبکر مراد ہین۔
میسم نے یہ بھی لکھا ہی کہ لفظ (خیرہا) و (شرہا) کی ضمیرین خلافت کی طرف پھرتی ہین یعنی خلافت کی بھلائی اوسکو ملی اور خلافت کے شر سے وہ پہلے چلا گیا۔
شارح میسم نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ مراد ابوبکرؓ یا عمرؓ ہین اب اس کلام کی جو تاویلین نقل کی ہین اونکو بھی ملاحظہ فرمائیے۔[ملہ]

واعلم انّ الشیعۃ قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا انّ هذہ التمادح التی ذکرها علیہ السلام فی احد هذین الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتهما واخذ هما منصب الخلافۃ فاما ان لا یکون هذا الکلام من کلامہ علیہ السلام واما ان یکون اجماعنا خطاء ثم اجابوا من وجهین۔
احدهما لا نسلم التنافی الذی ذکروہ فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ

تو جان لے کہ شیعون نے اس جگہ ایک سوال وارد کیا ہی وہ کہتے ہین کہ یہ مدح جسکو جناب امیر علیہ السلام نے ان دونو خلیفون مین سے کسی ایک کے حق مین بیان فرمائی اوسکے خلاف ہی۔ جو شیعون کا اجماع ہوگیا ہے ان دونون کی برائی پر اور منصب خلافت غصب کرلینے پر پس یا تو یہ جناب امیر علیہ السلام کا کلام نہ ہوگا اور یا یہ ہمارا اجماع غلطی پر ہوگا پھر اس سوال کا جواب دیا ہے دو طرح سے۔
ایک جواب یہ ہی کہ ہم یہ نہین مانتے کہ ہمارے اجماع مین اور اس قول مین مخالفت ہی اس لئے کہ یہ مدح جناب امیر نے اون لوگون کی اصلاح کے لئے بیان کردی جو

ملہ ہمارے پاس شرح میسم کا نسخہ ناقص ہی اسی جگہ سے اوسکے ورق کچھ کم ہوگئے ہین اس لئے یہ عبارت ہمنے استیعاب سے نقل کی ہی۔ مگر بعض علما سے ہمنے سنا ہے کہ یہ عبارت شرح میسم مین انھون نے بچشم خود دیکھی ہی ۱۲

خطبہ شقشقیہ

خطبہ شقشقیہ

لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَاِنَّهٗ لَیَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی یَنْحَدِرُ عَنِّیَ السَّیْلُ وَلَا یَرْقٰی اِلَیَّ الطَّیْرُ	پہن لیا لباس خلافت کو ابن ابی قحافہ رض نے (یعنی ابو بکر رض نے) اور بیشک وہ جانتے تھے اچھی طرح کہ میرا (یعنی ابو بکر رض کا) مرتبہ خلافت مین ایسا ہے جیسے چکی مین کیلی کا مرتبہ ہوتا ہے مجھسے (علم و حکمت کا) دریا گرتا ہے اور میرے مرتبہ کی بلندی تک پرندہ بھی نہین پہونچتا۔

یعنی ابو بکر رض نے جو خلافت اختیار کی تو اونھون نے اول اپنی لیاقت اور علم اور مرتبے کو جانچ لیا تھا اور یہ جان لیا تھا کہ مین خلافت کے لئے ایسا مناسب ہون جیسے چکی کے لئے کیلی اور میرا علم مثل دریاے رواں کے ہے اور میرا مرتبہ ایسا بلند ہے کہ بلند پرواز جانور بھی اوسکی بلندی کو نہین پہنچتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر نے جو خلافت کا منصب قبول کیا یہ کام اپنے حوصلہ سے بڑھکر نہین کیا بلکہ اپنے کمالات پر غور کرکے یہ سمجھ لیا تھا کہ مین اس کام کے لایق ہون۔ جسطرح اس قول مین ابو بکر رض کے لئے قطب خلافت ہونیکی صفت مذکور ہے اسی طرح جناب امیر نے اس قول مین جب کہ عمر رض نے قتال فارس کے لئے بذات خود جانے مین مشورہ کیا تھا عمر رض سے فرمایا تھا کہ تم قطب خلافت بنو اور عرب مین خلافت کی چکی گھماؤ۔

فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا وَطَوَیْتُ عَنْهَا کَشْحًا۔	تو لٹکایا مین نے خلافت کے سامنے کپڑا اور موڑا مین نے اس سے پہلو۔

تمام سال کے احکام بیان کرجاتے ہین ابن عباس نے اسکی تکذیب کی اور یہ کہا کہ شب قدر رسول سے مختص تھی اونکے بعد کسی کے لئے نہین چنانچہ اسکی سزا مین اوسی وقت فرشتے نے ابن عباسؓ کی آنکھین پھوڑدین اور اسوقت سے وہ اندھے ہوگئے اور اسی روایت مین ہی کہ ابن عباسؓ نے اپنی آخر عمر مین امام باقرؑ سے اسی مسئلہ مین جھگڑا کیا آخر امام باقر علیہ السلام نے ابن عباس سے کہا کہ هلكت واهلكت یعنی تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے اوروں کو بھی ہلاک کیا اسکا ترجمہ خلیل قزوینی نے ترجمہ کافی مین یون کیا ہی جہنمی شدی وجہنمی کردی - پس جب شیعون کے نزدیک ابن عباسؓ کی یہ حالت تھی (معاذاللہ منہا) توبھلا ایسے شخص کی روایت کاکیا اعتبار - حضرات شیعہ نے تو عباسؓ اور عقیلؓ کی بدگوئی مین بھی کمی ہنین کی نہ کہ ابن عباس -

بہت بڑا قرینہ اس خطبہ کے جھوٹ ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس مین یہ بھی مذکور ہی کہ جو لوگ بعد حادثہ عثمانؓ کے جناب امیر علیہ السلام سے بیعت کرنے آئے تھے اوھنون نے حسنینؑ کو پامال کرڈالا بھلا کسی کی سمجھ مین آتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام اپنی خلافت کے وقت مین حسنینؑ کی پامالی اپنی آنکھون سے دیکھین -

بااین ہمہ اس خطبہ سے خلفا کی برائی پر استدلال نہین ہوسکتا اس لئے کہ حضرات شیعہ جن فقرات سے مذمت خلفا ثابت کرتے ہین اونھین مدح کا احتمال بھی موجود ہے چنانچہ ہم اس خطبہ کو بھی اس موقع پر نقل کرتے ہین -

اور وہ یہ ہے

پیش آئی کہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ خلافت مجھسے واپس کرو چنانچہ اسکا بیان اس خطبہ مین مذکور ہوگا صحابہ مین سے جو لوگ اس کام کے لایق تھے اونمین سے یہ کسی کی جرات نہوئی کہ ابو بکرؓ کی اس التجا کو قبول کرے مگر جناب امیر علیہ السلام کے دل مین بمقتضای مروت ابو بکرؓ کی ہمدردی کا خیال پیدا ہوا اسیوجہ سے اونھون نے یہ سوچنا شروع کیا کہ مین ایسی حالت مین کیا کرون ہرطرح مشکل تھی اگر ابو بکر کی التجا کو قبول کرکے خلافت لینے کا قصد کرتے تو رسول کے رنج مین اپنے آپ کو ایسا ضعیف اور مضمحل پاتے تھے کہ گویا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اس بار عظیم کا اوٹھانا دشوار تھا اگر اپنی حالت پر ساکت رہتے تھے تو ابو بکرؓ کی درخواست انکی ہمدردی کا جوش دلاتی تھی۔ چونکہ آخر مین جناب امیر نے ان دونون شقون مین اسطرح تصفیہ کیا کہ اپنے آپ کو ابو بکر کی درخواست قبول کرنے سے عاجز سمجھا اور صبر و سکوت کو ترجیح دی اسیوجہ سے مصیبت فراق رسول کو حالت تاریک فرمایا اور آیندہ اوسکی اور زیادہ تفصیل کی۔

يَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ وَيَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ وَيَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ	بوڑہا ہوجاوے اُس مین بچہ اور بہت ضعیف ہوجاوے اومین بوڑہا اور سختی اوٹھاوے اومین مومن اوسوقت تک کہ اللہ سے ملے۔

وفات رسول کا رنج جو جناب امیر علیہ السلام پر طاری تھا اوسی کو وہ پہلے فقرے مین حالت تاریک کہہ چکے ہین اور اب اوسکی تفصیل یون بیان کی کہ وہ رنج ایسا سخت ہے کہ اگر بچہ پر وہ رنج طاری ہو تو اوسکے صدمہ سے بوڑہا ہوجاوے اور اگر بوڑھے پر

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ جب ابو بکرؓ نے اپنی لیاقت کو جانچ کر خلافت لی تو مجکو اُس مین دخل دینے کی ضرورت نہ رہی اس لئے مین نے اپنے لئے خلافت کی کوشش نکی بلکہ خلافت کے سامنے مین نے پردہ لٹکا دیا یعنی مین اُس سے حجاب مین ہوگیا اور اوسکے طلب کرنے سے مین نے پہلو موڑا۔ اس بیان سے جناب امیر کی غرض یہ تھی کہ ابو بکر اگر اس کام کے لایق نہوتے تو مین ضرور دخل دیتا۔

وَطَفِقْتُ اَرْتَاۤئِیْ بَیْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِیَدٍ جَذَّاۤءَ اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْیَۃٍ عَمْیَاۤءَ	اور مین نے یہ سوچنا شروع کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے جرات کرون یا اپنی تاریک حالت پر ساکت رہون۔

وفات رسول کا صدمہ جناب امیر علیہ السلام پر ایسا غالب تھا جسکی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اداے فرائض خلافت سے عاجز اور قاصر سمجھتے تھے اسیوجہ سے اونھون نے اپنی حالت کو تاریک حالت اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ فرمایا۔

جناب امیر فرماتے ہین کہ اگرچہ مین نے طلب خلافت سے کنارہ کشی کی مگر اوسکے ساتھ یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ ایسی حالت مین کہ رسول کے رنج نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے اور تحمل بار خلافت سے عاجز کر دیا ہے مین طلب خلافت کی جرات کرون یا اپنی حالت عجز پر ساکت رہون۔

اس سوچنے اور فکر کرنے کی یہ ضرورت تھی کہ ابو بکرؓ نے اگرچہ اپنی لیاقت کا اندازہ کرکے منصب خلافت کو قبول کیا تھا مگر جب یہ بار عظیم اونکو اوٹھانا پڑا تو ایسی دشواری

ابو بکرؓ کے خلافت لینے کی شکایت کی اوس مین نص امامت بیان نہین کی اور باوجود
ضرورت کے اس موقع پر نص امامت کا ذکر نہ کرنا دلیل اس امر کی ہی کہ نص امامت کا وجود نتھا

آپ جناب امیر نے جو یہ فرمایا کہ مین خلافت کے لئے ایسا تھا جیسے چکی کے لئے کیلی
یعنی خلافت کی لیاقت مجھ مین اعلیٰ درجہ کی تھی اور مجھسے دریاے علم جاری تھا اور میرا
مرتبہ بہت بلند تھا ان سب کا حاصل یہ ہی کہ مین خلافت کے لئے سب سے افضل تھا مگر
اسمین کوئی گناہ شرعی ابو بکر پر لازم نہین آتا اس لئے کہ اگر یہ بھی مان لیا جاے کہ
جناب امیر ابو بکرؓ سے افضل تھے تب بھی کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت نہین ہوا کہ باوجود افضل
کے دوسرے شخص کو جو ان مراتب مین اوس سے کچھ کم ہو خلافت لینا جائز نہین۔
اگر باوجود افضل کے غیر افضل کو خلافت جائز نہ ہوتی تو جناب امیر یہ کیون فرماتے کہ
مجھے چھوڑ دو اور خلافت کے لئے میرے سوا کسی دوسرے کو ڈھونڈھ لو۔

جناب امیر کا قول تو یہ تھا کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی چنانچہ جب خوارج نے
یہ کہا کہ کسیکی حکومت جائز نہین تو اوسکے جواب مین جناب امیر کا قول نہج البلاغت[1] مین
یہ مذکور ہے۔

هؤلاء يقولون لا امرة وانه
لابد للناس من امير بر او فاجر
يعمل في امرته المؤمن ويستمتع
فيها الكافر ويجمع به الفيء

خوارج کہتے ہین کہ حکومت نہ ہو حالانکہ ضرور ہے
آدمیون کے لئے کوئی امیر نیک ہو یا بدعمل کرے
اوسکی حکومت مین مومن اور فائدہ پاوے اوس سے
کافر اور جمع کیا جاوے اوسکے ذریعے مال غنیمت

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران

صدمہ آئے تو وہ شیخ فانی ہجاوے اور مومن اس رنج مین زندگی بھر مبتلا رہے مومن کی تخصیص اسلیئے کی کہ وفات رسول کا رنج مومنین سے مختص تھا۔

فَرَاَیْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی هَاتَا اَحْجٰی فَصَبَرْتُ وَفِی الْعَیْنِ قَذًی وَفِی الْحَلْقِ شَجًی

آخر مین نے یہ تصفیہ کیا کہ اس حالت عجز پر صبر کرنا بہتر ہے پس سکوت کیا مینے اور حال یہ تھا کہ آنکھ مین آشوب تھا اور حلق مین گرہ تھی

یعنی مینے طلب خلافت کا قصد نہ کیا اور میری حالت یہ تھی کہ روتے روتے آنکھون مین آشوب آگیا تھا اور ہچکیان لیتے لیتے حلق مین گرہ پڑ گئی تھی۔

علماے شیعہ یہ کہتے ہین کہ اس خطبہ کے ابتدائی فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ یہ شکایت کرتے ہین کہ ابوبکرؓ مجکو جانتے تھے کہ مین قطب خلافت اور دریاے علم اور بلند مرتبہ ہون با این ہمہ اوھون نے خلافت لے لی۔

مگر یہ معنی ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ اس خطبہ کے آخر مین یہ مذکور ہے کہ جناب امیرؑ کو خلافت کے قبول کرنے سے انکار تھا سخت مجبوری کی حالت مین اوھون نے خلافت قبول کی تھی اس سے پہلے جناب امیر کا یہ قول بھی مذکور ہو چکا کہ اوھون نے اول یہ کہدیا تھا کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈھ لو۔ پس ظاہر ہے کہ جب جناب امیر اپنے واسطے خلافت پسند نہین کرتے تھے تو یہ شکایت کیون کرتے کہ ابوبکرؓ نے لباس خلافت کیون پہن لیا اور مجھے کیون نہ پہنایا۔

اب ہم اگر یہی معنی فرض کرلین جو حضرات شیعہ کہتے ہین تو شیعون کی مشکل اور زیادہ

تھے اور جناب امیر کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مین یہ سوچتا تھا کہ مین کٹے ہوئے ہاتھ سے یعنی اس بیکسی اور تنہائی کی حالت مین ابو بکرؓ پر حملہ کرکے خلافت چھین لون یا اس حالت تاریک پر صبر کرون حالت تاریک سے وہ احکام ظلم مراد ہین جو خلافت ابو بکرؓ مین جاری تھے۔

مگر یہ **قول** کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا اسلئے کہ جناب امیر کو پوری قوت حاصل تھی جسکی تفصیل جلد اوّل مین گذر چکی[1]۔ مالک بن نویرہ معہ تمام قوم بنی حنیفہ کے جناب امیر کے ساتھ تھا اور بگمان شیعہ اسی جرم مین معہ اپنی تمام قوم کے ہلاک ہوا۔ سعد بن عبادہؓ سردار قبیلہ خزرج جناب امیر کی امامت کے معتقد تھے وہ معہ تمام قبائل انصار کے ساتھ ہو سکتے تھے۔ بارہ ہزار صحابی رسول کے ایسے موجود تھے جو اہلبیت کے ساتھ کمال اخلاص رکھتے تھے انمین آٹھ ہزار خاص مدینہ مین تھے تمام بنی ہاشم جناب امیر کے ساتھ تھے۔ جناب امیر کی ذاتی قوت ایسی تھی کہ تنہا بڑی بڑی فوجون پر غالب آتے تھے اونکی ہیبت ایسی تھی کہ عمرؓ جب اونکی صورت دیکھتے تھے تو لرزنے لگتے تھے۔ عمرؓ سے کئی بار جناب امیر نے کشتی بھی لڑی اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم کو صبر کا حکم نہ ہوتا تو ہم دکھا دیتے کہ کس کے مددگار ضعیف ہین اور کسکا گروہ تھوڑا ہے ایک مرتبہ نماز کے بعد مسجد مین جناب امیر نے خالدؓ کا گلا گھونٹ دیا اور قریب تھا کہ اسکا دم نکلجاوے۔ آخر سب نے خوشامد کرکے چھڑایا حالانکہ ابو بکرؓ خلیفہ وقت بھی اور مین جلسہ مین موجود تھے اور اونھین کی وجہ سے خالدؓ اس بلا مین مبتلا ہوا تھا مگر اونکی بھی مجال نہوئی

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۴۲

ویقاتل بہ العدو وتامن بہ السبل ویوخذ بہ للضعیف من القوی	اور لڑا جاوے اوسکے ساتھ دشمن سے اور امن ہو جاوے اُسکے ذریعہ سے رستوں مین اور اُسکے ذریعہ سے کمزور کے لئے زبردست سے مواخذہ کیا جاتے۔

اس قول سے ثابت ہوگیا کہ جناب امیر خلیفہ کے لئے نیک اور متقی ہونے کی شرط نہین لگاتے تھے بلکہ فاسق کی خلافت بھی جائز سمجھتے تھے یہان سے بہت اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ نص امامت کا ہرگز وجود نہ تھا۔

شیعہ کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے سوا کسی کی خلافت جائز نہین اور جناب امیرؑ یہ کہتے ہین کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہے۔

ان اقوال پر غور کرنے کے بعد سمجھ مین نہین آتا کہ اگر خلافت کسی اور نے لے لی اور جناب امیر کو نہ دی تو اوسپر کیا گناہ لازم آیا۔

پس جو معنی اس فقرہ کے علمائے شیعہ بیان کرتے ہین اوسکو اختیار کرنے کی صورت مین نص امامت بھی باطل ہوتی ہے اور دلیل شکایت بھی ناتمام رہتی ہے حالانکہ بدلیل یقینی ثابت ہو چکا کہ ابوبکرؓ تمام صحابہ مین افضل تھے یہ بیان آیت غار کے تحت مین گذر چکا۔

پھر علمای شیعہ کہتے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو دست بردہ اسوجہ سے کہا کہ کوئی اونکا مددگار نہ تھا اور تین شخصون کے سوا سب مرتد ہوگئے

صحابی جو مخلصین مین شامل تھے اونھون نے بھی اوسوقت دغا کی بالفرض اگر ابو بکرؓ کو خلافت کی طمع دامنگیر ہوئی تو اورون کو کیا ہوا تھا انصار اپنے واسطے خلافت چاہتے تھے جب وہ اپنی کوشش مین ناکام رہے تو اونھون نے ایسی مخالفت کی حالت مین بھی نص امامت کے مطابق جناب امیر کی طرف کیون توجہ نہ کی۔

ابو بکرؓ نے اپنے لیئے خلافت کی طلب بھی نہین کی تھی دوسرون نے اونکے لیئے خلافت تجویز کی وہ اپنی خلافت کے زمانہ مین بھی یہ کہتے تھے کہ مجھسے خلافت واپس کر لو پھر یہ خیال کیونکر صحیح ہوسکتا ہی کہ اونھون نے خلافت کی طمع مین یکایک کسی عمل تسخیر یا کسی جذب مقناطیسی سے سب کے دل اپنی طرف پھیر لیئے۔ عمرؓ اور عثمانؓ کو کیا خبر تھی کہ ابو بکرؓ کے بعد ہم کو خلافت ملے گی جو اُس طمع مین ابو بکرؓ کے مددگار ہوتے۔ اگر انصاف کرو تو فقط یہی بات کہ ابو بکرؓ نے جو کسی عمل تسخیر یا جذب باطنی یا توجہ قلبی سے دفعتًا تمام عرب کے دلون کو مسخر کر کے اپنا طرفدار بنا لیا اور علیؓ سے سب کو عداوت ہوگئی دلیل اس امر کی ہی کہ مستحق خلافت کے ابو بکرؓ تھے نہ علیؓ اس لئے کہ ابو بکر کی یہ لیاقت اعلیٰ درجہ کی ظاہر ہوگئی کہ سب مسلمان اونھین سے راضی تھے اور خلیفہ وہی ہونا چاہیئے جس سے سب مسلمان راضی ہون اور جناب امیر کسطرح مستحق خلافت ہوسکتے تھے جنکو سب نے چھوڑ دیا اور اونکے ہاتھ کٹ گئے۔

نہج البلاغت[۱] مین ایک خط جناب امیر کا عثمان بن حنیف انصاری عامل بصرہ کے نام مذکور ہے اوس مین یہ بھی ہے۔

[۱] شرح میثم مطبوعہ طہران ج ۳

کہ علیؑ سے اس حرکت کا انتقام لیتے۔ ایک مرتبہ خالدؓ ایک لشکر کے ساتھ جاتا تھا
اوسوقت جناب امیرؑ نے ایک لوہے کے لمبے بانس کو موڑکر طوق کی طرح خالدؓ کے
گلے مین ڈالدیا آخر کسی طرح وہ طوق نہ نکل سکا اگرچہ خلیفہ وقت ابو بکرؓ خالد کے حامی
تھے اور خالدؓ سے مقابلہ گویا اونھین سے مقابلہ تھا مگر جناب امیر کے مقابلے مین وہ ایسے
عاجز تھے کہ کوئی تدبیر خالدؓ کی مخلصی کی نہوسکی اور وہ طوق کسی طرح نہ نکل سکا جب
جناب امیرؑ کی خوشامد کی تو اونھون نے ہی نکالا۔ ایک مرتبہ جناب امیر نے عمرؓ کو دھمکانے
کے لئے اپنی کمان کو مہیب اژدہا بنا دیا اُسکو دیکھتے ہی عمرؓ نہایت خوف زدہ اور
بدحواس ہوگئے اور جناب امیرؑ کی نہایت خوشامد کی تب جناب امیرؑ نے اُس اژدہے پر
ہاتھ رکھا پھر وہ کمان ہوگیا۔ جناب امیر کو یہ بھی قدرت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو جب چاہتے تھے قبر مبارک سے باہر بلا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے کہلوا دیتے
تھے۔ اسم اعظم اور عصائے موسی اور خاتم سلیمان اور قوت معجزات اور لشکر جنات
بھی اونکے پاس تھا بلکہ سلمانؓ کو اونپر یہ اعتراض تھا کہ اسم اعظم کے ذریعہ سے مخالفین
کو ہلاک کیون نہین کردیتے۔

ابو بکرؓ کے پاس ایسا کیا عمل تسخیر تھا کہ رسول کی وفات کے ساتھ دفعتًا تمام اہل عرب ابو بکرؓ
کے جان نثار ہوگئے اور باوجود دعوی اسلام کے اہل بیت رسول کے دشمن بنگئے اور نص
امامت جو سب کو معلوم تھی اوسکی عمدًا مخالفت کرکے اپنا گھر دوزخ مین بنایا (معاذ اللہ منہا)
اور اہل بیت رسول پر طرح طرح کے ظلم ہوتے دیکھے اور ذرا بھی پروا نہ کی وہ بارہ ہزار

اعرفهم بالنصح لله ولرسوله ولكتابه ولدينه الاسلام ياتوني عوداً وعلانية وسراً فيدعوني الى اخذ حقي ويبذلون انفسهم في نصرتي -	زیادہ پہچاننے والے تھے اللہ اور رسول کے ساتھ اخلاص کو اور اوسکی کتاب کو اور اوسکے دین اسلم کو آتے تھے میرے پاس باربار اور ظاہر اور پوشیدہ اور یہ تحریک کرتے تھے کہ مین اپنا حق لیلون اور اپنی جانین دینا چاہتے تھے میری مددین -

پھر اسی روایت مین دوبارہ یہ مذکور ہے -

اني كنت اكثر عدداً واعز عشيرة وامنع رجالا واطوع امراً -	میرے گروہ کا عدد سب سے زیادہ تھا اور میرا خاندان سب پر غالب تھا اور میرے آدمی سب سے زبردست تھے اور میرا حکم سب سے زیادہ مانا جاتا تھا -

جناب امیر کی ان تمام قولون پر غور کرنے کے بعد کیونکر یہ قول صحیح ہوسکتا ہی کہ جناب امیر اوسوقت مین اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور اپنے ہاتھ کو کٹا ہوا ہاتھ کہتے تھے جب کہ جناب امیر کی تنہائی اور بیکسی کا خیال غلط ہوگیا تو یہ قول بھی غلط ہوگیا کہ جناب امیر یہ سوچتے تھے کہ مین ایسی بیکسی کی حالت مین لڑون یا صبر کرون -

نہایت عجیب امر یہ ہی کہ جناب امیر کو تو معلوم تھا کہ مجکو اس حالت مین صبر کا حکم ہی پھر یہ سوچنا کیسا تھا کہ صبر کرون یا نکرون گیا اللہ کا حکم ماننے مین اونکو تردد تھا - اور یہ سوچتے تھے کہ اللہ کا یہ حکم مانون یا اوسکی مخالفت کرون -

امام معصوم کو اس مسئلہ مین تردد کیون ہوا جو سوچنا پڑا اس لئے کہ بموجب اعتقاد حضرات

لو تظاهرت العرب على قتالی لماولیت عنها و لو امکنت الفرص من رقابها لسارعت الیها۔	اگر متفق ہو جاوے تمام عرب مجھسے لڑنے پر تو مین اونسے موتھ نہ پھیرون اور اگر ظاہر ہو ایک رگ اونکی گردن کی تو فوراً حملہ کرون مین اوسکی طرف۔

اس قول مین جناب امیر فرماتے ہین کہ اگر تمام عرب میرے مقابلے پر متفق ہو جاوین تو مین اونکے مقابلے سے مونہہ نہ پھیرون اور اگر اونکی گردن کی ایک رگ بھی اوٹھے یعنی ذرا بھی مجھپر غصہ کرین تو مین فوراً حملہ کرون۔

ایک اور خط جناب امیر کا نہج البلاغت مین مذکور ہے جو اہل مصر کے نام مالک اشتر کے ہاتھ بھیجا تھا اوس مین مذکور ہے۔

انی واللہ لو لقیتہم واحدا وھم طلاع الارض کلہا مابالیت ولا استوحشت	واللہ اگر مقابل ہون مین اونسے اکیلا اور وہ بقدر ہون کہ تمام روئے زمین اونسے بھر جاوے تو مین کچھ پروا نہ کرون اور نہ مجھے پریشانی ہو۔

خصال[۲] ابن بابویہ مین ایک طویل روایت ہے جسمین جناب امیر علیہ السلام سے ایک یہودی نے پوچھا ہے کہ ائمہ کے کتنے امتحان ہوا کرتے ہین اور اُسکے جواب مین جناب امیر نے اپنے امتحانات بیان کئے ہین اوس مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب ابو بکر نے خلافت لیلی تو صحابہ میری مدد کے لئے آتے تھے اور لڑنے کی ترغیب دیتے تھے چنانچہ عبارت اوس کی یہ ہے۔

وجماعۃ من خواص اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم	اور جماعت خواص اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو

[۱] شرح میسم مطبوعہ طہران ص ۵۴۲ [۲] خصال مطبوعہ طہران جلد دوم ص ۱۸۱

اور اپنی جان کو اور سب مسلمانوں کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد سبقت
مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابوبکر کو حاصل ہوئی ہے اس قول میں بھی جناب امیر نے یہ
اشارہ کردیا کہ خلافت میں کامیابی اونکو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانوں
کو اطاعت میں کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اور عداوت کا وہ ناحق ہے حاصل یہ ہوا کہ
خلافت کا مستحق وہی ہے جو اقوی ہے اور باقی سب مسلمانوں کو اوس کی اطاعت چاہیے
جناب امیر نے دوسرے قول میں بھی فرمایا ہے کہ خلافت کا مستحق وہی ہے جو اقوی ہے اور
اعلم ہو یہ قول آیندہ مذکور ہوگا۔

ماء آجن ولقمة يغص بها آكلها

پانی گدلا ہے اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہے اس سے کھانے والے کا۔

یعنی خلافت میں راحت نہیں ہے بلکہ سخت مصیبت ہے اور اوسکے فرائض کا ادا کرنا بہت
مشکل ہے اور بہت بڑی جانبازی کا کام ہے۔

ومجتني الثمرة لغير وقت ايناعها كالزارع بغير ارضه

اور پھل چننے والا ایسے وقت میں جو اوس کی پختگی کا وقت نہیں ہے ایسا ہے جیسے کھیتی بونے والا ایسی زمین میں جو اوس کی نہیں۔

اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا
چنانچہ روایات کتب شیعہ سے بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے بی بی
حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہونگے

شیعہ کے معصوم کو اجتہاد کی ضرورت نہین ہوتی۔

جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکرؓ سے لڑنے کا خیال کیون پیدا ہوتا وہ تو خلافت ابوبکرؓ سے مزاحمت کرنے کو فتنہ سمجھتے تھے چنانچہ نہج البلاغت مین ہے۔[1]

ومن کلام لہ علیہ السلام لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخاطبہ العباس وابوسفیان فی ان یبایعالہ بالخلافۃ ایہا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ وعرجوا عن طریق المنافرۃ وضعوا تیجان المفاخرۃ

اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جب کہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور عباس اور ابوسفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی اونسے خلافت کی بیعت کرین۔ اے آدمیو نجات کی کشتیون کے ساتھ فتنہ کی موجون سے بچو۔ اور نفرت کے راستے سے جدا ہو جاؤ۔ اور فخر کا تاج اتار رکھو۔

یعنی ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تم کو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد مین سے کیون نہوا بنی تیم مین سے کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے اس فخر کے تاج کو سر سے اتارو اور بنی تیم کو اپنے مقابلے مین کمتر مت سمجھو۔

افلح من نہض بجناح اواستسلم فاراح۔

کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی۔

یعنی کامیابی دو قسم کے آدمیون کو ہے ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کے لئے کھڑا ہوا۔ دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا۔

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ص

جناب امیر کو یہ مضمون معلوم تھا اسی لیئے اونھون نے کہا کہ اسوقت مین ہماری
خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہے [illegible] ایسا ہے جیسے پھلون کی تیاری سے پہلے کوئی شخص
پھل توڑنے کا ارادہ کرے وہ اسیطرح ناکام ہوتا ہے جیسے کوئی شخص ایسی زمین مین کھیتی
کرے جسمین اوسکا حق نہین اس کھیتی سے اس بونے والے کو فائدہ نہوگا یعنی اسوقت
مستحق خلافت ابو بکرؓ ہین انکی خلافت مین ہم کو دخل دینا ایسا ہے جیسے کہ دوسرے کی
زمین مین کھیتی ہو اور جب کہ جناب امیرؓ کو یہ معلوم تھا کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہین
ہے پھر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تھے کہ دست بریدہ سے لڑون یا صبر کرون۔

فان اقل یقولوا حرص علی الملک	اب اگر مین دعوے کرونگا تو کہین گے کہ حکومت کا
وان اسکت یقولوا جزع من الموت	حریص ہے اور جو ساکت ہونگا تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا

مطلب یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار ابو بکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر مین دعوی کرونگا
تو سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہے یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت
ابی بکر کے جناب امیر کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھ نہ ہوتا یہ بھی دلیل نص امامت کے
باطل ہونے کی ہے ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہہ کہتے کہ موجب نص رسول
کے دعوے ہے حریص ملک کیون بتلاتے۔

اور اگر دعوی سے ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا۔

هیهات بعد اللتیا والتی واللہ	افسوس ہے بعد ان سب باتون کے قسم ہے خدا کی کہ
لابن ابی طالب آنس بالموت	ابن ابی طالب زیادہ محبت رکھنے والا ہے موت کے

اونکے بعد تیرا باپ عمرؓ۔ چنانچہ تفسیر صافی میں تفسیر سورہ تحریم میں بحوالہ تفسیر قمی[۱] یہ نقل کیا ہے۔

فقال ان ابابکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک فقالت من انباک ہذا قال نبانی العلیم الخبیر۔

پس فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ بیشک ابوبکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد پھر اوسکے بعد تیرا باپ حفصہؓ نے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کس نے دی ہے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہے۔

پھر بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہ مضمون نقل کیا ہے۔ پس جس خلافت کی بشارت پیغمبر نے اپنی بی بی کو دیکر سنائی تھی[۲] وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبر کی یہ شان نہ تھی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔

چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہو چکا تھا اور یہ خبر مشہور ہو گئی تھی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ بعد رسولؐ کے علیؓ کو خلیفہ بناؤ تو اسکے معنی یہ ہوتے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجو گویا یوں حکم کیا

خدا چاہتا ہے کر دو بعد میرے	خلافت ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو
اگر تم علیؓ کو بلا فصل کیجو	بدل دیجو حکم قضا و قدر کو

۱؎ تفسیر ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے حجرہ مین گئے وہ ام المومنین اونھیں یعنی ام المومنین کا دن تھا ماریہ قبطیہ بھی خدمت کے لئے ساتھ تھیں حفصہؓ کسی کام کے لئے گئی تھیں اس وقت مین رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی شکایت ہوئی تو رسول نے فرمایا کہ اے حفصہ تم خفا مت ہو میں نے آیندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور مین تمسے ایک راز مخفی کہتا ہون اگر اوسکا افشا کروگی تو اللہ بہت ناراض ہوگا ماریہؓ نے پوچھا وہ کیا راز ہے تو رسول نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکرؓ والی خلافت ہوگا اوسکے بعد عمرؓ۔ ماریہ نے پوچھا کہ تمکو کس نے خبر دی ہے تو رسول نے فرمایا کہ مجھکو علیم خبیر نے خبر دی ہے۔ اس روایت کی عبارت بقدر حاجت ہمنے نقل کیا ہے۔

۲؎ پس اگر ابوبکرؓ پہلی خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر کی تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر کی تصدیق واجب ہے۔

چیز باعثِ قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیئے نہ کہ اُسکو طلب کرنا۔

بھلا جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکر سے لڑنے کا خیال کیون پیدا ہوتا وہ تو اپنی بیعت کرنے سے پہلے بھی ابوبکر کی اطاعت کو اپنے ذمے واجب سمجھتے تھے۔

چنانچہ نہج البلاغت[1] مین ہے کہ جناب امیر نے فرمایا۔

الذلیل عندی عزیز حتی آخذ الحق له والقوی عندی ضعیف حتی آخذ الحق منه	عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہے تاکہ اوسکا حق اوروں سے لیکر دلاؤن اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے تاکہ اسکا حق لون۔

جب جناب امیر کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیون ڈرتے اور اپنے تئین کو دست بریدہ کیون کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑتے۔

رضینا عن الله قضاءه وسلمنا له امره۔	ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہین اور جو اللہ کا حکم ہے اوسکو تسلیم کرتے ہین۔

یعنی ہمکو معلوم ہے کہ اللہ نے پہلی خلافت ابوبکر کے لئے مقرر کی ہے ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین۔

اترانی اکذب علی رسول الله والله لانا اول من صدقه فلا اکون اول من کذب علیه۔	کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ مین رسول پر جھوٹ بولتا ہون واللہ مین نے سب سے پہلے اون کی تصدیق کی اب مین سب سے پہلے اونپر جھوٹ بولنے والا نہ ہون گا۔

---

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ج

من الطفل بثدی امہ | کے ساتھ بچہ سے جو اپنی ماں کی پستان کے ساتھ محبت رکھتا ہو

یعنی طلب خلافت سے جو میرا سکوت ہے وہ ہرگز اسوجہ سے نہین کہ مجھکو موت کا خوف ہے لوگون کے خیالات پر افسوس ہے جو میری نسبت ایسا گمان کرتے ہین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بھی ماں کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پھر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اسوجہ سے ہے کہ ابو بکر کی خلافت پہلے سے مقرر ہو چکی ہے اور میری خلافت کا ابھی وقت نہین آیا۔

اب انصاف فرمائیے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تھا پھر وہ اپنے تئین کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اونپر یا اونکے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اونکو سکوت کی کہان تاب ہوتی۔

بل اندمجت علی مکنون | بلکہ مجھے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اونکو
علم لو بحت بہ لاضطربتم اضطراب | ظاہر کرون تو تم اسطرح تڑپ جاؤ جیسے گہرے کنوؤن مین
الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ | رسیان تڑپتی ہین۔

یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو مگر مجھے آیندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تمپر ظاہر کرون تو تم ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہے وہ باتین شاید یہ تھین کہ ابو بکر کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اونکے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل ہوگا اونکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بھی قتل ہونگا پس ابو بکر تو خلافت لے چکے اب اسکے بعد تم خلافت کی میرے لئے کوشش کرتے ہو حالانکہ اوسکا نتیجہ قتل ہوگا اور جو

بیعت اونپر بھی لازم ہوجاتی ہے جو اسوقت موجود نہون۔

اور چونکہ جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ میری بیعت سے پہلے ابوبکرؓ کی بیعت مجھپر فرض ہوگئی۔ اور اونکا عہد میری گردن پر آگیا تھا اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اگر یہ مانا جاوے کہ جناب امیرؑ نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے تھی کہ وہ ابوبکرؓ کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دوستانہ شکایت کیے تھی اور اس تاخیر مین کوی حرج نہین سمجھا تھا اس لئے کہ مقصود بیعت یعنی عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا۔

جناب امیرؑ کو ابوبکرؓ سے اپنے ہاتھیا لکیسے پیدا ہوسکتا تھا وہ تو ابوبکرؓ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے تھے بلکہ یون کہتے تھے کہ جسطرح خلفاے ثلثہ کی خلافت حق تھی اسی طرح میری خلافت بھی حق ہے اس لئے کہ جس ذریعے اونکو خلافت حاصل ہوئی تھی اوسی ذریعہ سے مجھکو حاصل ہوئی ہے اور جن مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر اونسے بیعت کی تھی اونھین مہاجرین و انصار نے اوسی شرط پر مجھسے بیعت کی ہے پس جس طرح اونکی خلافت برحق تھی اسی طرح میری خلافت بھی برحق ہے اور جس طرح اونکی اطاعت سب پر واجب تھی اسی طرح میری اطاعت بھی سب پر واجب ہے چنانچہ نہج البلاغت[1] مین ہے۔

ومن کتاب له علیه السلام الی معویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما	اور جناب امیرؑ نے خط لکھا تھا معویہ کو کہ بیشک مجھسے اونھین لوگون نے بیعت کرلی جنھون نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ...

یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلی خلافت حق ابی بکر ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین۔

فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری	پس مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میرے بیعت کرنے کے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن مین غیر کا تھا۔

میثم بحرانی نے اپنی شرح مین نقل کیا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا خطبہ ہے اور اس مین جناب امیر نے اپنا حال اسوقت سے بیان کیا ہے جب سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے مگر رضی نے نہج البلاغت مین پورا خطبہ نقل نہ کیا بلکہ ایک ٹکڑا اوس مین سے نقل کیا۔

مطلب جناب امیر کا یہ ہے کہ وفات رسول کے بعد جو مین نے اپنے معاملہ مین غور کیا تو یکایک مجھکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکر کی اطاعت مجھپر واجب تھی شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ رسول خبر دے گئے تھے کہ ابو بکرؓ خلیفہ برحق ہونگے اونکی اطاعت کیجو چنانچہ اس سے پہلے جناب امیر نے فرمایا کہ مین رسول پر جھوٹ نہ بولونگا۔

پھر قول جناب امیر کا یہ ہے کہ یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہے یعنی مہاجرین و انصار نے ابو بکرؓ سے بیعت کرلی تھی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لئے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون اونکی

اونھین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی پس جسطرح وہ تینون امام برحق تھے اسی طرح مین
مین امام برحق ہون اور جس طرح اونکی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب
کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا اسی طرح میری امامت
سے انکار جائز نہین۔

جب جناب امیر کا یہ قول تھا پھر کیونکر یہ خیال صحیح ہو سکتا ہی کہ جناب امیر کو یہ تردد
ہو کہ ابو بکرؓ سے لڑون یا نہ لڑون۔ اگر جناب امیر ابو بکرؓ سے لڑتے تو ابو بکرؓ کے مقابلہ مین
اونکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیرؓ کے مقابلے مین امیر معاویہؓ کی ہوئی۔

پھر جناب امیر نے یہ ظاہر فرما دیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو
ہے جسکو وہ امام بنا دین اوسی سے اللہ راضی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ امامت کے
لئے نص نہ تھی بلکہ امامت بیعت مہاجرین و انصار سے حاصل ہوتی تھی۔
خلفاے ثلثہ کو مہاجرین و انصار نے امام بنایا تھا پس اللہ اونکی امامت سے راضی تھا
مہاجرین و انصار جس کو امام بنا دین پھر اوس سے جو کوئی مخالفت کرے اور بھاگے
سے نہ مانے اوس سے مومنین کو لڑنا چاہئے پس اگر جناب امیر ابو بکرؓ کی مخالفت
کرکے اون سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا واجب ہوتا۔
مہاجرین و انصار جسکو امام بنا دین اوسپر طعن کرنا بھی جائز نہین جو طعن کرے وہ بھی
باغی ہے اور اوس سے لڑنا جائز ہے۔
جناب امیر نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ) آیۃ

بایعوھم علیہ - فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد - وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا وسموا اماما کان ذلک للہ رضا فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ - ولعمری یا معویۃ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرأ الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ عنہ -

اسی شرط پر جس شرط پر اونسے بیعت کی تھی اب نہ کسی حاضر کو یہ جائز ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہے کہ اُس کو رد کرے۔ اور نہیں ہے شوریٰ مگر مہاجرین اور انصار کے لئے - پس اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام مقرر کردیں تو وہی اللہ کی رضامندی ہے - پھر اگر نکلے اونکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقہ بدعت اختیار کرکے تو اوسکو پھیرو اوسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے -

پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُس نے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اوس کو حق سے اللہ نے - اور میں قسم کھاتا ہوں اپنی جان کی اے معویہ اگر تو اپنی ہوا کو چھوڑ کر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمان کے اتہام میں تو مجھکو سب آدمیوں سے زیادہ بری پاویگا اور البتہ تو جان لیگا کہ میں ایک گوشہ میں تھا اوس سے -

جناب امیرؓ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگوں نے ابوبکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی

صادق کیا جو ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابو بکرؓ
اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ کا مخالف ہو وہ رسول کا بھی مخالف ہے اور اسکی سزا جہنم ہے۔
شیعون کے مقابلے مین جو اہل سنت کا مذہب ہے وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت
ہوگیا اور چونکہ جناب امیرؑ نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بھی ذکر کردی اس لئے
ثابت ہوگیا کہ اہل سنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہے اور شیعون کا مذہب ثقلین کے
خلاف ہے۔

اے حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تم پر حجت ہوگا

جب روز جزا حساب ہوگا	اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اوسے ملے گی	جو تابع بو تراب ہوگا

علمائے شیعہ اس قول کی تاویل مین سخت عاجز ہین اور مجبور ہو کر یہ کہتے ہین کہ جو لوگ
نص امامت کو نہین مانتے تھے اونکے سامنے جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے
کے لئے ایسے طریقے سے استدلال کیا جو اونکو مسلم تھا مگر جناب امیرؑ کو مسلم نہ تھا۔

مگر یہ تاویل بچند وجوہ باطل ہے۔

اول یہ کہ جناب امیر نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے
ثابت ہو وہ بیشک اونکا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجھا جائے کہ یہ قول
جناب امیر کو مسلم نہ تھا بس بغیر قرینہ کے ظاہر قول کیون چھوڑا جائے اور ایسی تاویل کیون

اوںھون نے قرآن کی ایک آیت کی طرف اشارہ کیا جو سورہ نسا مین مذکور ہے وہ یہ ہے

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۵	اور جو شخص مخالفت کرے رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقہ مومنین کا پھیرین گے ہم اوسکو جدھر کو پھرا اور ڈالین گے ہم اوسکو جہنم مین اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

فاضل میسم بحرانی نے اس قول کی شرح مین لکھا ہے کہ جناب امیر کے خط مین (ولاہ اللہ) سے آگے (ما تولی) اور اُسکے بعد پوری آیت لکھی تھی دوسری جگہ فاضل میسمؒ پورا خط بھی نقل کیا ہے جسمین پوری آیت مذکور ہے۔ رضی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی لفظ بھی حذف کر دیے۔ جناب امیر علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ مہاجرین وانصار کے بنائے ہوئے امام سے جو مخالف ہو اوس سے لڑو اس دعوی کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر نے اُن مہاجرین وانصار کو جنھون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا مومن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ منہا) جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ امام المومنین تھے اسیطرح مین بھی امام المومنین ہون۔

اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لئے مذکور ہے جو حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسولؐ کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ اور جناب امیرؓ نے اس آیت کو اُس شخص

تیسرے یہ کہ اگر جناب امیرؑ کو الزامی دلیل پیش کرنا منظور تھی تو اوسکے ساتھ نص امامت بھی ضرور ذکر کر دیتے اور یون کہتے کہ رسول نے بھی مجھی کو امام بنانے کا حکم کیا ہے اور مہاجرین اور انصار نے بھی مجھسے بیعت کی ہے بس دونون طرح حق امامت مجھی کو حاصل ہے اور جب دونون دلیلون سے استدلال ممکن تھا تو فقط ایک الزامی دلیل کے مقابلے مین نہایت قوی ہوتا پس قوی استدلال کو چھوڑ کر فقط ضعیف استدلال پر کیون اکتفا کیا اور دونون دلیلون کو جمع کیون نہ کیا۔ افسوس کہ جناب امیرؑ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس کو دیکھکر لوگون کو یہ شبہ ہوگا کہ جناب امیرؑ کے لئے نص نہ تھی۔

چوتھے یہ کہ جناب امیرؑ کے دوسرے اقوال سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اونکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو اور کسی اور کو خلیفہ بناؤ اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ بنانا لوگون کا کام تھا جس سے وہ بیعت کرتے وہی خلیفہ ہوتا۔ اس کلام کے آخر مین جناب امیرؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ جسکو تم خلیفہ بناؤگے مین بھی مثل تمہارے یا شاید تم سے بھی زیادہ اوسکی اطاعت کرونگا۔

اب جناب امیرؑ کا ایک اور خطبہ نہج البلاغت[1] مین مذکور ہے اوسکو بھی ملاحظہ فرمائیے

ایھا الناس ان احق الناس بھذا الامر اقواھم علیہ واعلمھم بامر اللہ فیہ۔	اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیون کا خلافت کے لئے وہ ہے جو ان سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکھتا ہو اور امور خلافت مین احکام خدا کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران صفحہ ثانی ورق تمہ جزو ۲۱

کیجاتے جسکا اس کلام مین کوئی اشارہ نہین بلکہ انصاف کیجئے تو بہت سے قراین یہی ثابت کرتے ہین کہ جو کچھ جناب امیر اس قول مین کہہ رہے ہین اونکا اعتقاد بھی یہی تھا اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لئے ایسا لکھا تھا تو اتنا لکھ دینا کافی تھا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلثہ سے بیعت کی تھی اونہین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہی الزام دینے کی غرض فقط اتنے قول سے پوری ہوگئی تھی اسکے بعد جو جناب امیر نے یہ لکھا کہ شوری کا اختیار مہاجرین اور انصار کے سوا کسی اور کو نہین اور جس کو وہ امام بنا دین اوس سے اللہ راضی ہے اور جو اوس سے باغی ہو اوس سے لڑو اور پھر قرآن کی آیت سے اوسکو ثابت کیا یہ تمام قراین اس امر کے ہین کہ جناب امیر وہی مضمون ثابت کر رہے ہین جو اون کے نزدیک حق ہے ورنہ بلا ضرورت امر ناحق کی اتنی تائید کیون کرتے اور ایسی تفصیل کیون بیان کرتے۔

ظاہر کلام بغیر قرینہ خلاف کے ہرگز نہین چھوڑا جاتا اور یہان کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کی تائید کے قراین موجود ہین پھر ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہے اور ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہے کہ کہنے والے کے نزدیک حق یہی ہے جو کہتا ہے۔ یہ امر فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کہ کہنے والا اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہے اور اسمین کوئی ایسا اشارہ نہ کردے کہ یہ قول اوس کہنے والے کے نزدیک حق نہین بلکہ اسکے خلاف جیسے اوسی قول کی بہت سی تائید کردی۔ جناب امیر کمال فصاحت و بلاغت مین بے نظیر پھر بھلا اونکے کلام مین ایسے عیب کو کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔

وغاب عنها۔ } خلافت کے وقت غایب تھا۔

یعنی جو لوگ بیعت کر چکے اونہین کا حکم اوسپر بھی جاری ہو گا جو اوسوقت موجود نہ تھا۔

ثم لیس للشاهد ان یختار } پھر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے

ولا للغائب ان یختار } اور غایب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے۔

اس قول مین تو جناب امیر نے قسم کھا کر فرمایا کہ خلافت کے لئے بعض کی بیعت کافی ہے سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بھی جناب امیر کی جھوٹی تھی۔

اس سے پہلے جناب امیر کا یہ قول بھی ہم نقل کر چکے ہین کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہے وہ قول خوارج کے مقابلے مین تھا جو امامت کے بالکل منکر تھے۔

پس جو مضمون جناب امیر علیہ السلام نے امیر معویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اونکے اور اقوال سے بھی ثابت ہے۔ اب کوئی شبہ باقی نہین کہ جناب امیر کا یہی مذہب تھا اور شیعون کا مذہب جناب امیر کے مذہب کے خلاف ہے۔

جناب امیر علیہ السلام کو ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال کیسے پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے اور رسول کا قول ہے کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہو گا۔

خصال[1] ابن بابویہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان امتی ستفترق علی ثلث } بیشک میری امت متفرق ہوگی تہتر فرقہ پر اکہتر فرقے

[1] خصال مطبوعہ طہران جلد دوم صفحہ ۱۴۳

اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر خلافت کے زیادہ حقدار نہ تھے اس لئے کہ اونکا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور جناب امیرؑ نے یہی صاف تصریح کردی ہو کہ اونکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی اور یہ امر فریقین کو مسلم ہو کہ شیخین کا علم بھی عثمانؓ سے کم نہ تھا پس شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم نہوگا اور اس صورت مین ظاہر ہو کہ ابو بکر اقوی بھی تھے اور اعلم بھی تھے پس زیادہ حقدار خلافت کے بھی وہی تھے۔ جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی۔

فان شغب شاغب استعتب | پھر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اوسپر عتاب کیا جاوے
وان ابی قوتل۔ | اور اگر نہ مانے تو اوس سے قتال کیا جائے۔

میثم نے اسکی شرح مین لکھا ہی کہ یہ حکم اوس باغی کا ہے جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے۔

ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یحضرھا عامۃ الناس ما الی ذلک سبیل | اور قسم ہی مجھکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لئے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اوسوقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ۔

جناب امیر اپنی جان کی قسم کھاکر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لئے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہوکر بیعت نکرین اوسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اس لئے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہے۔

ولکن اھلھا یحکمون علے | اور لیکن اہل اوسکے حکم کرتے ہین اوسپر جو بیعت

اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ خلافت ابی بکرؓ کے زمانے میں ظلم نہ تھا ورنہ جناب امیرؑ
انکی خلافت کی مدح نہ کرتے۔

نہج البلاغہ[1] میں جناب امیرؑ کا یہ قول مذکور ہے جو انھوں نے بیعت
عثمانؓ کے وقت کہا تھا۔ ادس کا ترجمہ بھی ہے۔

والله لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیها جور الا علیّ خاصة } واللہ صلح رکھونگا میں جبتک کہ سلامت رہینگے معاملات مسلمانون کے اور نہ ہوگا ظلم مگر خاص مجھ پر۔

اس قول سے ظاہر ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں اپنے اوپر ظلم بھی گوارا کر لونگا لیکن مسلمانوں پر ظلم گوارا نہ کرونگا اور میری صلح اوسی وقت تک رہیگی جب تک کہ مسلمانوں پر ظلم نہ ہوگا اور جب مسلمانوں پر ظلم ہوگا تو میں ہرگز صلح نہ رکھونگا ضرور لڑونگا۔

پس اگر خلافت ابی بکرؓ میں ظلم ہوتا تو جناب امیرؑ ضرور لڑتے لیکن جناب امیرؑ ابو بکرؓ سے نہیں لڑے اس سے ثابت ہو گیا کہ خلافت ابی بکرؓ میں ظلم نہ تھا۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جناب امیرؑ مجبور نہ تھے ورنہ اگر صلح نہ کرتے تو دست بستہ کیا کر سکتے۔

میسم بحرانی نے اس قول کی شرح میں لکھا ہے۔

ای لاترکن المناقشة فی هذا الامر ما سلمت امور المسلمین من الفتنة } یعنی البتہ چھوڑونگا میں جھگڑا امر خلافت میں جبتک سلامت رہینگے معاملات مسلمانون کے فتنہ سے

[1] شرح میسم مطبوعہ طہران ج۱

وسبعین فرقۃ یہلک احدی وسبعون ویتخلص فرقۃ قالوا یا رسول اللہ من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ	ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسول نے فرمایا جماعت جماعت جماعت۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام نے ابوبکرؓ سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا۔

اب یہ بحث باقی ہی کہ وہ کیا مصیبت تھی جسکا جناب امیر نے اس مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا۔

حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ وہ مصیبت یہ تھی کہ ابوبکر کی خلافت میں احکام ظلم وجور کے جاری تھے۔

مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہیں اس لئے کہ جناب امیر نے خلافت ابوبکرؓ کی مدح کی ہے چنانچہ جناب امیر کا یہ کلام تمام شارحین نہج البلاغت نے نقل کیا ہی جو اسکو ترجمہ ملا فتح اللہ اور شرح میثم بحرانی[1] نقل کرتے ہیں۔

فاختار المسلمون بعدہ بآرائھم رجلا منھم فقارب وسدد حسب استطاعتہ علی ضعف وحد	پھر پسند کیا مسلمانوں نے بعد حضرت کے اپنی راے سے اپنی جماعت میں سے ایک شخص کو تو اس نے نزدیکی اور درست کام کیا اپنی طاقت کے موافق اور ضعیفی کے اور کوشش کی۔

یعنی ابوبکرؓ نے حتی الامکان بہت اچھا کام کیا اور باوجود ضعیفی کے وہ کوشش کرتے تھے۔

---

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ۶۲

نہج البلاغت نے یہی لکھا ہے جو میثم نے لکھا یعنی خلفاء ثلثہ کی حکومت عدل و انصاف کی حکومت تھی اور احکام الہی اونکے زمانے مین جاری تھے یہی وجہ ہی کہ جناب امیرؑ اونسے نہ لڑے۔

پس یہ خیال بھی باطل ہوگیا کہ جناب امیرؑ کی وہ مصیبت جسکا اس مبالغے سے اونھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفہ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے۔

نہایت عجیب یہ ہی کہ اگر روایات شیعہ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانون پر ظلم و جور کا ہونا یا امور منہیہ کا واقع ہونا جناب امیرؑ کو ایسا ناگوار نہ تھا جو بڑی مصیبت سمجھا جاسکے اس لئے کہ ظلم و جور اور امور منہیہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت بلکہ اونکی خاص مجلس مین علانیہ واقع ہوتے تھے مگر جناب امیر اونکے دفع کی کوشش نہین کرتے تھے۔

سب سے اول اُن واقعات پر غور کیجئے جو اوسی وقت واقع ہوئے جب جناب امیر سے لوگون نے خلافت کی بیعت کی۔ نہج البلاغت مین جناب امیر کا ایک خطبہ منقول ہے جسکو ہم ترجمہ ملا فتح اللہ مطبوعہ طہران سے نقل کرتے ہین۔

ومن کلام لہ علیہ السلام فی وصف بیعتہ بالخلافۃ۔ وقد تقدم مثلہ بالفاظ مختلفۃ	اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہی اس بیان مین کہ اونکی خلافت کی بیعت کسطرح ہوئی۔ اور پہلے بھی مذکور ہوچکا ہے اسیطرح کا مضمون مختلف الفاظ سے

وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناقشۃ فی ہذا الامر ہو صلاح حال المسلمین و استقامۃ امورہم وسلامتہم من الفتن۔	اور اس مین یہ اشارہ ہے کہ بیشک غرض جناب امیر کی امر خلافت مین جھگڑا کرنے سے بہتری مسلمانون کے حال کی اور درستی اونکے امور کی اور سلامتی مسلمانون کی فتنہ سے تھی۔
وقد کان لہم من سلف من الخلفاء استقامۃ امر	اور بیشک تھی مسلمانون کے لئے گزشتہ خلیفون کی خلافت مین درستی حالت کی۔

یعنی شیخین کے زمانے مین مسلمانون کے معاملات درست تھے جور و ظلم نہ تھا۔ اسکے بعد شارح میسم نے یہ شبہہ نقل کیا ہے کہ جناب امیر خلفاے ثلاثہ سے اس لئے نہ لڑے کہ لڑائی مین فتنہ تھا۔ پھر معویہ سے کیون لڑے حالانکہ اون سے لڑنے مین بھی فتنہ تھا پھر اس شبہہ کا جواب یہ دیا ہے۔

ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ و بین معویۃ فی اقامتہ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر	بیشک فرق درمیان خلفاء ثلاثہ اور درمیان معویہ کے اللہ کے احکام قایم کرنے اور اللہ کے امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے۔

یعنی خلفاء ثلثہ کے زمانہ مین احکام الٰہی جاری ہوتے تھے اور اللہ کے امر و نہی کے مطابق عمل ہوتا تھا اس لئے خلفاء ثلثہ سے جناب امیر نہ لڑے اور معویہ مین یہ اتصاف نہ تھا اس لئے اوس سے جناب امیر لڑے۔

جناب امیر کے اس قول کی شرح مین جو بیعت عثمان کے وقت فرمایا تھا تمام شارحین

آخری جملہ کا ترجمہ ملا فتح اللہ کاشانی نے یہ لکھا ہی (وکشف کردند رخسار را بسوے آن دختران نارپستان)

اس کلام سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیرؑ سے بیعت کرنے کے واسطے جو لوگون نے ہجوم کیا تو اونھون نے ضعیفون کو پامال کرکے پیس ڈالا یہ بہت بڑا ظلم تھا اس سے بڑھکر ظلم وہ ہے جو خطبہ شقشقیہ کے آخر مین مذکور ہے کہ حسنین کو بھی پامال کر ڈالا۔ اس سب سے بڑھکر قیامت یہ ہے کہ جناب امیر کی مجلس مین بلند چھاتیون والی عورتون نے بیعت کے لئے مونہ کھولا یہ علانیہ فسق ہے۔ بھلا خلافت کی بیعت سے عورتون کو کیا تعلق تھا جناب امیرؑ نے اپنی مجلس مین عورتون کو کیون آنے دیا مونہ کھولنے سے منع کیون نہ کیا۔ اونکی بیعت کیون قبول کی یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُن عورتون کی چھاتیان بلند تھین اور وہ نارپستان تھین۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لئے اگر زیادہ نہین تو کم سے کم بغور دیکھنے کی تو ضرورت بیشک ہے۔ ف

حیا و شرم کا پردہ اوٹھایا شرمگینون نے ٭ سر مجلس نقابین کھولدین پردہ نشینون نے
کیا عہد اطاعت نورسیدہ نازنینون نے ٭ لگائے ہاتھ اوبھری چھاتیون والے حسینون نے

جو شرماتے تھے گھر مین مجلسون مین بیحجاب آتے ٭
جو گھونگٹ رات مین کرتی تھے دن مین بے نقاب آتے

افسوس کہ خلافت ملنے کی خوشی مین جناب امیرؑ کو ان امور کی کچھ بھی پروا نہ ہوئی۔ یہ کیسا غضب ہی کہ اس ظلم و فسق کو جناب امیرؑ فخریہ اپنے کلام مین بیان کر رہے ہین

ف یعنی بیعت کے لئے اُن لڑکیون نے مونہ کھولا جنکی پستان انار کی مانند تھین ۱۲

بسطتم یدی فکففتہا } کھولا تمنے میرا ہاتھ اور مین نے اُسکو روکا۔

جناب امیرؑ حاضرین سے مخاطب ہوکر فرماتے ہین کہ تم سب بیعت کرنے کے لئے میرا ہاتھ کھولتے تھے لیکن چونکہ خلافت مجکو پسند نہ تھی اس لئے ہین اپنا ہاتھ روکتا تھا اور تمہاری بیعت پر راضی نہ تھا۔ یہان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جناب امیرؑ کو خلافت پسند نہ تھی پھر بھلا ابو بکرؓ کی خلافت لینے کی شکایت وہ کیون کرتے اور جو چیز کہ اونکو پسند نہ تھی اور اُسکے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اوسکا غصب کیا۔

فتداککتم علیّ تداکّ الابل الہیم علے حیاضہا یوم ورودہا } پھر ہجوم کیا تمنے مجھپر ہجوم کرنا پیاسے اونٹون کا اپنی حوضون پر پانی ملنے کے دن یہانتک کہ ٹوٹا

حتی انقطعت النعل وسقط الرداء } جوتی کا تسمہ اور گری چادر۔ اور پامال ہو گئے

ووطی الضعیف وبلغ من سرور } وہ لوگ جو ضعیف تھے۔ اور پہونچی خوشی آدمیونکی

الناس ببیعتہم ایاے ان ابتہج } اس بات پر کہ اونھون نے مجھسے بیعت کی یہانتک

بہا الصغیر وہدج الیہا } کہ خوش ہوئے اوس پر بچّے۔ اور لرزتے ہوئے

الکبیر } آئے بوڑھے بیعت کے لئے۔ اور مشقت اوٹھا

وتحامل نحوہا العلیل } گئے بیعت کے لئے بیمار۔

وحسرت الیہا الکعاب } اور چہرہ کھولا بیعت کے لئے اوبھری چھاتیون والی عورتون نے۔

گئے ہین اگر مین اونکو منسوخ کردون اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین
ہین اگر مین اونکو نکال کر اونکے شوہرون کے پاس پہنچا دون۔ اور اگر مین دفتر عطایا
کا محو کردون اور اوسی طرح دیا کرون جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سب کو برابر دیا
کرتے تھے اور بیت المال اغنیا کی دولت نہ بناؤن اور اگر مین قرآن کے مطابق عمل کرنیکا
حکم کردون تو تم مجھ سے جدا ہو جاؤ۔

یہ مضمون جلد اول مین بھی مذکور ہو چکا ہے۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر نے وہ عورتین بھی واپس نہ دلائین جو
ظالمون نے اونکے شوہرون سے ناحق چھین لین تھین۔ بیت المال کو بھی اغنیا کی
دولت بنایا اور موافق طریقہ سنت کے برابری کے ساتھ تقسیم نہ کیا نہایت عجیب ہے
کہ قرآن پر عمل کرنے کا بھی حکم نہ کیا۔

بیان مذکورہ بالا مین ہم بخوبی ثابت کر چکے کہ شیعون نے جو خطبہ شقشقیہ کے
ان فقرات کے معنی بنائے ہین وہ غلط ہین تو اب ہم خطبہ شقشقیہ کے آیندہ فقرات
کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

(۲۲) اریٰ تراثی نہبا } دیکھتا ہون مین اپنی میراث کو لوٹا۔

جناب امیر فرماتے ہین کہ مصیبت فراق رسول نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ مین
اپنے مال کی بھی پروا نہین کر سکتا ہون دیکھ رہا ہون کہ میرا مال لٹ رہا ہے اور مجھے
کچھ اوسکا انتظام نہین ہو سکتا پس اس حالت مین خلافت کا انتظام کیا کر سکون گا۔

کہ ہم وہ ہین کہ ہماری خلافت کے وقت ایسے امور واقع ہوتے۔
بھلا اس مین کیا فخر تھا کہ بچون نے اور اُبھری چھاتیون والی عورتون نے بیعت کی لرزتے ہوئے بوڑھے بیعت کرنے کو آتے اور بیمارون نے بھی بیعت کے لئے مصیبت اوٹھائی۔ یہ تو بہت شرم کی باتین تھین نہ کہ اظہار فخر کے لئے خطبہ مین اونکا ذکر کیا جاتے اگر جناب امیرؑ کو فقط یہی ثابت کرنا منظور تھا کہ بہت سے آدمیون نے مجھسے بیعت کے لئے ہجوم کیا تھا تو یہ مضمون پہلے فقرہ سے ثابت ہوگیا تہا پھر ان ناگوار باتون کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔
جس خلافت کی ابتدا ان امور سے ہو اُس مین کامیابی کی امید کیا ہوسکتی ہے۔
چنانچہ روایات کتب شیعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیرؑ کے زمانہ مین ظلم وجور بہت رائج تھا طرفہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ کو اوسکی خبر تھی اور پھر بھی اسوجہ سے اوسکا تدارک نہین کرتے تھے کہ مرتکب اُن ظلمون کے وہی لوگ تھے جو جناب امیرؑ کی فوج مین شامل تھے اور اونکے شیعہ تھے وہ لوگ ناراض ہوکر جدا ہوجاتے تو جناب امیرؑ کی خلافت چھن جاتی چنانچہ روضہ کافی[1] مین ایک طویل خطبہ جناب امیرؑ کا منقول ہے اوس مین یہ ہے کہ جناب امیر کے گرد ایک مجمع اونکے اہل بیت اور خاص شیعون کا تھا اوسوقت جناب امیر نے متوجہ ہوکر بہت سے ظلمون کا جو اُسوقت موجود تھے ذکر کیا منجملہ اونکے یہ بھی کہا کہ اگر مین وہ جاگیرین جاری کردون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لئے مقرر کردی تھین مگر یہ حکم رسول جاری نہوا اور جو حکم جور کے دیئے

[1] کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صہ ۲۹

مال وہ چھوڑین وہ صدقہ ہے پھر ابوبکرؓ پر کیا طعن ہے کیا اونکو حدیث پر عمل کرنا واجب نہ تھا۔ اگر ابوبکرؓ کا فیصلہ حق نہ ہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابوبکر کو خلافت سے معزول کردیتے۔ فدک کے سوا اور بعض قطعات جو رسولؐ کے قبضے مین تھے اونکا وقف ہونا جناب سیدہؓ نے تسلیم کیا۔ چنانچہ دلال عفاف وغیرہ سات قطعات پر جناب سیدہؓ قابض تھین اون مین عباسؓ نے میراث کا جھگڑا کیا تو اونکو جناب سیدہؓ نے یہی جواب دیا کہ یہ وقف ہین ان مین میراث جاری نہ ہوگی۔ فروع کافی[1] کی جلد ثالث مین مذکور ہے

عن احمد بن محمد عن ابی الحسن الثانی علیه السلام قال سألته عن الحیطان السبعة التی کانت میراث رسول الله لفاطمة علیها السلام فقال لا انما کانت وقفا۔ وکان رسول الله یاخذ الیه منها ما ینفق علی اضیافه فلما قبض جاء العباس یخاصم فاطمة فیها فشهد علی علیه السلام وغیره انها وقف علی فاطمة علیها السلام وهی الدلال والعفاف والحسنی والصافیه

احمد بن محمدؒ نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے امام سے اون سات باغون کا حال پوچھا جو فاطمہ علیہا السلام کے پاس رسول اللہ کی میراث تھے۔ امام نے فرمایا کہ میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس مین سے اسقدر لے لیتے تھے جو مہمانون کے خرچ کو کافی ہو۔ پھر جب رسولؐ کا انتقال ہوا تو عباسؓ نے اونکی بابت فاطمہؓ سے جھگڑا کیا پس حضرت علیؓ وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہین فاطمہ علیہا السلام پر۔ اور وہ تھے دلال اور عفاف اور حسنی اور صافیہ اور

[1] فروع کافی جلد ثالث مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۷۔

میراث سے وہ جائداد مراد ہے جو ابو طالب نے مکہ مین چھوڑی تھی جیسے شعب ابی طالب وغیرہ اس تمام جائداد کو عقیل اور طالب نے بیچ ڈالا جناب امیرؑ کو اس مین سے کچھ نہ ملا۔

علمای شیعہ اس فقرہ کی تفسیر مین مذبذب ہین کبھی کہتے ہین کہ خلافت مراد ہے یعنی خلافت جو میری میراث ہے وہ لٹ رہی ہے حالانکہ خلافت پر درحقیقت میراث کا لفظ صادق نہین آتا اس لئے کہ خلافت کوئی مال نہین جس مین میراث جاری ہو نہ جناب امیرؑ شرعاً رسول کے وارث تھے۔

قطع نظر اسکے بیان سابق مین ہم ثابت کرچکے کہ پہلی خلافت ابو بکرؓ کا حق تھی رسول اوسکی بشارت دے گئے تھے پس جناب امیرؑ کو ہرگز اوسکی شکایت نہین ہوسکتی اور خلافت بیعت مہاجرین وانصار سے حاصل ہوتی ہے جنھون نے ابو بکر سے بیعت کی تھی۔

علاوہ ان سب امور کے جناب امیرؑ خلافت کو اپنے واسطے پسند نہین کرتے تھے۔

کبھی کہتے ہین کہ میراث سے فدک مراد ہے حالانکہ فدک بھی جناب امیر کی میراث نہ تھا بھلا فدک کی جناب امیر کو کیا شکایت ہوتی اوضون نے تو خود بھی فدک مین وہی عمل کیا جو خلفا نے کیا تھا۔ اگر جناب امیرؑ کے نزدیک فدک مین میراث جاری ہونا چاہئے تھی اور خلفا کا فیصلہ غلط تھا تو جناب امیر اپنے زمانے مین ضرور اس مین میراث جاری کرتے پس جسوقت کہ جناب امیرؑ اپنی خلافت کے زمانے مین یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اوسوقت بھی فدک لٹ رہا تھا۔

جب ابو بکرؓ نے رسول کی حدیث سنادی کہ انبیا کے مال مین میراث نہین ہوتی اور جو

کرین اور تقیہ پا سکے یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔
ام المومنین عائشہ رض پر بھی کوئی طعن نہین ہوسکتا اس لیے کہ اونھون نے بیان خلاف واقع کا قصد نہین کیا بلکہ جو کچھ وہ سمجھے ہوئے تھین اس کو ایک مرتبہ عروہ بن زبیر کے سامنے بیان کیا تھا یہ اتفاقی بات ہے کہ اس معاملہ مین جو کچھ وہ سمجھین تھین وہ خلاف واقع تھا۔ اس امر مین وہ بمقتضائے بشریت معذور تھین۔
اگر یہ خبر صحیح ہوتی تو اوسوقت مین اسکا بڑا چرچا ہوتا اور حضرت عائشہ رض کے سوا اور بہت سے لوگ بھی اوسکو ضرور نقل کرتے لیکن عائشہ رض کے سوا کسی اور سے یہ مضمون منقول نہین اور اونسے فقط ایک شخص عروہ اسکی روایت کرتا ہے۔
اگر حضرت عائشہ رض حیات فاطمہ یا عہد ابی بکر مین یہ خیال ظاہر کرتین تو ضرور اسکی تصحیح ہو جاتی مگر حضرت عائشہ نے شاید آخر عمر مین یہ مضمون عروہ سے بیان کیا ہوگا اس لیے کہ خلافت صدیق رض کے زمانے مین عروہ پیدا بھی نہین ہوا تھا۔ پس جناب سیدہ رض کا ابوبکر رض سے ناراض ہونا ایک ایسا بے اصل خیال ہے کہ اتنا بھی ثابت نہین ہوتا کہ خلافت ابوبکر رض کے زمانہ مین کسی کی زبان پر اسکا ذکر بھی آیا ہو یا عائشہ رض کے سوا کسی کے دل مین اسکا خیال بھی گذرا ہو۔ دعویٰ فدک کے بعد شاید حضرت عائشہ رض اور جناب سیدہ رض سے ملاقات بھی نہ ہوئی ہوگی اس لیے کہ حضرت عائشہ پابند عدت تھین اور جناب سیدہ مرض الموت مین مبتلا ہوگئیں پس جن قراین سے حضرت عائشہ رض نے یہ نتیجہ نکالا ہوگا وہ ایسے قراین نہ تھے جنکو بچشم خود اونھون نے دیکھا ہو یا بلا واسطہ

وما لام ابراهيم والمبيت والبرقه } مالام ابراہیم او رمبیت اور برقہ۔

پس جس طرح علیؓ کے بیان پر اون سات باغون مین میراث جاری نہ ہوئی اسی طرح ابو بکرؓ وغیرہ کی حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہ ہوئی۔

بڑا اشتبہ شیعون کی طرف سے یہ پیش کیا جاتا ہی کہ بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ کا جواب سنکر جناب سیدہ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جب تک زندہ رہین ابو بکرؓ سے کلام نہین کیا اور جب اونکا انتقال ہوا تو جناب امیرؓ نے رات مین اونکو دفن کر دیا اور ابو بکرؓ کو اسکی اطلاع بھی نہین کی۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کے کتب صحاح مین جناب سیدہ کی زبان سے اونکا ناراض یا غضبناک ہونا ہرگز منقول نہین ناراضی فعل قلب ہی جب تک زبان سے ظاہر نہ کیجاوے۔ دوسرے شخص کو اوسکی خبر نہین ہوسکتی البتہ قراین سے دوسرا شخص قیاس کر سکتا ہی مگر ایسے قیاس مین کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

بخاری مین یہ مطالب ام المومنین عائشہؓ سے منقول ہین نہ جناب سیدہؑ سے ام المومنین عائشہ یہ نہین کہتین کہ مین نے فاطمہ زہرا کی زبان سے ابو بکرؓ کی شکایت سُنی۔

یہ بھی ظاہر ہی کہ عائشہؓ عالم الغیب نہ تھین البتہ قراین سے اونھون نے یہی سمجھا جو کچھ بیان کیا مگر اسپر کیا دلیل ہی کہ یہ سمجھنا اونکا مطابق واقع کے تھا۔

پس اگر حضرات شیعہ کو یہ دعوی ہو کہ فدک کی بحث مین جناب سیدہؑ ابو بکرؓ سے ناراض ہوئین تو اہل سنت کی صحیح روایتون سے ابو بکرؓ کی شکایت جناب سیدہؑ کی زبان سے ثابت

یہ وہم پیدا ہوا تھا کہ جناب سیدہ کو ابو بکر سے
بکر نے تو اسی پر قیاس کرلیا۔
کی اس وجہ سے اطلاع نہ بھیجی کہ انکی بیبی نے
نے ترجمہ مشکوۃ کی جلد آخر مین یہ روایت نقل کی ہے
ئے تھے کہ یہ تخت چیز کیونکر بنائی گئی جب ابو بکر رض کی
ہ نے اسکو دیکھکر پسند کیا تھا اور اسی کی وصیت
اس روایت سے یا صحاح کی کسی اور روایت سے
زمین شریک نہ تھے بعض روایتون مین یہ بھی ہے

ت عایشہ رض کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ ابو بکر رض کا جواب سنکر
خیالات مبنی ہین اور جبکہ وہ انکا شبہ صحیح نہ تھا تو
غلط ہین حضرت عائشہ رض کے سوا اور کسی کو یہ شبہ
کہ حضرت عائشہ رض کے اس شبہ پر کسی زمانہ مین

کہتے ہین کہ جناب سیدہ رض کی ناراضی کا مضمون بخاری
ن ہو سکتا۔
ں مذکور ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض

ا ہوا ہے جو محض بے دلیل ہے اور یہ مضمون اسوقت تک قابل اعتبار نہیں
کہ ابو بکر رض نماز جنازہ مین شریک نہ تھے ۱۲

جناب سیدہ کی زبان سے سنا ہو۔

جب جناب سیدہؓ کا ابو بکرؓ سے ناراض ہونا صحیح نہین تو پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ ناراضی کی وجہ سے اونھون نے ابو بکرؓ سے کلام چھوڑ دیا تھا۔

ممکن ہو کہ اسکے بعد اونمین باہم کلام ہوا ہو مگر حضرت عائشہؓ کو اوسکی خبر نہو۔

بالفرض اگر کلام نہین ہوا تو وجہ اوسکی یہ ہوگی کہ کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی یہ ظاہر ہے کہ غیر محرم سے عورتین بلاضرورت بات چیت نہین کرتین قطع نظر اس کے جناب سیدہؓ حالت مرض مین بھی مبتلا ہوگئین اور بہت جلد اونکا انتقال ہوگیا اس وجہ سے کوئی موقع گفتگو کا نہوا البتہ ایسی حالت مین ابو بکرؓ نے اپنی بی بی اسما بنت عمیس کو جناب سیدہؓ کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا تھا چنانچہ وہ آخر وقت تک اونکی خدمت مین رہین اور جب جناب سیدہؓ کو یہ خیال ہوا کہ کپڑے سے عورتون کے جنازہ کا ستر اچھی طرح نہین ہوتا تو گہوارہ کی رائے بھی ابو بکرؓ کی بی بی نے دی اور بیان کیا کہ حبشہ مین اونھون نے یہ صورت دیکھی ہی کہ جنازہ پر لکڑیان باندھکر گہوارہ بناتے ہین چنانچہ اسی صورت کا گہوارہ جناب سیدہؓ نے پسند کیا ابو بکرؓ کی بی بی موافق وصیت جناب سیدہؓ کے اونکے غسل اور تجہیز وتکفین مین بھی شریک رہین۔ ابو بکر پانچون وقت مسجد مین علیؓ سے ملتے تھے انھین ملاقاتون مین جناب سیدہؓ کا حال پوچھتے رہتے ہونگے۔

اگر جناب سیدہ ابو بکر سے ناراض ہوتین تو اونکی بی بی کو اپنی خدمت مین کیون قبول کرتین پس درحقیقت کلام نہونا اس وجہ سے تھا کہ جناب سیدہؓ کو ابو بکرؓ سے کوئی بات کہنے کا

یامثلاً جب حضرت خضرؑ نے کشتی کے تختے توڑ ڈالے تو حضرت موسیٰ نے یہ کہا کہ تمنے بہت برا کام کیا شاید تم کشتی والون کو ڈبانا چاہتے ہو اور حضرت خضرؑ نے جب ایک لڑکے کو مار ڈالا تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ تمنے برا کیا جو بیگناہ کو قتل کیا۔

یہ دونون خیال حضرت موسیٰ کو ظاہری حالت کے لحاظ سے پیدا ہوئے تھے حضرت خضرؑ کے دل کی اونکو کچھ خبر نہ تھی۔ با اینہمہ یہ خیالات حضرت موسیٰؑ کے دل پر ایسے غالب ہوگئے کہ اگرچہ حضرت خضرؑ کے علم و فضل سے واقف تھے اور علم سیکھنے کے لئے اونکے ساتھ ہوئے تھے اور اونھون نے یہ تاکید کردی تھی کہ تم میرے کامون کی مصلحت کو نہ سمجھوگے اس لئے تم صبر نہ کرسکوگے اور حضرت موسیٰؑ نے صبر کا وعدہ کرلیا تھا مگر پھر بھی حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہوا۔

یامثلاً حسب روایات شیعہ حضرت یوسفؑ کو اپنی بادشاہی کی شان و شوکت دیکھکر یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم حضرت یعقوبؑ سے مرتبہ مین افضل ہین اسی وجہ سے جب وہ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے استقبال کو آئے تو گھوڑے سے اترکر پیادہ نہ ہوئے حالانکہ یہ خیال حضرت یوسفؑ کا غلط تھا اور اسکی سزا مین نور نبوت اون سے نکل گیا۔ اور پھر اونکی اولاد مین بھی کوئی پیغمبر پیدا نہ ہوا یہ روایت جلد اول مین نقل ہوچکی ہے۔

یامثلاً ماریہ قبطیہؓ کے پاس جریح قبطیؓ کی آمد و رفت پر بدگمانی ہوئی تو رسولؐ نے علیؑ کو جریحؓ کے قتل کے لئے بھیجا چنانچہ تفسیر صافی مین تفسیر سورہ نور مین تحت آیت

نے عروہ بن زبیر سے یہ قصہ کسطرح نقل کیا اسکا کوئی انکار نہین کرتا [illegible]
مین مذکور ہونے کا یہ نتیجہ نہین ہوسکتا کہ جو کچھ حضرت عائشہؓ نے نقل کیا وہ بالکل
واقع کے تھا بمقتضاے بشریت اس معاملہ مین غلط فہمی حضرت عائشہؓ سے ہوئی یہ
اونکے مناقب اور فقاہت کے خلاف نہین اس لیے کہ قرائن خارجی سے کبھی نتیجے
نکالنے مین کبھی معصومین سے بھی غلطی ہوجاتی ہے —

حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور سے واپس آئے تو بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی مین پایا اور
حضرت ہارونؑ پر یہ الزام لگادیا کہ اونھون نے میرے حکم کی اچھی طرح تعمیل نہین کی
اور یہ خیال اونکے دل مین یہانتک جمگیا کہ غضبناک ہوکر حضرت ہارونؑ کی داڑھی
پکڑکر کھینچنے لگے حالانکہ ہارونؑ بالکل بے قصور تھے۔ یہ غلط فہمی صرف خیال حضرت
موسیٰؑ کو قرائن موجودہ کے دیکھنے سے ہوا تھا۔

یا مثلاً حضرت موسیٰؑ کو توریت کی تختیون مین بہت سے علوم دیکھکر یہ خیال پیدا
ہوا کہ میرے پاس سب علوم جمع ہوگئے۔ حالانکہ خضرؑ کے پاس بعض علوم ایسے تھے
جو حضرت موسیٰؑ کے پاس نہ تھے چنانچہ تفسیر صافی[1] مین ہے۔

فی المجمع عن الصادق قال کان عند الخضر علم لم یکتب لموسیٰ فی الالواح وکان موسیٰ یظن ان جمیع الاشیاء التی یحتاج الیہا فی تابوتہ وان جمیع العلم کتب لہ فی الالواح —

مجمع البیان مین صادقؑ سے منقول ہے کہ خضرؑ کے پاس ایسا علم تھا جو موسیٰؑ کی تختیون مین مکتوب نہ تھا اور موسیٰؑ کا یہ گمان تھا کہ جتنی چیزون کی حاجت ہے وہ سب میرے صندوق مین بند ہین اور تمام علم میری الواح مین ہے

[1] تفسیر صافی مطبوعہ طہران تفسیر سورہ کہف صفحہ [illegible]

اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جریج کو مجرم قابل قتل سمجھ لیا تھا اور اپنی بی بی ماریہ قبطیہ رض کو بھی مجرم سمجھا تھا یہ خیال صحیح نہ تھا۔

یا مثلاً جناب سیدہ کو یقین ہو گیا کہ علی باوجود قوت کے میری مدد نہیں کرتے اور انھوں نے حالت غیظ و غضب میں وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین میں یوں منقول ہے ہمچو جنین در رحم الخ حالانکہ جناب سیدہ رض کا یہ خیال بگمان حضرات شیعہ صحیح نہ تھا۔

اسی لئے اونھوں نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو قرآن کافی ہے جس طرح جریج کی حالت دیکھکر علی یہ سمجھ گئے تھے کہ اب اسکا قتل مقصود نہیں اسکی حالت پر رسول کو اطلاع کر دینا کافی ہے اسی طرح عمر بھی (لن تضلوا بعدہ) کے قرینہ سے یہ سمجھ لئے کہ جو کچھ رسول لکھواتے ہیں وہ ہم کو معلوم ہے رسول کو اسکی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھ میں غلطی ہوگی تو رسول دوبارہ حکم کریں گے ورنہ شدت مرض میں رسول کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے قطع نظر اسکے کاغذ اور دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تھا کہ رسول یہ معلوم کرکے بہت خوش ہونگے کہ جو کچھ میں لکھوانا چاہتا تھا وہ انکو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پا چکے کہ اب ان کو اور کچھ بتانے کی حاجت نہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اب کوئی نیا حکم نہوگا اسلئے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی بالفرض اگر نیا حکم ہوگا تو رسول اس جواب پر ساکت نہ رہیں گے اس لئے کہ تبلیغ احکام رسول پر واجب ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اللہ کا حکم نازل ہو اور کسی وجہ سے رسول اوس کی تبلیغ ملتوی کر دیں۔ یہ رائے عمر رض کی نہایت صحیح تھی اسیلئے کہ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ جب بعض لوگوں نے اس رائے سے اختلاف کرکر جھگڑا کیا تو رسول نے اپنے پاس سے اوٹھا دیا۔ اگرچہ ابن عباس رض کی رائے اسکے مخالف تھی اور وہ اس تحریر کے ملتوی ہوجانے کو بڑی مصیبت سمجھتے تھے مگر اونکی یہ رائے صحیح نہ تھی اس لئے کہ عمر کی رائے کو رسول نے قبول کر لیا پھر لکھوانے کا قصد نکیا۔ پس اگر عمر رض پر یہ طعن کیا جاوے کہ اونھوں نے رسول کے حکم کی تعمیل نہ کی تو یہ الزام زیادہ تر علی پر عائد ہوگا اس لئے کہ وہ اس کی تعمیل کے زیادہ تر مستحق تھے اور پھر بھی اونھوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور دوسرا الزام اونپر یہ ہے کہ قتل جریج کے حکم کی تعمیل نہ کی اگر یہ کہو کہ رسول دوبارہ قتل جریج کا حکم کرتے تو علی اوسکی تعمیل پر آمادہ تھے تو جواب یہ ہے کہ رسول اگر دوبارہ لکھنے کا حکم کرتے تو عمر بھی دوات کے لکھنے پر آمادہ تھے۔ اگر یہ کہو کہ علی کو یہ معلوم تھا کہ جریج کا قتل مقصود نہیں بلکہ اوسکی حالت کا اظہار مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ عمر کو بھی یہ معلوم تھا کہ لکھوانا مقصود نہیں ہے بلکہ ہماری زبان سے یہ مضمون ادا کرانا مقصود ہے کہ ہم نے

افک کے امام باقر علیہ السلام سے جو روایت نقل کی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ رسول نے علی کو بھیجا اور یہ حکم کیا کہ جریج کو قتل کرو علی تلوار لیکر گئے جریج بھاگا اور ایک درخت پر چڑھکر نیچے گرا جس مین اُسکا ستر کھلگیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکے بدن مین نہ مرد کی علامت ہے نہ عورت کی۔ تب علی[۱] رسول کے پاس آئے اور یہ پوچھا کہ مین آپکے حکم کی تعمیل کرون یا تامل کے ساتھ تحقیق کرون تو رسول نے فرمایا کہ تامل کے ساتھ کام کرو تب اونھون نے جریج کی حالت ظاہر کی اُسوقت رسول اللہ نے فرمایا الحمد للّٰہ الذی صرف عنا السوء اھل البیت یعنی حمد اس اللہ کے لئے جس نے ہمارے اہل بیت سے برائی دور کر دی۔

---

[۱] اس روایت سے دو فائدے اور بھی ثابت ہوتے ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو آخر مین فرمایا کہ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت سے برائی دور کر دی اس مین لفظ اہل بیت سے ازواج مطہرات مراد ہین پس جب لفظ اہل سے بی بی مراد ہوئی تو آیۂ تطہیر مین بھی لفظ اہل بیت سے بی بیان مراد ہونگی۔

دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ رسول نے جو خاص علی کو قتل جریج قبطی کا حکم کیا تھا اُسکو اونھون نے ایسا واجب نہ سمجھا کہ ہر صورت مین ادا کیا جائے بلکہ جریج کی حالت دیکھکر بغیر تعمیل حکم واپس آئے اور پھر استفسار کیا آخر معلوم ہوا کہ اُس حکم کی تعمیل مین غور و فکر کی ضرورت تھی یہی حالت اُس حکم کی ہے جو رسول نے مرض الموت مین فرمایا تھا کہ کاغذ اور دوات لاؤ مین ایسا مضمون لکھدون کہ اُسکے بعد تم گمراہی مین نہ پڑو۔ یہ حکم اگرچہ عام تھا لیکن اگر غور کیا جائے تو زیادہ تر اُس کی تعمیل کے مستحق علی تھے اس لئے کہ داماد رسول تھے اگر لکھنے کا سامان رسول کے گھر مین ہوگا تو اونہین کو معلوم ہوگا کہ کہان رکھا ہے اگر باہر سے لانے کی ضرورت تھی تو سب سے قریب علی کا گھر تھا اس لئے کہ اونکے گھر کا دروازہ مسجد مین کھلا تھا مگر جناب امیر نے اس حکم کی کچھ بھی پرواہ نہ کی البتہ عمر سمجھ گئے کہ رسول یہ لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑو۔

اگر جناب امیر حسن تدبیر سے اونکو دفع کرنا چاہتے تو وہ مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہوجاتا چنانچہ نہج البلاغت مین ہے۔

ومن کلام له علیه السلام بعد ما بویع بالخلافة	اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کا جبکہ اونسے خلافت کی بیعت کی گئی۔

اور عتاب کے ساتھ لائے اور آیت (یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك) نازل کی تب رسول نے ولایت علی کی تبلیغ کی۔ آپ انصاف کے ساتھ ان دونون قصون کا مقابلہ کرکے فرماؤ کہ حکم کی تعمیل نکرنے کا الزام کس مین زیادہ ہے یہ وہی رسول ہین کہ جنھون نے نہایت ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اونکے معبود بتون کی برائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پروا نہ کی اب قوت اسلام کے زمانہ مین مسلمانون سے اونکو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نکرسکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اونکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کئے تھے وہ اونکو یاد رہے۔

اصول کافی کی کتاب الحجہ باب ما نص اللہ مین ایک طویل روایت منکحہ ہے اوس مین صرف اوسی قدر قصہ ہے جو غدیر خم مین واقع ہوا تھا اوس مین یہ بھی ہے کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسول کا دل تنگ ہوگیا اور خوف ہوا کہ کہین لوگ دین سے پھر نہ جاوین اور اس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا۔

افسوس ہے کہ رسول نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بھی سب کچھ خبر ہے وہ حکیم اور علیم ہے پھر اونکو اللہ کا حکم پہونچانے مین کیا تردد تھا۔ اللہ کے حکم کو بار بار رد کرنا اور اس مین یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرین گے ورنہ ادا نہ کرین گے اطاعت نہین بلکہ سرکشی ہے اگر محافظت کا وعدہ نازل نہوتا تو رسول اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے۔ جب نبی معصوم کا یہ حال تھا تو اب عمر پر کیا طعن ہے علمائے شیعہ اس باب مین سخت حیران ہین کہ رسول معصوم نے اللہ کے حکم کو بار بار رد کیون کیا خلیل قزوینی نے صافی ترجمہ کافی مین جو تاویل ذکر کی ہے وہ یہ ہے۔

میل رسول علیه السلام این بود که شاید که تصریح وتفسیر ولایت در قرآن شود واکتفا بسنت نشود	رسول علیہ السلام کی خواہش یہ تھی کہ شاید تصریح اور تفسیر حکم ولایت کی قرآن مین نازل ہوجاوے فقط سنت پر اکتفا نہ رہے۔

بھلا یہ تاویل کیونکر صحیح ہوگی اللہ کے کامون مین رسول کو کیا دخل تھا اللہ کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے قرآن مین بیان کرے جسکو چاہے نہ بیان کرے کیا اس تاویل سے رسول کو بار بار اللہ کے حکم کا رد کرنا

یا مثلاً جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو جن بلوائیوں نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ یکایک اور ایسے مسلط ہوگئے کہ جناب امیرؑ اونکے ہاتھ مین بالکل مجبور تھے اسیوجہ سے نہ قتل عثمانؓ کا قصاص لے سکے نہ اُس مفسد گروہ کو کچھ سزا دے سکے اُس جماعت کی کثرت دیکھکر جناب امیرؑ نے اونکی قوت بڑی سمجھ لی تھی اور اپنے آپکو اونکے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اسی وجہ سے جو کچھ وہ چاہتے تھے جناب امیرؑ کو مجبوری سے وہی کرنا پڑتا تھا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تھا

کو کبھی نہ چھوڑینگے اس لئے کہ اوسکو کافی سمجھتے ہین۔ اگر یہ کہو کہ یہ جواب غلط تھا اس لئے کہ درحقیقت قرآن کافی نہین تو جواب یہ ہے کہ جب یہ معلوم تھا کہ نیا حکم نازل نہین ہوا ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ بالفرض نیا حکم ہوگا تو رسول دوبارہ ضرور حکم کرینگے پس یہ جواب بہت صحیح تھا۔

قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات مین سے نوان معجزہ یہ لکھا ہے۔

والتاسعۃ وجود مایحتاج العباد الی علمہ من اصول دینہم وفروعہ	اور نوان معجزہ نظم قرآن کا یہ ہے کہ اوس مین وہ سب چیزین موجود ہین جنکے علم کی بندون کو حاجت ہے اصول دین اور فروع دین سے۔

ذرا حضرت سلمان کا وہ قول بھی یاد کیجئے جو جلد اول مین مذکور ہو چکا جسمین اونھون نے اُن لوگونپر اعتراض کیا تھا جنھون نے قرآن چھوڑکر حدیث پر عمل شروع کیا تھا۔

اب عمرؓ کے اس قصہ کے ساتھ اُس قصہ کا مقابلہ کرو جب رسولؐ کو اللہ نے یہ حکم کیا تھا کہ ولایت علیؑ کا حکم امت کو سنادو تفسیر صافی مین سورہ مائدہ مین بذیل آیت (یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک) بحوالہ احتجاج طبرسی امام باقر علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے اُس مین یہ بھی ہے کہ حجۃ الوداع مین جب رسول اللہ نے موقف مین وقوف کیا تو جبریل اللہ کی طرف سے یہ حکم لائے کہ ولایت علیؑ کی تبلیغ کردو یہ سنکر رسول کو اپنی قوم سے خوف پیدا ہوا اور جبریل سے کہا کہ اللہ سے یہ کہو کہ ان لوگون سے میری محافظت کی ذمہ واری کرے اور اسکے بعد رسول منتظر ہے کہ جبریل محافظت کا وعدہ لیکر آوین اور اس حکم کی تبلیغ ملتوی کردی جب مسجد خیف مین پہونچے تو پھر جبریلؑ یہ حکم لائے کہ ولایت علیؑ کی تبلیغ کردو مگر محافظت کا وعدہ نہ لائے جب کراع الغمیم مین پہونچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہے تو پھر جبریل یہی حکم لائے مگر محافظت کا وعدہ نہ لائے تب رسولؐ نے جبریلؑ سے کہا کہ مجکو خوف ہے کہ میری قوم مجکو جھٹلادیگی اور علیؑ کے باب مین میرا قول نہ مانیگی یہ کہکر رسول نے وہان سے بھی کوچ کیا جب غدیر خم مین پہونچے تو جبریل پانچ گھڑی دن چڑھے محافظت کا وعدہ بڑی جھڑکی

ف یعنی جسطرح تم جانتے ہو کہ یہ لوگ سزا دینے کے لایق ہین مین بھی یہی جانتا ہون اور اسی خیال مین ہون - شرح میسم مین لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کے دل مین تھا کہ کسیطرح اونکو سزا دون -

ولکن کیف لی بقوۃ والقوم المجلبون علی حد شوکتہم } اور لیکن مجھ مین قوت کہان ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پر ہے -

---

رسول پر اس سے بڑھکر الزام عائد ہوگا (معاذ اللہ منہا) اب قصہ قرطاس مین ایک بحث اور باقی رہی اور وہ یہ ہے کہ جب صحابہ مین بحث ہو رہی تھی اور ایک فرق کہتا تھا کہ کاغذ دوات لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض کے وقت تکلیف مت دو اسوقت بعض لوگوں نے یہ کہا -

ما شانہ اہجر استفہموا } رسول کا کیا حال ہے کیا جدا ہو گئے غور کرو

ان کہنے والونکا نام معلوم نہین کہ وہ کون کون تھے پس اگر اس عبارت سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہین ہو سکتا - ہجر کے معنی جدائی کے بہت مشہور ہین اور اس لفظ کو سنکر اول یہی معنی ہر شخص کی سمجھ مین آتے ہین - کہنے والونکا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایسا فرماتے ہین کیا آپکی وفات کا وقت قریب آگیا اور ہم سے جدا ہو گئے اس معنی پر کوئی طعن نہین - لفظ ہجر کے ایک دوسرے معنی بھی ہین یعنی شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو مشتبہ باتین نکلتی ہین اونکو بھی ہجر کہتے ہین وہ کئی قسم ہو سکتی ہین ایک یہ کہ مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سننے والون کی سمجھ مین اچھی طرح نہ آوے - دوسرے یہ کہ مریض کو ہوش نہو اور بلا قصد اسکی زبان سے باتین نکلین - اسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ عبارت مذکورہ مین ہم لفظ ہجر کے معنی جدائی کے لین اور کلام مریض کے لین - بالفرض اگر کلام مریض کے معنی مراد ہون تو قسم اول مراد ہوگی یعنی آپکا کیا حال ہے کیا آپکی باتین سمجھ مین نہین آتین اچھی طرح سمجھو - اس صورت مین بھی کسی طعن کی گنجایش نہین -
بالفرض اگر یہ معنی مراد لئے جائین کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرتے ہین تو یہ کلام اُس فرق کا ہوسکتا جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یعنی وہ دوسرے فرق سے کہتے تھے کہ کیوں نہیں لکھواتے کیا رسول کی یہ باتین بیہوشی کی ہین؟ یعنی یہ بیہوشی کی باتین نہین ہین ضرور لکھواؤ - اکثر روایتوں مین ہمزہ استفہام موجود ہے جہان نہین وہان محذوف مانا جاویگا - بالفرض اگر کلام بیہوشی مراد لیا جاوے اور یہ

وقال له قوم من الصحابة لو عاقبت قوما قوما ممن يجلب على عثمانؓ فقال يا اخي تا لا اني لست اجهل ما تعلمون	اور اوس سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائیو مین واقف نہین ہون اُس سے جو تم جانتے ہو

جایز ہوگیا۔ یہان سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ رسول کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن مین نہ تھا۔
نہایت عجیب امر یہ ہے کہ یہ حکم بہت مدت پہلے نازل ہوچکا تھا مگر رسولؐ اوسکی تبلیغ کو ٹال رہے تھے چنانچہ
ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب کی جلد دوم مین ذکر حجۃ الوداع مین لکھا ہے۔

وپیشتر نیز درین باب وحی برآن حضرت نازل شدہ بود ولیکن مشتمل بر توقیت وتاکید نبود باین سبب حضرت تاخیر نمود کہ مبادا درمیان امت اختلاف حادث شود۔	اور پہلے بھی اس باب مین وحی حضرتؐ پر نازل ہوئی تھی لیکن اوسمین تبلیغ ولایت کا کوئی وقت مقرر نہین تھا اور نہ تاکید تھی اس سبب سے حضرت نے ٹالدیا کہ امت مین کہین اختلاف نہو جائے۔

اب غور کیجیے کہ اگرچہ تبلیغ رسالت رسول پر واجب تھی مگر اس حکم کو مدتون تک اس حیلہ سے ٹالا کہ خدا نے اس حکم مین تبلیغ کا نہ کوئی وقت مقرر کیا نہ تاکید کی جب بہت تقاضا ہوگا دیکھا جائیگا جب حجۃ الوداع مین بمقام موقف تاکید ہوئی تو وعدہ محافظت کی شرط لگائی بار بار جبرئیلؑ کو آمد ورفت کی مصیبت مین ڈالا آخر غصہ اور عتاب کی نوبت پہنچی اور رسول کی ضد سے مجبور ہوکر چار و ناچار خدا کو وعدہ محافظت کرنا پڑا۔
یہ لطیفہ بھی سننے کے قابل ہے کہ اگرچہ بہت سی دشواریون کے بعد رسول نے اللہ کے غصہ سے مجبور ہوکر حکم خلافت علی سُنا دیا مگر مرض الموت مین پھر اونکی نیت بدل گئی تھی اور عباس کو اپنا وصی اور وارث بنانا چاہتے تھے یہی نشانی خلافت کی تھی لیکن جب عباس نے نامنظور کیا تب علی کو وارث اور وصی بنایا اور اپنے کپڑے اور ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ حوالے کیے اگر عباس وصی ہونا قبول کرلیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ اونہین کو ملتے جو نشان امامت وخلافت تھے۔ یہ قصہ اصول کافی کی کتاب الحجہ مین باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول مین بتفصیل مذکور ہے۔
پس امامت علیؑ کا حکم ایسا تھا کہ رسول آخر وقت تک اسکی مخالفت کی کوشش کرتے رہے شاید رسولؐ کے اسی خیال نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا اور اسی خیال کو مستحکم کرنے کے لئے رسول نے یہ امر تقدیری سُنا دیا تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ خلیفہ ہونگے۔
لیکن بعض قرطاس مین جو الزام عمرؓ پر یاد لیا جاتا ہے اگر اس کو تسلیم کیا جاوے تو امر ولایت کی تبلیغ مین

دہمکانے لگے طلحہ اور زبیر انھین کی دہمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے انہین بلوائیون نے جناب امیر کو فوجکشی پر مجبور کیا اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کی طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی مگر انھین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے یکایک لڑائی چھیڑدی اور کشت و خون شروع کردیا جسکی وجہ سے چارونا چار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔

امیر معاویہؓ سے جو لڑائیان ہوئین اونمین بھی بنا رمخاصمت یہی تھی کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔

اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اونکو سزا دینے کا قصد مصمم کرلیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے کبھی نہ پیش آتے اور مسلمانون مین باہم کشت و خون نہ ہوتا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معویہؓ جسطرح خلفاء ثلاثہ کے مطیع رہے جناب امیر کے بھی مطیع رہتے اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت ہنوتی جو ہوئی۔

افسوس کہ جناب امیر اُن مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہؓ اور زبیرؓ اور صفین مین معویہ سے لڑے اور یہ نکیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معویہؓ کو ساتھ لیکر اون بلوائیون سے لڑتے اسکی وجہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیرؓ نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا۔

یا مثلاً جناب امیر نے اُن لوگون کو جنھون نے بہت سا ہجوم کرکے اونسے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجھ لیا چنانچہ خطبہ شقشقیہ کے آخر مین وہ فرماتے ہین کہ

یملکوننا و لا نملکھم۔	وہ ہمپر قابو رکھتے ہین اور ہم اونپر قابو نہین رکھتے
قد ثارت معھم عبدانکم	بیشک جمع ہوگئے ہین اونمین غلام تمھارے اور ملگئے
والتفت الیھم اعرابکم وھم	ہین اونکے ساتھ صحرائی لوگ۔ اور وہ تمہارے
خلالکم یسومونکم ماشاؤا	درمیان ہین ہین مجبور کرتے ہین تم کو جس امر پر چاہتے
ھل ترون موضعا لقدرۃ	ہین کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام
علی شیء ترید ونہ	پر جسکا تم ارادہ کرتے ہو۔

شرح میسم مین لکھا ہی کہ قتل عثمانؓ کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیر کی طرف سے یہی تھا اور حاصل اس عذر کا یہ ہوا کہ پوری قدرت قصاص لینے کی حاصل نہ تھی جناب امیرؑ کی اس غلط فہمی کی کہ اونھون نے اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا بڑھتے بڑھتے یہانتک نوبت پہنچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو

کلام اوسی فریق کا مانا جاوے جو لکھوانے کی ضرورت نہین سمجھتے تھے اور استفہام بھی مانا جاے تو شاید اونھون نے یہ خیال کیا ہوگا کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرنا عوارض مرض سے ہے اور جسطرح مرض کے دوسرے عوارض رسول پر طاری ہوتے ہین اسیطرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہی لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول سے نہین نکلینگی پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اسوجہ سے اونکی زبان سے نکلگیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسولؐ کا یہ فرمانا کہ کاغذ دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوا دون جو تم کو گمراہی سے بچاوے۔ منافی شان نبوت نہ تھا اور ایسے کلام کا بلا قصد رسول کی زبان سے نکلجانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہوجاتے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول کی زبان پر نہین آتے تب اونکی خطا ثابت ہوگی۔ وہ معصوم نہ تھے اور رسول کی شدت مرض دیکھکر اوس وقت بدحواس بھی تھے اللہ سے امید مغفرت ہے ۱۲

یا مثلاً جنگ صفین میں جب لشکر معاویہ کی طرف سے قرآن علموں میں باندھکر دکھائے گئے جس میں یہ اشارہ تھا کہ اے مسلمانو آپس میں مت لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کردو جو قرآن کے موجب فیصلہ کر دے۔ سوقت ابتدا میں جناب امیر کی رائے یہ تھی کہ ہرگز ثالثی نکیجائے اور غضب میں آکر آپنے فرمایا کہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اُس سے باطل مراد لیتے ہیں اور تمام لشکر سے آپ نے فرمایا کہ ہرگز ثالثی پر راضی نہ ہونا چاہیئے۔ اس رائے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر کی (جو باعتقاد شیعہ خطاے اجتہادی سے بھی معصوم تھے) رائے بدلی اور ثالث مقرر کرنے پر راضی ہو گئے پس بعض خیالات سے دہوکہا کھاکر جو جناب امیر نے اپنی رائے بدلدی اور ثالثی مقرر کردی یہ جناب امیر کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے میں جناب امیر کے لشکر میں سے ایک گروہ خارجی ہو گیا اور یوں کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہم کو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو اب ہم نہیں جانتے کہ تمہاری پہلی رائے صحیح تھی یا دوسری رائے بہتر ہی مگر اس رائے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تم کو خود اپنی امامت میں شک ہی

نہج البلاغت[1] میں لکھا ہی کہ اُسوقت جناب امیر نے کف افسوس ملکر یہ فرمایا۔

هذا جزاء من ترك العقدة | یہی ہی سزا اُسکی جس نے چھوڑدی رائے مستحکم

شرح میسم میں یہ بھی لکھا ہی کہ جناب امیر کی رائے بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیر میں سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُس نے جناب امیر سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسی طرح قتل کردینگے جیسے ہم نے

[1] شرح میسم شرح نہج البلاغت کا یہ فقرہ جو جناب امیر کا کلام ہی اور اسکے علاوہ یہ تمام تتمہ شرح میسم سے ماخوذ ہی۱۲

اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہ ہوتے اور مددگارون کے موجود ہوجانے کی وجہ سے حجت پوری نہ ہوجاتی تو مین خلافت کو کبھی قبول نہ کرتا یہ دہوکا جناب امیر کو اسوجہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہ خیال جناب امیر کا بالکل غلط تہا اور بعد کو ظاہر ہوگیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تھے چنانچہ امتحان کے وقت اونکی حالت ظاہر ہوگئی اونہین کی وجہ سے جناب امیر اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا اوپر ذکر ہوچکا۔ نہج البلاغت[1] مین ہے کہ جناب امیر اون سے مخاطب ہوکر یون فرماتے تھے۔

قاتلکم اللہ لقد ملاءتم قلبی قیحا وشحنتم صدری غیظا	غارت کرے تم کو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے۔

دوسرا کلام جناب امیر کا اونکی نسبت نہج البلاغت[2] مین یہ مذکور ہے۔

اللّٰھم انی قد مللتھم و ملونی وسئمتھم وسئمونی فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی	اے اللہ مین نے اونکو ملول کردیا اور اونھون نے مجھکو ملول کردیا اور مین نے اونکو عاجز کردیا اور اونھون نے مجھکو عاجز کردیا۔ پس بدل دے تو میرے لئے اونکے عوض بہتر قوم اونسے اور بدل دے اونکے لئے میرے عوض مین زیادہ شر والا مجھسے۔

پس قول مین جناب امیر نے کسیقدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ اونکو میسر نہ آیا جس مین یہ وہم پیدا نہ ہوتا۔

---

[1] شرح میسم ج ۹ [2] شرح میسم ج ۹ ۱۲

وقت کو ٹالدیا اور آیندہ اوسکا کوئی وقت مقرر نہ کیا۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام باقر وغیرہ ائمہ نے نااہلون سے اس رازکو ظاہر کیا تہا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے رازکہنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دہوکا کھایا اور اہل و نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلط فہمی تھی۔

یا مثلاً امام باقر کو جو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیّب نعمت غیر مترقبہ ملگیا تھا جسکے کھانے والے کے لئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنّت واجب ہوجاتی تھی اوسکو جناب امامؑ نے ایک اپنے غلام کے پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اس کو امانت رکھ مین تناول کرونگا مگروہ غلام نافرمان اور خاین اس مال طیّب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا۔ پس امام نے جو اس کو امین سمجہا تھا یہ اونکی غلط فہمی تھی۔

من لایحضرہ الفقیہ مین باب المکان للحدث مین لکھا ہے۔

دخل ابو جعفر الباقر الخلاء فوجد لقمۃ نبذ فی القذر فاخذھا وغسلھا ودفعھا الی مملوک معہ وقال یکون معک لاکلھا اذا خرجت فلما خرج قال للمملوک این اللقمۃ قال اکلتھا یا ابن رسول اللہ۔	داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑہ جو گو مین پڑا تھا تو اوٹھالیا اسکو اور دہویا اور ایک غلام کے حوالے کردیا جو اونکے ساتھ تہا اور فرمایا کہ یہ ٹکرا تیرے پاس رہے۔ جب مین نکلونگا تو اس کو کھاؤنگا۔ پھر جب امام پاخانہ سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ اے ابن رسول اللہ مین اسکو کھا گیا

عثمانؓ کو قتل کر دیا پس جناب امیر نے اپنی راے چھوڑ کر اونہین کی راے اختیار کی۔
اب غور کرو کہ جب خلیفہ مفسدونکی دہمکیون سے ایسا ڈر جاتے تو اوس سے خلافت کا
انتظام کیا ہو سکے کثرت فضائل و مناقب دوسری چیز ہی اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ
دوسری چیز ہے۔ اس مین کچھ شک نہین کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی
تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی راے کی
جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ
بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اونکے اصحاب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف
تھے ابتدا مین خلافت کی مصیبت سے اونکو بچایا تہا وہ جانتے تھے کہ جناب امیر کی
حالت کے مناسب یہی ہی کہ کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور
آزادی دیجاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسایا جاوے چنانچہ یہ راے صحابہ کی
ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہو گا جس نے خلفاے ثلثہ کے
عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیر کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہو گا
جناب امیر نے جو اپنی راے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اس سے یہ بھی ظاہر
ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمان کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے۔

یا مثلاً اصول کافی کے باب کراہۃ التوقیت مین مذکور ہی کہ جب اللہ نے خروج
مہدی کے لئے سنہ ۷۰ مقرر کئے تھے تو امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے
فرمایا کہ ہمنے تم کو اسکی خبر کر دی اور تمنے اس راز کو مشہور کر دیا اس لئے اللہ نے ابہا

زمین کربلا تک عبور فوج کے لئے سڑکین بناتے ہونگے خبر رسانی کے لئے ٹیلیگراف قایم کیا ہوگا زخمیون کے لئے اسپتال بناتے ہونگے) جب وہ ملائکہ زمین کربلا مین پہنچے تو امام حسینؑ شہید ہو چکے تھے۔ اوسوقت اللہ سے اُن ملائکہ نے شکایت کی کہ اگر ہمارے پہنچنے سے پہلے امام حسینؑ کا خاتمہ کردینا منظور تھا تو ہم کو اجازت کیون دی تھی تو اونکو یہ حکم ملا کہ اب تم اونکی قبر پر بیٹھے ہوے رویا کرو جب وہ قبر سے نکلین تو اونکی مدد کیجیو۔ پس ملائکہ نے جو یہ سمجھا تہا کہ اللہ نے ہم کو مدد کی اجازت دی ہے تو ضرور ہم کو مدد کرنے کا موقع ملے گا اور ہم جب تک سامان جنگ درست کرکے کربلا تک پہونچین گے اوس وقت تک جناب امام ضرور زندہ ہونگے یہ اونکی غلط فہمی تھی یہ قصہ اصول کافی[1] کے باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئا الا بعہد من اللہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسطرح منقول ہے۔

ان الحسین علیہ السلام قرء صحیفۃ التی اعطیھا وفسر لہ ما یاتی بنعی ویقی فیھا اشیاء لم تقض فخرج للقتال وکانت تلک الامور التی بقیت ان الملائکۃ سالت اللہ فی نصرتہ فاذن لہا

امام حسین علیہ السلام کو جو صحیفہ عطا ہوا تھا وہ اونہون نے پڑہا اونکے لئے اوس مین تفسیر تھی آنے والی باتون کی معہ خبر مرگ کے اور باقی رہ گئین تھین اُس صحیفہ مین بہت سی چیزین جو ابھی پوری نہین ہوئین تھین۔ پھر نکلے امام حسین قتال کے لئے۔ اور تھے وہ امور جو باقی رہ گئے تھے یہ کہ ملائکہ نے اللہ سے اجازت چاہی تھی امام حسین کے مدد کرنے کی تو اللہ نے اونکو

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۱۷۲

فقال انہا ما استقرت فی جوف احد الا وجبت لہ الجنۃ فاذہب فانت حر فانی اکرہ ان استخدم من اہل الجنۃ	امام نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدے مین مگر واجب ہو جاویگی اوس کے لئے جنت ۔ پس چلا جا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لون جو جنت والا ہو ۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب ائمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو آپ فرمائے کہ رسول نے اور ائمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلالؓ اور قنبرؓ وغیرہ اونکی کیا حالت ہو گی ۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے ۔

تعجب ہے کہ شیعیان امام سنت امام کو چھوڑ کر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذاے لطیف اور لقمہ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خرما و ہم ثواب ہے لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مفت ملتی ہے ۔

یا مثلاً کبھی ملائکہ سے بھی غلط فہمی ہوتی ہے چنانچہ شہادت حسینؑ سے پہلے ملائکہ نے اللہ سے اجازت حاصل کی تھی کہ حسینؑ کی مدد کرین ملائکہ یہ سمجھتے تھے کہ جب اللہ نے ہم کو مدد کی اجازت دی ہے تو ضرور ہم کو مدد کرنے کا موقع ملے گا چنانچہ ملائکہ نے سامان جنگ درست کرنے کے لئے کسیقدر توقف کیا (شاید زنگ آلودہ ہتھیار تیز کرتے ہونگے رسد کے اہتمام کے لئے باربرداری کے جانور اور غلہ بہم پہنچاتے ہونگے آسمان سے

جنت

مدد کرنے کا حکم کیا تھا اب فرشتے نہ آئین تو اللہ پر کیا الزام۔ پھر اگر فرشتون کو یہ الزام دیا جائے کہ تمنے دیر کیون کی تو اونکا جواب یہ ہو کہ بغیر درستی سامان کے فرشتے آتے تو کیا کرسکتے تھے۔ درحقیقت حسینؑ کے معاملے مین اسوجہ سے تساہل ہوگیا کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہؑ نے بار بار اونکی بشارت رد کی تھی اور جناب سیدہؑ نے بہت سی رد وکد کے بعد رضامندی ظاہر کی اور پھر ایسی ناراض ہوگئین کہ اونکا حمل اور تولد ناگوار تھا۔ پس جب حسینؑ مظلوم کے معاملے مین رسولؐ اور جناب سیدہؑ کی نگاہین پھری ہوئی تھین پھر اونکے معاملے مین فرشتے تساہل نکرتے تو اور کیا کرتے۔

یا مثلاً علماے شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کبھی بعض انبیا نے گمان غالب کے اعتبار پر کوئی حکم کردیا ہے لیکن وہ غلط ہوگیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور سے واپس آنے کا وعدہ تیس دن کا کیا تھا مگر وہ غلط ہوگیا۔ خلیل قزوینی نے صافی[1] ترجمہ کافی کے باب کراہۃ التوقیت مین لکھا ہے۔

موسیٰ کلیم اللہ عالم الغیب نہ تھے گمان غالب کے اعتبار پر وعدہ کیا تھا وہ گمان اونکا غلط ہوگیا۔	موسی کلیم اللہ عالم الغیب نبود وعدہ از روی ظن کردہ وظن او غلط شد۔

یا مثلاً علمائے شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ اور انبیا اور ائمہ سے کبھی یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ جس کام کا وقت ابھی دور ہے اوس کو سمجھ لیتے ہین کہ جلدی ہونے والا ہے یا جس کام کا وقت جلد ہے اوس کو سمجھ لیتے ہین کہ دیر مین ہونے والا ہے صافی[2] ترجمہ کافی باب البداء مین لکھا ہے۔

---

[1] صافی مطبوعہ لکھنؤ کتاب الحجہ جزء ۴ حصہ ۲ صفحہ ۱۸ [2] صافی مطبوعہ لکھنؤ کتاب التوحید جزء دوم صفحہ ۲۳

فمکثت تستعد للقتال حتی تاھب لذ لك حتی قتل فنزلت وقد انقطعت مدتہ وقتل علیہ السلام فقالت الملائکۃ یا رب اذنت لنا فی الانحدار واذنت لنا فی نصرتہ فانحدرنا وقد قبضتہ فاوحی اللہ الیھم ان الزموا قبرہ حتی تروہ وقد خرج فانصروہ وابکوا علیہ۔

اجازت دیدی پس ٹھیرے ملائکہ کہ تیار ہوتے تھے لڑائی کیلئے اور ساما ان درست کرتے تھے جنگ کے لئے اتنے مین قتل ہوگئے حسینؑ۔ پھر ملائکہ اوترے اور ختم ہو چکی تھی عمر حسینؑ کی اور قتل ہو چکے تھے حسین علیہ السلام تو ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہم کو اجازت دی تھی اوترنے کی اور تو نے ہمکو اجازت دی تھی حسین کی مدد کرنے کی پس ہم اوترے اور تو نے اونکی روح قبض کر لی تو اللہ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی کہ حسینؑ کی قبر پر ہر وقت موجود رہو اوسوقت تک کہ تم حسینؑ کو دیکھو کہ قبر سے نکلے تو اونکی مدد کیجیو اور اب روتے رہو حسین پر

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسطرح ملائکہ کو غلط فہمی ہوئی اسی طرح حسین علیہ السلام سے بھی غلط فہمی ہوئی۔ جلد اول مین مفصل مذکور ہو چکا ہے کہ نصر فرشتہ جو اونکی مدد کے لئے نازل ہوا تھا اوسکی مدد اونھون نے قبول نہین کی اسکی وجہ شاید یہی تھی کہ اپنے صحیفہ سے اونکو یہ خبر بھی ملی تھی کہ ملائکہ کا لشکر مدد کے لئے نازل ہوگا پس وہ اسی خیال پر اس مدد کے منتظر رہے لیکن تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود کا مضمون ہو گیا۔ اب اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ نے معرکہ کربلا مین حسینؑ کی جان کیون نہ بچائی اور ظالمون کو دفع کیون نہ کیا تو اُسکا معقول جواب یہ ہے کہ اللہ نے فرشتون کو

ترجمہ	فارسی
ملائکہ اور ارواح اُس کتاب کو لیکر شب قدر مین نازل ہوتی ہین اُس کتاب کے ذریعے سے اللہ امام کے جو اعتقادات چاہتا ہی باطل کر دیتا ہی اور جو نئے اعتقادات چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔	تا سال دیگر نازل شوند بآن کتاب ملائکہ و روح در شب قدر بر امام زمان اللہ تعالے باطل میکند بآن کتاب انچہ راکہ می خواہد از اعتقادات امام خلایق و اثبات میکند در وانچہ کہ می خواہد از اعتقادات۔

جسمین احکام نئے ہوتے ہین اقوال نئے اعتقادات بدل جاتے ہین ہر سال نئے		ہر شب قدر مین نازل نئی ہوتی ہی کتاب حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے

یہ بیان اُن خطاؤن کا تھا جنمین غلطی کا قصد نہین کیا جاتا بلکہ بمقتضائے بشریت غلطی ہو جاتی ہی مگر علماء شیعہ نے تو اس سے بڑھکر یہ بھی تصریح کی ہو کہ انبیاء جبتک اللہ کی کسیقدر مخالفت نکرلین اوسوقت تک وہ ذلت عبودیت کا اقرار نہین کرتے اسلیئے اللہ کبھی پیغمبرون کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہی تاکہ کوئی گناہ کرلین۔ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] مین بیان قصہ داؤد علیہ السلام مین لکھا ہے۔

ترجمہ	فارسی
پیغمبرون سے گناہ نہین ہوتا لیکن انسان کی کمال کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہی کہ اپنے عجز اور ذلت کا اقرار کرے اور یہ اقرار اُسوقت تک حاصل نہین ہوتا جبتک کچھ مخالفت نہ کرلے اسلیئے اللہ کبھی انبیا کو اور اپنے دوستون کو اونکی حالت پر چھوڑ دیتا ہی کہ کوئی گناہ جو مکروہ یا ترک اولیٰ ہو	از پیغمبران گناہ صادر نمی شود لیکن چون نہایت مرتبہ کمال انسانی اقرار بعجز و ناتوانی و تذلل ست و این معنی بدون صدور فی الجملہ مخالفتے حاصل نمیشود لہذا حق تعالے گاہے انبیا و دوستان خود را بخود می گزارد کہ مکروہے یا ترک اولائے

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۰۲

گاه باشد ملائکه و رسل و اوصیا ظن وقوع چیزے مؤخر اکنند واو تقدیم کند و گاه باشد که ظن وقوع چیزے مقدم ماکنند واو تاخیر کند۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ ملائکہ اور رسول اور ائمہ کسی چیز کی نسبت یہ گمان کرلیتے ہین کہ دیر مین واقع ہوگی اور اللہ اوسکو جلدی کردیتا ہی اور کبھی ہوتا ہی کہ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کا گمان کرلیتے ہین اور اللہ اوس مین دیر کرتا ہے۔

یا مثلاً علمای شیعہ نے یہ تصریح کی ہی کہ بدا کے معنی یہ ہین کہ امام کو جو پہلے سے غلط فہمی ہوگئی ہے وہ رفع ہوجاوے چنانچہ صافی[1] ترجمہ کافی مین باب البدا مین لکھا ہے۔

بدا مستلزم محو گمان امام ست اگر گمان کرده باشد خلاف مقتضای آن بدا۔

بدا کا حاصل یہ ہی کہ امام نے جو خلاف واقع کے کوئی گمان کرلیا ہے وہ رفع ہوجاوے۔

یا مثلاً علمای شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ہر سال امام کے اعتقادات بدلا کرتے ہین اور جو اعتقادات پہلے سے حاصل ہین اونمین بعض کی غلطی ظاہر ہوجاتی ہے اور بعض نئے اعتقادات سکھائے جاتے ہین جو پہلے سے حاصل نہ تھے اور یہ تغیر و تبدل بذریعہ ایک کتاب کے ہوتا ہی جو ہر سال لیلۃ القدر مین نازل ہوتی ہے چنانچہ خلیل قزوینی نے صافی[2] ترجمہ کافی مین باب البدا مین لکھا ہے۔

برای ہر سال کتابے علیحده ست مراد کتابی آست [illegible] آن تفسیر احکام حوادث که محتاج الیه امام ست

ہر سال کے لئے علیحدہ کتاب ہی جسمین اون امور کی وضاحت ہوتی ہی جسکی دوسرے سال تک امام کو حاجت ہوگی

[1] صافی ترجمہ کافی کتاب التوحید جزو دوم صفحہ ۲۲۰ [2] صافی ترجمہ کافی مطبوعہ لکھنؤ کتاب التوحید جزو دوم صفحہ ۲۲۹

افسوس کہ حضرات شیعہ کو ایسی روایات کے لکھنے سے شرم نہین آتی اس فرقہ کو جناب سیدہ سے کمال محبت کا بڑے غلو کے ساتھ دعوی ہی اور باینہمہ کیسی بیرحمی اور سنگدلی کا عیب اونپر لگایا معذرت کے بعد قصور معاف نکرنا کیسی بے مروتی ہی۔ بالفرض اگر جناب سیدہ نے قصور معاف نہ کیا تو نکرین۔ آخرت کی حکومت اونکے اختیار مین نہ ہوگی بلکہ غفور الرحیم کے اختیار مین ہوگی وہ خوب جانتا ہی کہ ان دونون نے کیسی معذرت کی اور اُسکے مقابلے مین جناب سیدہ نے سنگدلی اور بیرحمی اختیار فرمائی جو مومن کی شان سے بعید ہے۔ بہرحال جب اونھون نے معذرت کرلی تو اونپر کوئی الزام باقی نہ رہا۔ اہل انصاف جانتے ہین کہ یہ روایت ہرگز قابل قبول نہین ورنہ جناب سیدہ پر بڑا طعن عائد ہوتا ہی۔ حضرات شیعہ کو اس روایت کے تصنیف کرنے سے ابو بکرؓ اور عمرؓ پر یہ الزام لگانا مقصود تھا کہ جناب سیدہ نے باوجود اونکی معذرت کے اونکا قصور معاف نہ کیا اس سے اونکو کیا غرض کہ اس مین جناب سیدہ کی نسبت کیسی بیرحمی کی صفت ثابت ہوگئی۔ رفتہ رفتہ علمای شیعہ بھی اس قباحت کو سمجھ گئے اور اب وہ اسکے مقابلے مین ایک دوسری روایت پیش کرتے ہین جس کو ہم میثم بحرانی کی شرح نہج البلاغت[1] سے نقل کرتے ہین۔

انہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثنی وصلی علی رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنۃ خیر الآباء واللہ ما عدوت رأی رسول اللہ	ابو بکرؓ نے جب جناب سیدہ کا کلام سنا تو ابو بکر نے اللہ کی حمد بیان کی اور ثنا کی اور رسول پر درود پڑھا پھر کہا کہ اے افضل عورتون کی اور بیٹی اُس باپ کی جو سب مین افضل ہی مین نے رسول اللہ کی رائے کے

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ص ۳۵ -

ازایشان صادر گردد۔	اون سے صادر ہو جاوے۔

	گناہ کیون نکرتی شوق سے نبی و ولی کہ ہی مخالفت حق کمال انسانی	

پس جب انبیا اور ائمہ اور ملائکہ کی غلط فہمیون کا یہ حال ہی تو اگر بمقتضای بشریت ام المومنین عائشہ رض سے بھی اس معاملہ مین غلط فہمی ہو گئی تو کوئی محل طعن نہین ہو سکتا۔

اب فرض کرو کہ جناب سیدہ فی الواقع خفا ہوئین تو اس مین ابو بکر رض کا کیا قصور ابو بکر رض کا فعل تو یہ تھا کہ اونھون نے رسول کی حدیث بیش کی اور اوسپر عمل کیا۔ اگر اسمین جناب سیدہ کی ناراضی ہو جاتے تو ابو بکر کیا کرین کیا حضرات شیعہ کا یہ مطلب ہی کہ ابو بکر رض جناب سیدہ کی خاطر سے حدیث پر عمل چھوڑ دیتے۔

کبھی معصومین مین بھی باہم رنج ہو جاتا ہی جسمین کسیکا قصور نہین ہوتا جیسے موسیٰ اور ہارون مین ہو گیا۔

جناب سیدہ کا غصہ ابو بکر پر جو بخاری کی اُس روایت سے ثابت کیا جاتا ہی اُسکو جناب سیدہ کے اوس غصہ سے مقابلہ کرو جو الفاظ "ہجو جنین درحم" الخ سے جناب امیر پر ظاہر ہوا۔ یہ الفاظ درشت جس غصہ کی خبر دیتے ہین وہ آخر وقت تک رفع نہین ہوا اور اسکے بعد دونون کا ساتھ رہنا تعلق زوجیت اور بیماری کی مجبوری سے تھا۔

شیعون کی بعضی روایتون مین یہ ہی کہ جناب سیدہ کے آخر وقت مین ابو بکر رض اور عمر رض نے جناب امیر کے توسط سے اپنا قصور معاف کرانا چاہا جناب سیدہ نے اپنے حضور مین بلا لیا مگر ان دونون نے ہرچند معذرت کی قصور معاف نہ کیا۔

فقال ابوبکر صدقت یا ابنة رسول الله وصدق علی وصدقت ام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمن وذلک ان لک ما لابیک کان رسول الله یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل منه فی سبیل الله ولک علی الله ان اصنع بها کما کان یصنع فرضیت بذلک واخذت العهد علیه به وکان یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعده کذلک الی ان ولی معویة فاقطع مروان ثلثها بعد الحسن ثم خلصت له فی خلافته وتداولها اولاده الی ان انتهت الی عمر بن عبد العزیز

تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اے رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور ام ایمنؓ نے بھی سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور عبدالرحمن نے بھی سچ کہا۔ اور اسکا تصفیہ یہ ہے کہ جو تیرے باپ کے لئے تھا وہی تیرے لئے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فدک سے تمھارا قوت رکھ لیتے تھے اور باقی کو تقسیم کردیتے تھے۔ اور اوٹھاتے تھے اوس مین سے اللہ کی راہ مین۔ اور مین تیرے لئے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین وہی کرونگا جو رسول کرتے تھے تو اسپر فاطمہ راضی ہوگئین اور فدک مین اسی پر عمل کرنے کا ابوبکرؓ سے عہد لیلیا اور ابوبکرؓ فدک کی پیداوار کو لیتے تھے اور جتنا اہل بیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیجدیتے تھے۔

پھر ابوبکرؓ کے بعد اور خلفا نے بھی یہی کیا۔ یہانتک کہ حاکم ہوئے معاویہؓ تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنالیا پھر اپنی خلافت کے زمانہ مین اپنے لئے خاص کرلیا۔ اور مروان کی اولاد کے پاس رہا یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز

ولا عملت الا بامره فقلت
فأبلغت واغلظت فاهجرت
فغفر الله لنا ولك -
اما بعد فقد دفعت آلات رسول
الله ودابته الى علیؑ واما ما
سوی ذلك فانی سمعت رسول الله
یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث
ذهبا ولا فضة ولا ارضا
ولا عقارا ولا دارا ولکنا نورث
الایمان والحکمة والعلم والسنة
وعملت بما امرنی ونصحت فقالت
ان رسول الله قد وهبها لی
قال فمن یشهد بذلك فجاء علی
بن ابی طالب وام ایمن فشهدا
لها بذلك -
فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن
بن عوف فشهدا ان رسول الله کان یقسمها

تجاوز نہین کیا اور نہین عمل کیا مین نے مگر رسول کے
حکم پر بیشک تمنے گفتگو کی اور بات بڑھا دی اور سختی
اور ناراضی کی اب اللہ معاف کرے ہمارے لئے اور
تمھارے لئے - اسکے بعد یہ ہے کہ مین نے رسول کے
ہتھیار اور سواری کے جانور علیؑ کو دیدئے اور لیکن جو
کچھ اسکے سوا ہی اس مین مینے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوے
سنا ہی کہ ہم جماعت انبیا نہ سونے کی میراث دیتے
ہین نہ چاندی کی نہ زمین کی نہ کھیتی کی نہ مکان کی اور
لیکن ہم میراث دیتے ہین ایمان اور حکمت اور علم اور
سنت کی اور عمل کیا مین نے اوسپر جو مجھکو حکم کیا تھا
اور مین نے نیکنیتی کی ہے تو جناب سیدہ نے فرمایا
کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجھکو ہبہ کر دیا ہے -
ابو بکرؓ نے کہا اسپر گواہ کون ہے - تو آے علی بن
ابی طالب اور ام ایمن ان دونون نے فاطمہ کے لئے
گواہی ہبہ کی دی - پھر آے عمرؓ بن خطاب اور
عبد الرحمن بن عوف اونھون نے یہ گواہی دی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے

لے دیتے تھے کسی کو ہتھیار یا زاد راہ دینا پڑتا تھا۔ ہر جہاد مین بہت سے لوگون کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتے تھے اصحاب صفہ کی بہت کچھ خبرگیری کرتے تھے حاصل یہ ہے کہ سلطنت کے جتنے مصارف ہوتے ہین سب اسی مین سے ہوتے تھے۔ صدقہ کا مال جو آتا تھا وہ فوراً مستحقین پر تقسیم ہو جاتا تھا کوئی ذخیرہ اوس مین سے نہین رہتا تھا قطع نظر اسکے تمام ضروریات سلطنت مصرف زکوٰۃ نہ تھے رسول کی بیبیون کا نفقہ اور بنی ہاشم کا وظیفہ بھی اوس مین سے ادا نہین ہو سکتا تھا۔

یہ آمدنی ان تمام مصارف کے مقابلے مین ایسی تھوڑی تھی کہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عسرت رہتی تھی یہ سب زمینین بہ تعلق حیثیت سلطنت اور جہاد کے حاصل ہوئین تھین اسی لئے یہ سلطنت کے مصارف کے لئے تھین رسول اللہ نے اونکو ذاتی ملکیت نہین بنایا تھا بلکہ اللہ کا مال اللہ کی راہ مین خرچ کرتے تھے یا بنظر ظاہر یون سمجھو کہ سلطنت کا مال تھا اور چونکہ خرچ بہت اور آمدنی بہت تھوڑی تھی اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصارف مین بہت کفایت کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ازواج مطہرات کو بھی شکایت رہتی تھی بنی ہاشم مین سے ہر ایک کو اوسیقدر دیتے تھے جتنا ممکن اور مناسب ہوتا تھا۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام حد سے زیادہ عزیز تھین مگر اونکی بھی پوری کفالت نہین کرسکتے تھے۔

ابو داؤد مین جو منجملہ صحاح اہل سنت ہی یہ روایت موجود ہی کہ فدک کو جناب سیدہ نے مانگا تھا رسولؐ نے انکار کردیا۔ وجہ اسکی یہی تھی کہ گو جناب سیدہ کیسی ہی عزیز ہون مگر اللہ کے وہ کام جسمین روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت تھی اونسے زیادہ عزیز تھے۔

فردها الی خلافتہ علی } کے پاس پہنچا تو اوسنے اپنی خلافت کے زمانہ مین
اولاد فاطمہ ۔ } فدک کو اولاد فاطمہ پر رد کر دیا۔

اس روایت کے ملاحظہ کے بعد نہ غصب فدک کی شکایت باقی رہی نہ ناراضی اور خفگی کا وجود رہا اور اس طعن کی جڑ کٹ گئی۔

اصل قصہ بحث فدک کا یہ ہے کہ بعض قطعات جو مسلمانون کے حملے کے وقت کافرون نے مغلوب ہو کر بغیر لڑائی کے مسلمانون کو دیدئے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجتون کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھ لئے تھے جس مین ایک فدک تھا جو مدینہ سے تین منزل ایک گانون تھا اوسکی نصف زمین یہودیون نے بطور صلح کے دیدی تھی اسکے علاوہ سات قطعے مدینہ سے ملحق تھے وہ بھی یہود بنی نضیر سے ملے تھے انکے علاوہ بھی بعض قطعات تھے خیبر جسکو جہاد مین فتح کیا تھا وہان سے پانچوان حصہ حق رسول ملتا تھا جہاد مین سے جو غنیمت کا مال آتا تھا اوس مین سے بھی حق رسول ملتا تھا یہی رسولؐ کی آمدنی تھی یہی اونکی سلطنت کا خزانہ تھا اپنا خرچ بھی اوس مین سے کرتے تھے اور تمام بنی ہاشم کو بھی کچھ کچھ دیتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ صدقہ لینا اونکو جائز نہ تھا حاجتمندون کو بھی اسی مین سے دیتے تھے۔ قافلے کے قافلے مہمانونکے اور بادشاہون کے سفیر جو آیا کرتے تھے اونکی مہمانی بھی اسی مین سے ہوتی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کو تشریف لیجاتے تھے تو سواری اور ہتھیار اور زرہ اور زادراہ وغیرہ بھی اسی مین سے تھا اسکے علاوہ جہانتک ہو سکتا تھا اور مجاہدین کی بھی مدد کرتے تھے کسی کو گھوڑا یا اونٹ مول

اصول کافی[1] کی کتاب العلم میں ہے ۔

عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثہم	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انبیا کے وارث علما ہین اور یہ اس لئے کہ انبیا نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین اور نہین میراث دی انھون نے مگر حدیثین

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت ابو بکرؓ سے کی اور یہ منصب عظیم انکے سپرد ہوا تو جناب سیدہؓ اور عباسؓ نے اُس تمام جائداد مین میراث کا دعوی پیش کیا ازواج مطہرات نے بھی یہی قصد کیا تھا مگر اس حدیث کو سنکر رک گئین اُس وقت ابو بکرؓ پر عجیب مشکل تھی ۔ جناب سیدہ کے خلاف مراد جواب دینا بھی دشوار تھا اور اگر اس تمام جائداد پر وارثون کو قبضہ دیدین تو ضروریات سلطنت کا انجام کہان سے ہو عرب کی اتنی بڑی سلطنت اور بجز اس جائداد کے اور کوئی خزانہ یا سرمایہ نہ تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ جدا ہو گئے تھے مگر اونکے تمام مصارف اوسی طرح باقی تھے تمام ازواج مطہرات کو نفقہ دینا ضروری تھا ۔ بنی ہاشم کے ساتھ بھی کچھ سلوک کرنا ضرور تھا اس لئے کہ وہ صدقہ سے روکے گئے تھے سلطنت کے مہمانون کی ضیافت ۔ غیر ملکی سفیرون کی مدارات ۔ اپنی طرف سے بھی جابجا سفیرون اور قاصدون کے بھیجنے کی ضروریات ۔ مجاہدین کا سامان ۔ ملازمون کی تنخواہ ۔ محتاجون کی اعانت ۔ اور اسکے علاوہ سلطنت کی ضرورتین بے انتہا تھین جنکا حصر نہین ہو سکتا ۔ ذرا انصاف سے غور کرو کہ اگر کسی تہی دست کو تخت سلطنت

---

[1] اصول کافی مطبوعہ صـ۱۲

ایک مرتبہ جناب سیدہ نے اپنے ہاتھوں کے آبلے دکھائے جو روٹی پکانے اور چکی پیسنے سے پڑ گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب میں تسبیح انکو بتادی۔

شیعوں کی روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں جناب سیدہ حسنین کو لائیں تھیں کہ ان دونوں کو کچھ میراث دیجئے اسوقت بھی آپ نے میٹھی باتوں میں ٹالدیا۔ خصائل[1] ابن بابویہ میں ہے ــــ

اتت فاطمہ بنت رسول اللہ فی شکواہ الذی توفی فیہ فقالت یارسول اللہ ھذان ابنان فورثھما شیئا قال اما الحسن فان لہ ھیبتی واما الحسین فان لہ جرأتی	جناب سیدہ رسول کے پاس مرض الموت میں تشریف لائیں اور کہا کہ یہ دونوں بچے ہیں انکو کچھ میراث دیجئے تو رسول نے فرمایا کہ حسن کو میری ہیبت اور حسین کو میری جرأت ملے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی تمنا تھی کہ اگرچہ نبوت ختم ہو چکی مگر یہ الٰہی سلطنت میرے بعد اسی طرح قایم رہے اور اس جائداد کی آمدنی اسیطرح ضروریات سلطنت میں صرف ہوتی رہے اس لئے کہ اس سلطنت کے تمام مصارف اللہ کے کام تھے اور اللہ کے وعدہ کے بموجب رسول کو یہ بھی معلوم تھا کہ آیندہ برکت کا چشمہ اسی سلطنت سے جوش کرنے والا ہے پس آپ نے یہ فرما دیا تھا کہ انبیا کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ اللہ کا مال ہے یہ حدیث اکثر صحابہ کو معلوم تھی عباسؓ اور علیؓ کو بھی معلوم تھی مگر بمقتضائے بشریت سہو ہو گیا تھا ابو بکرؓ کے یاد دلانے سے یاد آگئی اس حدیث کے مضمون کا پتہ شیعوں کی روایتوں میں بھی ملتا ہے چنانچہ

[1] خصال ابن بابویہ مطبوعہ طہران صہ ۳۹

عمدہ ظاہر ہونے والا تھا۔ ابوبکرؓ کو یہ معاملہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا مگر علیؑ نے اوسوقت بھی یہی معاملہ کیا جب یہ سلطنت عظیم الشان سلطنت ہوچکی تھی اور جناب امیرؑ کے مقرر کیے ہوئے عامل زیاد اور ابن جارود وغیرہ دونوں ہاتھوں سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے یہ تصفیہ کیا اور کسی نے ناپسند نہین کیا اسکے بعد پھر ایسی صورت واقع ہوئی کہ جناب امیر اور عباسؓ نے عمرؓ کے زمانہ مین بصورت دیگر دعوی پیش کیا تفصیل اس دعوی کی منقول نہین مگر قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسول ہے تو اسکے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسولؐ ہونے چاہئین اسکے جواب میں عمرؓ نے اول تو قبضہ دینے مین عذر کیا جب اونھون نے دوبارہ آکر اصرار کیا تو عمرؓ نے رسول کے سات بلشاح جو مدینہ مین صدقہ رسول کہلاتے تھے حوالے کر دیئے۔ چنانچہ عباس اور علی نے ان باغون پر قبضہ کر لیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ باہم جھگڑا پڑا اور ایک مرتبہ دونون لڑتے ہوے عمرؓ کی مجلس مین آتے اور عباسؓ نے عمرؓ سے مخاطب ہو کر یون کہا کہ اے امیر المومنین میرا اور اس کاذب آثم غادر خائن کا فیصلہ کرا دیجیے یہ کلمات عباسؓ کی زبان سے نہایت جوش غضب مین علی کی نسبت نکلے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان جسپر بحد غضا ہوتا ہے اوسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اوس کی زبان سے نکلجاتے ہین مگر معنی حقیقی اوسکے ہرگز مراد نہین ہوتے بلکہ جوش غضب کا اظہار ہوتا ہے جیسے جناب سیدہ کے کلمات اشتملت مشیمۃ الجنین الخ اسیطرح بتقاضائے بشریت

حوالہ کردیا جاے اور خزانہ کا ایک حبہ بھی اُس کو نہ دیا جائے اور وہ ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کیجے تو اب فرماے کہ وہ سلطنت کا انتظام کیونکر پورا کرے ابوبکر نے اس مشکل کے ہر پہلو پر غور کرکے رسول اللہ کا جو منشا تھا اوسی کو پورا کرنا مقدم سمجھا اور اللہ پر توکل کرنے رسول کی حدیث سنادی اور یہ کہدیا کہ اس جائداد کی آمدنی جسطرح رسولؐ صرف کرتے تھے اوسی طرح مین بھی صرف کرونگا سر مو تجاوز نکرونگا۔ یہ جواب سنکر جناب سیدہؓ نے بھی اس حدیث کی تکذیب نہین کی البتہ ابوبکر نے جناب سیدہ کی خدمت مین نہایت ادب سے عرض کیا کہ میرا جو کچھ مال ہے وہ حاضر ہے اسکی تفصیل ملہ اول مین مذکور ہوئی ہے ابوبکرؓ نے نہایت نیک نیتی سے رسول کا منشا پورا کرنے کا قصد کیا اور سمجھ لیا تھا کہ اگر جناب سیدہ ناراض بھی ہونگی تو اللہ ناراض نہ ہوگا۔ اب اگر یہی فرض کر لو کہ جیسا بخاری کی روایت سے ثابت ہے اوسیطرح جناب سیدہ ناراض ہوگئین تب بھی قیامت کے دن وہ ضرور راضی ہوجائینگی۔ عرب کی سلطنت جو تمام جہان مین اللہ کا دین پھیلانے اور کلمہ توحید کو غالب کرنے کیلیے قائم ہوئی تھی اُسکے کام اوس کے آمدنی ہی اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے ازواج مطہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی مین سے تھا اگر یہ جائداد جناب سیدہؓ کو حوالے کردیجاتی تو اوسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی البتہ اوسوقت کے بعد رفتہ رفتہ یہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہوگئی کہ تمام جہان اس نے مسخر کرلیا اور یہین سے ثابت ہوگیا کہ ابوبکر کی رائے نہایت صائب تھی اور بیشک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین جسکا نتیجہ یہ ہوا

عباسؓ نے علیؓ کو کہے تھے وہ عمرؓ نے ابوبکرؓ پر اور اپنے اوپر بھی الزاماً عائد کر لیئے تاکہ علیؓ کو تسکین ہو جائے عباسؓ نے جو کلمات علیؓ کو کہدیئے حالانکہ علیؓ اُن عیوب سے بالکل پاک تھے اس سے عمرؓ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کارروائی کرے خواہ وہ کارروائی حق ہو مگر تم اوسکو کاذب آثم غادر خاین کہدیتے ہو چنانچہ علیؓ نے کوئی ظلم اور خیانت نہین کی مگر اونکی کارروائی جو عباس کی مرضی کے خلاف تھی اونکو کاذب آثم وغیرہ کہدیا۔

پس اس سے لازم آیا کہ جب ابوبکرؓ نے معاملہ میراث مین تمہارے خلاف فیصلہ کیا اور حدیث لانورث سنائی تو تمنے گویا اونھین بھی ایسا ہی کہا اور جب مینے بھی یہی کہا تو گویا تمنے مجھکو بھی یہی کہا جیسے علیؓ کو کہا حالانکہ ہم دونون کا فیصلہ حق تھا۔ اصل مقصود اس تقریر سے عباسؓ کی ملامت اور علیؓ کی تسکین تھی اور یہ سمجھا دینا منظور تھا کہ جسطرح عباسؓ نے تمہاری نسبت یہ لفظ کہدیئے ایسا اختلاف تو اونسے ہم دونون بھی کر چکے ہین پس ہماری نسبت وہ اس سے پہلے کہہ چکے ہین۔ اب تم کو کوئی شکایت نہین چاہیئے اس لئے کہ تم دونون کی یہ عادت ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اوس کو تم ایسا کہدیا کرتے ہو یہ مقصود نہین تھا کہ عباسؓ یا علیؓ نے فی الواقع ایسے کلمات ابوبکر یا عمرؓ کو کہے تھے بلکہ یہ الزام دینا مقصود تھا کہ عباس نے جو کلمات علیؓ کو کہے اوس سے یہ لازم آتا ہے کہ گویا ہم دونون کو بھی یہی کہا۔

حضرات شیعہ نے اس طعن کو زیادہ سخت کرنے کے لئے بڑے زور شور سے یہ بھی تصنیف کر لیا کہ رسولؐ نے فدک فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا اسپر بھی ترقی کر کے یہ کہتے ہین کہ خدا کی طرف سے

عباسؓ کی زبان سے جو یہ کلمے حضرت علیؓ کی نسبت نکلے اسمین بھی ہرگز عباسؓ کا یہ مقصود
نہ تھا کہ علیؓ مین درحقیقت یہ عیب موجود ہین بلکہ جوش غضب مین یہ الفاظ زبان سے نکلگئے
عمرؓ نے اسکے جواب مین اول تو حدیث لانورث یاد دلائی جسکا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر نے
فرمایا ہے کہ ہمارے مال مین میراث جاری نہوگی اور جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہے اس
حدیث کی ان دونون نے اور تمام اہل مجلس نے تصدیق کی پھر اس جائداد کو جسطرح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اُسکا ذکر کیا سب نے اوسکی بھی تصدیق کی پھر عمرؓ نے اُن
دونون سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم دونون نے رسول کے انتقال کے بعد ابوبکرؓ سے اس طرح
میراث مانگی کہ اے عباسؓ تم اپنے چچا کے مال مین سے میراث چاہتے تھے اور علی اپنی بیبی
کی طرف سے باپ کے مال مین میراث چاہتے تھے جب ابوبکرؓ نے میراث نہ دی تو تم نے
اوسے کاذب آثم غادر خاین سمجھا حالانکہ اللہ جانتا ہی کہ ابوبکر کا فیصلہ سچا تھا اوس کے
بعد تمنے مجھو بھی ایسا ہی سمجھا حالانکہ میرا جواب بھی وہی تھا جو درحقیقت حق تھا پھر مین نے
تم کو یہ باغ دیدئے اور تم سے یہ عہد لے لیا ہی کہ تم اسکو اوسیطرح خرچ کرو جیسے رسول خرچ کرتے
تھے اگر تم اس عہد پر قایم نہین تو واپس کردو اسکے سوا مین کوئی اور فیصلہ نہین کرسکتا۔
حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی یہ عجیب حکیمانہ تقریر اونکے باہمی اصلاح کے لئے تھی اگرچہ کلمات
درشت فقط عباسؓ نے کہے تھے مگر خطاب مین علیؓ کو بھی شامل کرلیا تاکہ عباس کو یہ ناگوار
نہو کہ ملامت فقط ہم کو کی علیؓ کو نہ کی علاوہ اسکے علی کو یہ سمجھا دینا بھی مقصود تھا کہ جیسی
عباسؓ کے مزاج مین سختی ہی تمھارے مزاج مین بھی ہی تم دونون کا ایک سا حال ہی۔ جو کلمات

سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی مگر تعجب تو یہ ہے کہ جبرئیل جس عطیہ کی سند لیکر آئے وہ تھوڑی
سی بے حقیقت زمین تھی اسپر طرہ یہ ہے کہ وہ بھی جناب سیّدہ کو نصیب نہوئی اور اوسکے بعدین کی مہر
مین جناب امیر کا نام بھی درج ہے ان حضرات شیعہ نے یہ بھی تو خیال نکیا کہ یہ آیہ مکی ہے اور فدک مدینہ مین
ملا تھا پھر یہ جوڑ کیونکر صحیح ہوگا شیعہ کہتے ہین کہ یہ روایت سُنیون کی کتابون مین بھی موجود ہے حالانکہ
سُنّیون کی کسی ایسی کتاب مین ہرگز اسکا پتہ نہ لگیگا جسمین روایتین معہ سند کے منقول ہوتی ہین یا بفرض
کسی غیر معتبر کتاب مین ہو تو اوسکے راوی شیعہ غالی اور کذاب ہونگے۔
تعجب ہے کہ ہبہ کے وقت رسولؐ نے دو مردون کو اس ہبہ پر گواہ بھی نہ کرلیا کہ دعوی ہبہ کے وقت گواہی دیتے
شیعون کا ایک طعن یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے جناب سیّدہ کے گھر جلانے کا قصد کیا تھا۔ مدار اس طعن کا
ایک روایت پر ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ
کچھ لوگ جناب سیّدہ کے گھر مین جمع ہوکر یہ مشورہ کیا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ سے خلافت چھین کر علی کو خلیفہ
بنا دین عمرؓ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ جناب سیّدہ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ تمام مخلوق مین سب سے زیادہ
محبوب ہمکو تمہارے باپ تھے اور اونکے بعد سب سے زیادہ محبت ہم کو تم سے ہے لیکن یہ امر اس بات کا مانع نہین کہ
اگر یہ لوگ تمھارے پاس جمع ہوے تو مین یہ حکم کرونگا کہ اونپر گھر جلا دیا جائے چنانچہ اسکے بعد جب وہ آئے جناب سیّدہ
نے اونسے کہدیا کہ عمرؓ قسم کھا گئے ہین کہ تمپر گھر جلا دینگے بیشک جو اونھون نے قسم کھائی ہے اوس کو
وہ پورا کرینگے تم یہان سے چلے جاؤ اور اب مت آئیو۔
اس روایت کا کتب صحاح مین کہین پتہ نہین کسی محدث نے اوسکی تصحیح کی راوی اوسکے مجہول ہین کسی دوسری
روایت سے اس مضمون کی تصدیق نہین ہوتی جس کتاب مین یہ روایت ہے اوسمین ہر ایک قسم کی روایتین ہین

قرآن کی آیت میں یہ حکم نازل ہوا تھا چنانچہ اصول کافی میں امام موسی کاظمؑ سے روایت ہے۔

قال ان اللہ لما فتح علی نبیہ فدک فانزل اللہ علی نبیہ وآتِ ذا القربیٰ حقہ فلم یدر رسول اللہ من ھم فراجع فی ذلک جبرئیل وراجع جبرئیل ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ	امام نے فرمایا کہ جب اللہ نے اپنے نبی پر فدک فتح کرادی تو اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی (اور دے قرابت والے کو اوسکا حق) تو نہ سمجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ کون ہیں۔ تو رجوع کیا اس میں جبرئیل سے اور رجوع کیا جبرئیل نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہ کی طرف دفع کردو۔

چنانچہ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلا کر فدک بڑے اہتمام سے ہبہ کیا اور اونھوں نے اس ہبہ کو قبول کیا۔

کیا یہ امر کچھ عجیب نہیں ہے کہ پیغمبر اپنے اقربا کو بھی نہیں جانتے تھے اللہ ایسے کلام سے خطاب کرے کہ پیغمبر اوسکا مطلب بھی نہ سمجھیں۔ حضرات شیعہ نے اہل بیت کے حق میں جتنے احکام تصنیف کئے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ پیغمبر کو اونکا ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا ہے۔ بشارتِ حسینؑ کی یہی حالت ہوئی۔ ولایتِ علیؑ کی تبلیغ میں بھی کئی مرتبہ ردوبدل ہوئی۔ آیۃ انما ولیکم اللہ کا مطلب بھی کوئی نہ سمجھا۔ یہی حالت عطاے فدک کی ہوئی۔ عرب کا ہر بچہ اس آیت کا مطلب سمجھ سکتا تھا مگر افسوس کہ پیغمبر نہ سمجھے۔ آیت کا مطلب صاف تھا کہ ہر قرابت والے کا حق صلہ رحم ادا کر یعنی ہر قریب کے ساتھ احسان کر پھر اسمیں پیغمبر کو تامل کیوں ہوا۔

اللہ کی طرف سے اگر ایسے اہتمام کے ساتھ عطیہ ہوتا تو اللہ کی سخاوت میں کیا کمی تھی سلطنت

سلہ اصول کافی کتاب الحجۃ مطبوعہ لکھنؤ ص۲۴۲

یستخلفنهم فی الارض

نظیر الشیعہ

جلد سوم

شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ

قرآن کی عدالت کا فیصلہ

مطبع

[illegible] مراد آباد باہتمام قاضی محمد فہیم الدین صاحب [illegible]

کہ جھوٹی بڑی باتیں لکھو جو ذہن قطع نظر اسکے نادر الوجود ہونیکی وجہ سے اس کتاب میں بھی تحریف کا احتمال ہے اسلیے
یہ قصہ ہم کو مسلم نہیں اور جس طعن کا مدار ایسی غیر معتبر روایت پر ہو وہ قابل جواب نہیں ۔

بفرض تسلیم عمر نے یہ کہا کہ اونپر گھر جلا دونگا یہ نہیں کہا کہ جناب سیدہ کا گھر اونپر جلا دونگا اور ظاہر ہے
کہ تہدید فقط اونکو کی تھی نہ جناب سیدہ اور جناب امیر کو پھر جناب سیدہ کے گھر جلانے سے کیا تعلق تھا حالانکہ
درحقیقت اونپر بھی گھر جلانا مقصود نہ تھا بلکہ اس محاورہ کا استعمال فقط ڈرانے اور دھمکانے کیلیے تھا

بیان سابق سے یہ مضمون بہت اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ جناب امیر کو خلافت ابی بکر سے تعرض کرنا
ہرگز منظور نہ تھا اور جب عباس اور ابوسفیان نے جب یہ رائے دی تھی تو جناب امیر نے اس خیال کو فتنہ بتایا تھا
بلکہ جناب امیر اس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اونکی خلافت سے انحراف کرے ۔ پس ظاہر ہے کہ جو لوگ
خلافت ابی بکر کی مخالفت کی رائے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیر کی رائے کے مخالف ہونگے ۔
پس عمر نے ان لوگوں کو دھمکایا جو جناب امیر کی رائے کے مخالف تھے کیا عجب ہے کہ جناب امیر نے خود ہی
عمر سے یہ تحریک کی ہو کہ ان لوگوں کو دھمکا دو تاکہ ہمارے گھر میں فساد کے مشورہ کے لیے جمع نہ ہوا کریں

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ التزام یہ تھا کہ ہر جلد ۱۲ جزو یعنی ۱۹۲ صفحہ کی ہو لیکن چونکہ بحث فدک ناتمام رہتی تھی اسلیے
جلد ثانی میں ایک جزو بڑھانا پڑا ۔ بقیہ خطبہ شقشقیہ جلد ثالث میں مذکور ہوگا ۔ اس جلد میں
نہج البلاغت کی عبارتیں جسقدر مذکور ہیں وہ میثم بحرانی کی شرح کبیر یا ترجمہ ملا فتح اللہ سے
منقول ہیں چنانچہ ہر جگہ منقول عنہ کا پتا بتا دیا گیا ہے ۔

الحمد للہ کہ جلد ثانی کتاب نصیحۃ الشیعہ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۳ ہجری مطابق
سنہ ۱۸۹۵ء میں مطبع اعتشامیہ مرادآباد مطبوع ہو کر تمام ہوئی

ثم تمثل علیہ السلام بقول الاعشی

شتّان ما یومی علی کورھا

و یوم حیّان اخی جابر

پھر بطور مثال کے جناب امیرؑ نے اعشی شاعر کا شعر پڑھا۔ بڑا فرق ہے میرے اُس دن مین جو مین پشت ناقہ پر تھا ۔ اور میرے آج کے دن مین کہ مین حیّان برادر جابر کے پاس ہون

ف یہ شعر اعشی شاعر کی تصنیف ہے اس شاعر پر اول پریشانی تھی جابجا تلاش معاش مین مارا مارا پھرتا تھا اوسکے بعد ایک امیر عرب کا مصاحب ہوگیا جسکا نام حیّان تھا اور اوس کے بھائی کا نام جابر تھا وہان خوب عیش و عشرت سے گذرنے لگی اس مضمون کو اوس نے اس شعر مین بیان کیا ہے کہ ایک میرا وہ وقت تھا کہ مین ناقہ پر سوار ہوکر جابجا پریشان پھرتا تھا ایک آج کا دن ہے کہ حیّان برادر جابر کے پاس عیش مین ہون - ان دونون زمانون مین بڑا فرق ہے پہلا زمانہ بڑی مصیبت کا تھا اور اب زمانہ بڑے عیش کا ہے ـــ

چونکہ خلیفہ ثانی کے زمانہ مین جہاد بہت ہوے اور فتوحات کثیرہ حاصل ہوئین اور مال غنیمت سے جناب امیرؑ کو اتنا حصہ ملا کہ اونکی عُسرت دور ہوگئی اسی لئے جناب امیرؑ اپنی عسرت کے زمانہ کو اس فراغت کے زمانہ سے مقابلہ کرکے ظاہر کرتے ہین کہ پہلے میری عُسرت کا زمانہ تھا اور خلیفہ ثانی کے زمانہ مین مجھکو دولتمندی حاصل ہوگئی اور اعشی کا یہ شعر اونھون نے اپنی انھین دونون حالتون کی مثال مین پڑھا۔

یہ شعر اس مراد پر بہت وضاحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیرؑ کو خلیفہ ثانی کا زمانہ بہت پسند تھا ـــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ذی العفو الواسع والعقاب الشدید من ہداہ فہو السعید الرشید ومن اضلہ فہو الطرید البعید قسم الخلق قسمین جعل لہم منزلتین فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ان ربک فعال لما یرید ولیس بظلام للعبید وصلی اللہ علی رسولہ الحمید المجید الہادی للناس الی الطریق السدید وعلی آلہ واصحابہ الذین بذلوا انفسہم فی الطاعۃ والتائید

اما بعد بندۂ مسکین محمد احتشام الدین مرادآبادی کان اللہ لہ ولوالدیہ فی العواقب والمبادی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ میں جلد ثالث نصیحۃ الشیعہ کو میں نے اللہ پر توکل کرکے شروع کیا ہے۔ خداوند کریم اسکو اپنے فضل سے تمام کو پہونچاکر باعث ہدایت بناوے

خطبۂ شقشقیہ کا ابتدائی حصہ جس میں خلیفہ اول کی خلافت کا ذکر تھا جلد ثانی میں گذر چکا باقی ذیل میں مذکور ہوتا ہے۔

حَتّٰی اِذَا مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِہٖ فَاَدْلٰی بِہَا اِلٰی فُلَانٍ بَعْدَہٗ	یہاں تک کہ جب گذر گئے خلیفہ اول اپنی راہ پر تو حوالے کی خلافت خلیفہ ثانی کو اپنے بعد۔

خلافت کو چھونے سے مراد اُس سے مقابلہ کرنا ہے یعنی مخالفین اسلام کو اونکی خلافت سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا بلکہ وہ بلاد اسلام کی حد کو چھو نہین سکتے تھے۔

وَیَغْلُظُ کَلْمُہَا اور سخت تھا زخم اوسکا۔

یعنی اونکی خلافت کی طرف سے دشمنون پر بڑا سخت حملہ ہوتا تھا۔

وَیَکْثُرُ الْعِثَارُ فِیْہَا اور بہت ہوتا تھا جہاد[1] اُس خلافت مین اور

وَالْاِعْتِذَارُ مِنْہَا عذر خلافت کی طرف سے۔

یعنی اگرچہ عمرؓ کی خلافت مین جہاد بہت ہوئے باا ین ہمہ عمر ہمیشہ عذر کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ فرائض خلافت مجھسے اچھی طرح ادا نہین ہوتے۔

حضرات شیعہ کہتے ہین کہ یہان لفظ عثار کے معنی لغزش اور ٹھوکر کے ہین اور مطلب یہ ہے کہ عمرؓ سے خطائین بہت ہوتی تھین اور اونپر متنبہ ہوکر وہ عذر کیا کرتے تھے۔

ہم کہتے ہین کہ اس سے پہلے خلافت عمر کی قوت اور مضبوطی کا بیان ہے اوس کے مناسب جہاد کے معنی ہین اور چونکہ خلافت عمر کثرت جہاد سے مخصوص تھی اور یہ صفت اوس خلافت کی بہت مشہور ہے اس لیئے ظاہر معنی یہی ہین۔

اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلین کہ یہان عثار بمعنی خطا ہے تو اگرچہ ربط کلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے منافی فصاحت ہے مگر اس معنی مین کوئی ہمارا حرج نہین اس لئے کہ اس صورت مین یہ معنی ہونگے

---

[1] عثار کے معنی لغزش اور ٹھوکر کھانے کے ہین مگر یہ لفظ بمعنی جنگ بھی مستعمل ہے اور بعض احادیث مین بھی اس معنی مین وارد ہے اہل لغت نے لکھا ہے کہ چونکہ جنگ مین ٹھوکر بہت ہوتی ہے اس لیئے جنگ کا نام بھی عثار ہوگیا۔ ۱۲

اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ابو بکرؓ نے جو خلافت عمرؓ کو حوالے کی تھی وہ مہاجرین و انصار سرداران اسلام کے مشورہ سے کی تھی نہ فقط اپنی رائے سے اگر ابو بکرؓ نے خلافت بغرض دنیا و شوق حکومت و جاہ حاصل کی ہوتی تو آخر وقت میں وہ اپنے بیٹے کو ولیعہد کر جاتے پس اپنے بیٹے یا کسی قرابت والے کو ولیعہد نہ کرنا اور غیر شخص کے لئے خلافت کی رائے دینا دلیل اس بات کی ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت فقط اللہ کے واسطے تھی۔

فَیَا عَجَبًا بَیْنَا هُوَ یَسْتَقِیْلُهَا فِیْ حَیٰوتِهٖ اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ — پس تعجب ہے ابو بکرؓ پر کہ وہ اپنی زندگی میں تو خلافت کو واپس کرتے تھے اور اپنی وفات کے بعد کے لئے خلافت دوسرے کو دے گئے۔

یعنی خلافت کے بار عظیم کو دشوار سمجھ کر وہ اپنی زندگی میں تو یہ کہا کرتے تھے کہ مجھسے خلافت واپس کر لو پس جس کام کی دشواری سے وہ بخوبی واقف ہو گئے تھے تعجب ہے کہ اس مشکل میں اونھوں نے عمرؓ کو کیوں مبتلا کر دیا۔

لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَیْهَا — البتہ خوب چوسا ان دونوں نے خلافت کی دونوں پستانوں کو۔

یعنی ان دونوں نے خلافت کے فرائض کو بہت اچھی طرح ادا کر کے بڑا اجر حاصل کیا۔

فَصَیَّرَهَا فِیْ حَوْزَةٍ خَشْنَاءَ — پھر کر دیا خلافت کو حد مستحکم میں۔

یعنی خلیفہ ثانی نے سلطنت اسلام کو بہت قوی اور مضبوط کر دیا۔

یَخْشُنُ مَسُّهَا — سخت ہے چھونا اوس کا۔

فَصَبَرْتُ عَلٰی طُوْلِ الْمُدَّۃِ وَشِدَّۃِ الْمِحْنَۃِ | پس سکوت کیا مین نے طول مدت اور شدت محنت پر

یعنے جب عمرؓ کو خلافت کو مین نے ایسا عمدہ پایا تو مین نے اپنے لئے خلافت طلب کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنی حالت پر سکوت کیا مطلب یہ ہے کہ اگر مین اونکی خلافت کو پسند نہ کرتا تو کبھی صبر نہ کرتا۔

جناب امیر علیہ السلام نے جس حالت پر سکوت کیا تھا اوس حالت کی توضیح یہ کی کہ اگرچہ رسول کے انتقال کو مدت طویل گذر چکی تھی مگر میرے رنج کی سختی ہی باقی تھی اس مین یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ مین اپنے رنج کی وجہ سے اسوقت تک بھی فرائض خلافت کو ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔
حضرات شیعہ یہ کہتے ہین کہ طول مدت سے انتظار خلافت اور شدت محنت سے خلافت نہ ملنے کا رنج مراد ہے مگر اسکا جواب وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام تو خلافت سے ایسا بچنا چاہتے تھے کہ بعد واقعہ عثمانؓ کے جب اونکو خلافت ملی ہے اوسوقت بھی اونھون نے انکار کیا تھا اور بڑی مشکل سے نہایت مجبور ہو کر خلافت قبول کی تھی اگر اونکو خلافت کا شوق ہوتا تو اتنا عذر کیون کرتے اور یہ کیون کہتے کہ میرے سوا کسی اور کو خلیفہ مقرر کرلو بالفرض اگر جناب امیر عمرؓ کی خلافت کو پسند نہ کرتے اور اونھین اپنی خلافت کا شوق ہوتا تو بہت آسانی سے لے سکتے تھے۔ کتاب خصال[1] کی ایک طویل روایت مین جس مین جناب امیر نے اپنے امتحانون کا ذکر کیا ہے یہ بھی ہے کہ جسوقت عمر کو خلافت ملی تھی اوسوقت جناب امیر کو خوب قوت حاصل تھی اوس کو اونھون نے اسطرح بیان کیا۔

[1] خصال ابن بابویہ مطبوعہ طہران صفحہ ۱۹۔

کہ جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ عمرؓ کی خلافت جو بہت قوی اور غالب تھی اُس سے آپ کا یہ مقصد نہ سمجھئے کہ عمرؓ معصوم تھے بلکہ عمرؓ سے اکثر خطا بھی ہو جاتی تھی لیکن اوصاف بڑی عمدہ یہ تھی کہ جب وہ خطا پر متنبہ ہو جاتے تو نادم ہو کر بہت سا عذر کرتے تھے اپنی خطا پر اور کو اعتراف تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ خطا پر متنبہ ہو جانے کے بعد اسپر نادم ہونا اور عذر کرنا بڑی عمدہ صفت ہے اگر جناب امیرؑ کو عمرؓ کی برائی بیان کرنا مقصود ہوتی تو عمرؓ کی اس صفت محمود کو ہرگز ذکر نہ کرتے

تعجب ہے کہ حضرات شیعہ نے اس صفت محمود کو بھی بہت بڑا طعن ٹھیرا لیا ہے۔ ۵

ہنر بچشم حسود ان بزرگ تر عیب ست

فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ	پس صاحب خلافت کا وہ حال ہوتا ہے جیسے سرکش ناقہ کے سوار کا اگر سوار اوسکی مہار سے کھینچے تو ناقہ کی ناک زخمی ہو جاوے اور اگر مہار کو ڈھیلا چھوڑ دے تو سوار کو گرا دے

اب جناب امیرؑ خلافت کی مشکلات کا صاف صاف بیان فرماتے ہین کہ خلیفہ اگر بہت سختی کرے تب بھی خرابی ہے اور بہت نرمی کرے تب بھی قباحت ہے ہر امر مین اعتدال کا طریقہ چاہتے پس انتظام خلافت نہایت نازک امر ہے مقصود یہ تھا کہ باوجود ان مشکلات کے عمرؓ نے خلافت کا کام بڑی کامیابی سے انجام دیا اور اپنی خلافت کو بڑی قوت دی۔

فَمُنِيَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللّٰهِ بِخَبْطٍ وَشِمَاسٍ وَتَلَوُّنٍ وَاعْتِرَاضٍ	پس مبتلا ہوئے آدمی اللہ کی قسم خبط مین اور شماس مین اور تلوّن مین اور کجروی مین۔

مراد اس سے وہ لوگ ہین جو مرتد ہو کر عمرؓ کے مخالف ہوئے جیسے قوم غسان جن کا سردار جبلہ بن ا[illegible]

صحیح نہ تھا۔

فَیَا لِلّٰہِ وَلِلشُّوریٰ } پس فریاد ہے اللہ کے پاس شوری سے

جناب امیر کو یہ اندیشہ تھا کہ کہین اہل شوری اونکو نہ منتخب کرلین اور اس امر کو وہ اپنے لیے سخت مصیبت سمجھتے تھے اسی لئے اونھون نے اسپر فریاد ظاہر کی کہ جماعت شوری مین میرا نام کیون شریک کیا گیا۔

مَتَی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْھُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی ھٰذِہِ النَّظَائِرِ۔ } کب شک ہوا تھا میری حالت مین اُنکے خلیفہ اول کے ساتھ یہان تک کہ ہوگیا مین ایسا کہ شامل کیا جاؤن ان لوگون کے ساتھ جو میری مثل ہین۔

یعنی میرا عذر تو خلیفہ اول کے زمانہ مین یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا تھا اور سب کو قطعی طور پر ظاہر ہوگیا تھا کہ مین خلافت کے قبول کرنے سے عذر کرتا ہون اوسوقت میرے عذر مین کوئی شک باقی نہین رہا تھا تو اب مین ان لوگون کے ساتھ کیون شامل کیا گیا جنمین سے ہر ایک لیاقت خلافت مین میری نظیر ہے اور کیا وجہ ہے کہ اب میری طرف یہ گمان کرلیا کہ مین خلافت قبول کرلون گا جو مجھکو شورے مین شامل کیا۔

لٰکِنْ اَسْفَفْتُ اِذَا اَسَفُّوْا وَطِرْتُ اِذَا طَارُوْا } اور لیکن پست ہوا مین جب وہ پست ہوئے اور اونچا ہوا مین جب وہ بلند ہوتے۔

یعنی اگرچہ شوری مین شامل ہونا میرے لئے مصیبت سخت تھا مگر مین نے ہر بلندی و پستی مین

انی کنت اکثرھم عدداً	تھا مین زیادہ شمار مین (یعنی میرے مددگار شمار مین زیادہ تھے)
واعزھم عشیرۃً	اور زبردست خاندان والا (یعنی میرے خاندان کے لوگ سب پر زبردست تھے)
وامنعھم رجالاً	اور زیادہ قوی باعتبار مددگار آدمیون کے۔
واطوعھم امراً	اور سب سے زیادہ میرا حکم مانا جاتا تھا۔
حَتّٰی اِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ جَعَلَھَا فِیْ جَمَاعَۃٍ زَعَمَ اِنِّیْ اَحَدُھُمْ	یہانتک کہ جب وہ گئے اپنی راہ پر (یعنی اونکا انتقال ہوا) تو کر گئے خلافت کو ایک جماعت مین کہ اونکے گمان مین مین بھی اونمین کا ایک تھا۔

ف۔ میثم بحرانی نے شرح کبیر مین لکھا ہے کہ جب عمرؓ زخمی ہوئے تو اجلہ صحابہ نے اونکے پاس جاکر یہ کہا کہ تم جس کو پسند کرتے ہو اوس کو خلافت کے لئے اپنا ولیعہد مقرر کردو اوھنون نے جواب دیا کہ مین نہ اپنی زندگی مین اس بوجھ کے اوٹھانے کو پسند کرتا تھا نہ بعد موت کے پسند کرتا ہون تب صحابہ نے کہا کہ ہم کو مشورہ دو کہ تمھارے بعد کس کو خلیفہ مقرر کرین تب عمرؓ نے کہا کہ اس کام کے لائق سات آدمی ہین۔ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ وہ سب اہل جنت ہین۔ سعید بن زید مگر مین اوس کو خارج کرتا ہون اس لئے کہ وہ میرے اہل بیت مین سے ہے اور سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف اور طلحہ اور زبیر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔

یہ جو جناب امیر نے فرمایا کہ اوھنون نے گمان کیا تھا کہ مین بھی ایک اونمین کا ہون اسمین زعم کے لفظ سے یہ ظاہر کردیا کہ عمرؓ نے جو خیال کرلیا تھا کہ علی خلافت قبول کرلین گے یہ خیال انکا

جناب ابو بکرؓ و عمرؓ دونون مرچکے تو پھر کیا وجہ کہ (معاذ اللہ منہا) تمام صحابہ ارتداد پر جمے رہے اور نص امامت کو یاد کر کے جناب امیر کو امام نہ بنایا بلکہ انھین صحابہؓ نے بعد شہادت عثمانؓ کے جناب امیر کو خلیفہ بنایا تو نص امامت اوسوقت بھی یاد نہ کی پس موافق زعم شیعہ اگر شیخینؓ کے لئے طمع خلافت باعث ترک نص رسول ہوئی تو شیخین کے علاوہ خصوصًا اونکے بعد دوسرے صحابہ کو کیا طمع تھی کہ باوجود مسلمان ہونے کے نص رسول پر عمل نہین کرتے تھے اور محض بے وجہ ایسی مخالفت خدا و رسول اختیار کی تھی جسکی نوبت ارتداد تک پہونچی (معاذ اللہ منہا) -

جناب امیر سے اگر کوئی خاص خصومت تھی تو ایک دو شخص کو ہوگی تمام صحابہ کو ایسی خصومت کی کیا وجہ تھی جسکی وجہ سے حکم خدا اور رسول کی نافرمانی کی اور باوجود اعتقاد توحید و رسالت اور حقیت قرآن کے مومنین مین داخل نہ ہوتے -

اگر عمومًا صحابہ کو جناب امیرؓ سے خصومت ہوتی تو وصیت عمرؓ کو بالاستے طاق رکھتے اور جناب امیرؓ کو شوریٰ مین ہرگز شامل نہ کرتے اور پھر بعد شہادت عثمانؓ کے جناب امیر کو ہرگز خلیفہ نہ بناتے -

ہرچند تاویل کو ہر بات مین دخل ہو سکتا ہے اور تمام فرق باطلہ اپنے واسطے ہر مشکل کی کچھ نہ کچھ تاویل کر لیا کرتے ہین لیکن جس شخص کی طبیعت مین ذرا بھی انصاف ہو گا وہ ان عجائبات کو کسی طرح تسلیم نہین کر سکتا -

صحابہ اپنے سرداروں کی ایسی اطاعت کرتے تھے کہ ابو بکرؓ کے بعد ابو بکرؓ کی وصیت کی

ملہ چنانچہ جناب امیر نے اوس مکتوب میں جو امیر معاویہ کے نام لکھا ہے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جنھون نے ابو بکر و عمر سے بیعت کی تھی اونھون نے مجھسے بھی بیعت کی ہے ۱۲ -

قوم کی موافقت کی جب اونھون نے مجھکو بھی شامل کیا تو مجبور ہو کر مین بھی شامل ہو گیا۔
اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اگر جناب امیر کے لئے نص امامت موجود تھی تو پھر خلیفہ کے لئے شوریٰ کیون ہوتا تھا۔

عمرؓ کا جسوقت انتقال ہوتا تھا اوسوقت خلافت کی کوئی طمع اونکو باقی نہ تھی نہ وہ اپنی اولاد یا اقربا مین سے کسیکو خلافت دینا چاہتے تھے نہ کسی اپنے خاص دوست کو اونھون نے ولیعہد بنایا تھا پس اگر علی کے واسطے نص امامت اونکو معلوم ہوتی تو اوسوقت ضرور اوسپر عمل کرتے۔

اگر عمرؓ کو علی سے کوئی خصومت ہوتی تو شوریٰ مین اونکو شامل کیون کرتے حالانکہ شیعون نے یہ روایت بھی تصنیف کرلی ہے کہ عمرؓ نے مرتے وقت غصب خلافت سے توبہ کی تھی چنانچہ خصال ابن بابویہ[1] مین ہے۔

قال عمر حین حضرۃ الموت اتوب الی اللہ من ثلث اغتصابی ھذا الامر انا وابوبکر من دون الناس واستخلافی علیھم و تفضیلی المسلمین بعضھم علی بعض۔

کہا عمرؓ نے جب سامنے آئی موت اونکے کہ مین اللہ کی طرف تین چیزون سے توبہ کرتا ہون[2] غصب کرنا میرا خلافت کو میرا اور ابوبکر کا نہ اور آدمیون کا اور ولیعہد بنانا مجھکو اون پر اور ترجیح دینا میرا مسلمانون مین بعض کو بعض پر۔

بہرحال اگر جناب امیر کے لئے نص امامت موجود ہوتی تو چھ آدمیون مین شوریٰ کیون کیا جاتا اور ایسے وقت مین جناب امیر کو خلافت کیون نہ دیجاتی۔

وفات عمرؓ کے وقت بھی شوریٰ ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ جناب امیر کے لئے نص نہ تھی۔

[1] خصال ابن بابویہ مطبوعہ طہران صفحہ ۱ [2] جب عمرؓ نے مرتے وقت توبہ کرلی تھی پھر شیعہ اونکو برا کیون کہتے ہین۔

را سے پوچھی تو اونھون نے علی کی طرف اشارہ کیا اور جب اسطرح علیؑ سے راے پوچھی تو اونھون نے عثمان کو تجویز کیا۔

اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَیْہِ بَیْنَ نَثِیْلِہٖ وَمُعْتَلَفِہٖ	یہانتک کہ قایم ہوئے قوم کے تیسرے خلیفہ جو بلند کرنے والے تھے اپنے پہلوون کو اونکے لید اور معدہ کے درمیان مین۔

یعنی فربہ اندام تھے اور اونکے پیٹ اور پہلوؤن پر فربھی زیادہ تھی چونکہ جسیم آدمی کو سرداری زیبا ہوتی ہے اس لئے اس قول مین جناب امیر نے یہ ظاہر فرمادیا کہ اونکی وجاہت اور شان خلافت کے شایان تھی۔

وَقَامَ مَعَہٗ بَنُوْ اُمَیَّۃَ یَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰہِ خَضْمَ الْاِبِلِ نِبْتَۃَ الرَّبِیْعِ	اور اوس کے ساتھ بنو امیہ کھڑے ہوتے جو اللہ کا مال اسطرح کھاتے تھے جیسے اونٹ فصل بہار کا سبزہ کھاتے ہین۔

آب جناب امیرؑ نے عثمانؓ کی یہ صفت بھی بیان کی کہ اونھون نے صلہ رحم کا حق بہت اچھی طرح ادا کیا اور اپنے خاندان بنو امیہ کے ساتھ بہت سلوک کیا اور وہ سلوک یہ تھا کہ جابجا عمدہ خدمتون پر اونکو مقرر کیا جسکی وجہ سے بڑی بڑی تنخواہین اونکو ملنے لگین یہ صفت جناب امیر مین بھی تھی اور اونھون نے بھی اپنے زمانہ مین اولاد عباس کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اللہ کے مال سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا دیا ہوا مال یعنے مال خداداد۔

مطابق اوںھوں نے عمرؓ کو خلیفہ بنالیا۔ عمرؓ کے بعد عمرؓ کی وصیت کی مطابق اونھوں نے اونھیں آدمیوں میں شوریٰ کیا جنکو عمرؓ بتا گئے تھے پس ایسے لوگ رسول اللہؐ کے بعد امر خلافت میں رسول کی وصیت کیسے چھوڑ دیتے۔

جب جناب امیرؑ اپنی رضامندی سے شوریٰ میں شامل ہوگئے تو شرائط شوریٰ اونھوں نے مان لیں پس فیصلۂ شوریٰ واجب التسلیم ہوگیا اور اس صورت میں عثمانؓ پر غصب خلافت کا طعن ہرگز باقی نہ رہا۔

فَصَغَىٰ رَجُلٌ مِنْهُمْ لِضِغْنِهِ وَمَالَ الْآخَرُ لِصِهْرِهِ مَعَ هَنٍ وَهَنٍ — تو اونمیں سے ایک نے انحراف کیا عداوت عثمان کے سبب سے اور دوسرے نے میل کیا بسبب دامادی عثمان کے مع اور بہت سے امور کے۔

جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اہل شوریٰ میں سے ایک شخص نے عثمانؓ سے مخالفت کی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ عثمانؓ سے اوس کو عداوت تھی اور دوسرے نے عثمانؓ کی طرف میل کیا اس لئے کہ عثمانؓ کو فضیلت دامادی رسول کی حاصل تھی اسکے علاوہ اور بھی چند اسباب ایسے تھے جو انتخاب عثمانؓ کے باعث ہوئے۔ چونکہ جناب امیرؑ نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ پہلا شخص کون تھا اور دوسرا کون تھا اس لئے اپنی طرف سے کسی کو معین کرنا قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بہرحال نتیجہ شوریٰ میں کثرت رائے سے خلافت عثمان کے لئے مقرر ہوگئی۔

اہل سنت کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ جب خلوت میں عبدالرحمنؓ بن عوف نے عثمانؓ سے

سلہ اہل لغت نے لکھا ہے کہ ہن کے معنی شی کے ہیں خواہ ہو یا سری لیکن جب اوسکا نون مشدد ہوتا ہے تو وہ حصر سے مختص ہوجاتا ہے ۱۲

یا معویۃ لان نظرت بعقلك دون هواك لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان	اے معویہ اگر دیکھیگا تو اپنی عقل سے نہ اپنی ہوا سے البتہ پاویگا تو مجکو سب سے زیادہ پاک خون عثمان سے۔

اس فقرہ کی شرح مین فاضل میثم[۱] نے یہ لکھا ہے۔

لم ینقل عن علی فی امر عثمان الا انه لزم بیته و اعتزل عنه بعد ان دافع عنه طویلا بیده و لسانه فلو یمکن الدفع	اور نہین منقول ہے علیؓ سے امر عثمان مین مگر یہ کہ علی اپنے گھر مین بیٹھ رہے اور عثمان سے جدا ہو گئے بعد اس کے کہ بلوہ دفع کیا عثمان سے بہت مدت تک اپنے ہاتھ سے اور زبان سے پھر بھی دفع نہ ہو سکا۔

یعنی اول علیؑ نے عثمانؓ سے بلوہ دفع کرنے مین بہت مدت تک اپنی زبان اور ہاتھ سے کوشش کی لیکن پھر بھی حملہ دفع نہ ہو سکا تو مجبور ہو کر علیحدہ ہو گئے اور اپنے گھر مین بیٹھ رہے۔

ہاتھ سے حملہ دفع کرنے کے معنی یہ ہین کہ عثمان کی حمایت مین باغیون سے تلوار کے ساتھ جنگ کی۔ اب حضرات شیعہ غور فرمائین کہ جناب امیر عثمانؓ کے کیسے حامی اور مددگار تھے پھر بھلا وہ اونکی برائی کیسے بیان کرتے۔

فما راعنی الا والناس یهرعون الی کعرف الضبع[۲] قد انثالوا علی من کل جانب	پھر یکایک آدمی دوڑتے تھے میری طرف جیسے کفتار ہجوم کرتے ہین۔ برس پڑے مجھپر ہر طرف سے۔

---

[۱] شرح میثم مطبوعہ طہران ج ۲
[۲] ضبع کہتے ہیں بڑا بر ایک جانور ہوتا ہے جس کو فارسی مین کفتار کہتے ہین ۔۔ ۱۲

اگر یہ بھی فرض کرلیا جاوے کہ اللہ کے مال سے بیت المال کا مال مراد ہے جو حق مساکین تھا تب بھی جناب امیر نے عثمان پر کوئی الزام نہین لگایا یعنی یہ نہین کہا کہ عثمان کہلاتے تھے ممکن ہے کہ وہ خیانت کرتے ہون اور عثمان کو اوسکی خبر نہ ہو جیسے کہ جناب امیر کے زمانہ مین ابن عباس اور زیاد اور ابن جارود نے کیا۔

الی ان انتکث علیہ فتلہ و اجھز علیہ عملہ وکبت بہ بطنتہ } یہانتک کہ ٹوٹا اونپر انتظام اونکا اور کام تمام کیا اونپر اونکے عمل نے۔ اور گرادیا او نکو اونکے دلی دوستون نے۔

یعنی انجام اونکی خلافت کا یہ ہوا کہ اونکا انتظام بگڑگیا اور اونکا جو یہ عمل تھا کہ نسبت صلہ رحم بنو امیہ کو اوٹھون نے اختیارات اور منصب دیتے تھے اون کا عمل اونکے لئے ایسے فتنے کا باعث ہوا جس مین اونکا کام تمام ہوگیا اور مروان جسکو وہ دلی دوست سمجھتے تھے اوسی نے اونسے دغا کی۔

اس **موقع** پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جسوقت باغیون نے عثمان پر بلوہ کیا اوسوقت مین جناب امیر نے عثمان کی مدد کرنے مین کوئی کمی نہین کی اور اس بلوہ کے دفع کرنے مین جہانتک ہوسکا زبان سے بلکہ ہاتھ سے کام لیا لیکن آخر کو تقدیر الہی سے مجبور ہوگئے۔ امیر معاویہ کے نام جناب امیر کا وہ مشہور خط جو نہج البلاغت مین مذکور ہے جس کو ہم جلد ثانی مین ذکر کرکے شیعون پر حجت گردان چکے ہین اور جسکا پہلا فقرہ یہ ہے (انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان) اور اوسکے آخر کا فقرہ یہ ہے

نہج البلاغت[1] سے نقل کر چکے ہین اور اب پھر نقل کرتے ہین۔

ومن کلام له علیه السلام بعد ما بویع بالخلافة وقال له قوم من الصحابة لو عاقبت قوما قوما ممن اجلب علی عثمان فقال یا اخوتاه انی لست اجهل ما تعلمون	اور جناب امیر کا کلام ہے اُسوقت کا جب اون سے خلافت کی بیعت ہو چکی اور جناب امیر سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا کہ کیون نہین سزا دیتے ایک ایک گروہ کو اونمین سے جنھون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مین ناواقف نہین ہون اُس حکم سے جسکو تم جانتے ہو۔

ف یعنی جسطرح تم جانتے ہو کہ قاتلانِ عثمانؓ سزا دینے کے لایق ہین مین بھی جانتا ہون

ولکن کیف لی بقوة والقوم المجلبون علی حد شوکتهم یملکوننا ولا نملکهم وها هم هؤلاء قد ثارت معهم عبدانکم والتفت الیهم اعرابکم وهم خلالکم یسومونکم ما شاؤا اهل ترون موضعا لقدرة علی شیء تریدونه ان هذا الامر امر جاهلیة۔	لیکن مجھمین یہ قوت کہان ہے اور بلوائی گروہ اپنی پوری قوت پر ہے وہ ہم پر قدرت رکھتے ہین ہم اونپر قدرت نہین رکھتے ۔ اور ہان ان لوگون کا یہ حال ہے کہ جمع ہو گئے ہین اونکے ساتھ تمھارے غلام۔ اور شامل ہو گئے ہین اونمین تمھارے ملک کے گانون والے اور وہ تمھارے درمیان ہین موجود ہین جس امر کو چاہتے ہین تمکو مجبور کر لیتے ہین۔ کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع اُس کام کی قدرت کا جسکا تم ارادہ رکھتے ہو۔ بیشک یہ کام کام جاہلیت کا تھا۔

ف یعنی ان بلوائیون نے جو عثمانؓ سے بغاوت کی اور ناحق اونکو قتل کیا یہ جاہلیت کا

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ص ۲۲۔

حتی لقد وطئ الحسنان وشق عطفای مجتمعین حولی کربیضۃ الغنم

یہانتک کہ پامال ہوگئے حسنین اور ٹوٹ گئے میرے دونون شانے۔ جمع ہوگئے میرے گرد جیسے بکریون کا غول۔

یعنی ایسی بدحواسی کے ساتھ مجھسے بیعت کرنے آئے کہ ان بدحواسون کے ہجوم مین حسنینؓ بھی پامال ہوگئے اور مجھپر ایسے گرے کہ میرے دونون شانے ٹوٹ گئے۔

یہ ظاہر ہے کہ صحابہ مہاجرین وانصار جو مسلمانون مین سردار سمجھے جاتے تھے اور جنہدو بست امر خلافت جنکا حق تھا اور جسکو اتفاق کرکے وہ امام مقرر کردیتے اوسی کی خلافت سے اللہ راضی ہوتا تھا وہ ایسے بےتمیز اور بدحواس نہ تھے کہ دیوانون کی طرح ہجوم کرین اور حسنینؓ کو پامال کرڈالین اور حضرت علی پر جاکر ایسے گرین کہ اونکے شانے ٹوٹ جادین یا جیسا کہ جناب امیر کے دوسرے خطبہ سے ثابت ہوا ہے جسکو ہم جلد ثانی مین ذکر کرچکے کہ نوجوان عورتین بھی بےپردہ اونکے ہجوم مین گھس پڑین۔ قطع نظر اسکے اوسوقت مدینہ مین بلوائیون کا فتنہ وفساد بڑی گرماگرمی پر تھا وہ لوگ خلیفہ کو قتل کرچکے تھے تمام اہل مدینہ جان کے خوف سے اپنے گھرون مین چھپے بیٹھے تھے باہر نہین نکلتے تھے ایسے نازک وقت مین جن لوگون نے ایسا بیہودہ ہجوم کیا وہ اونھین مفسدون اور بلوائیون کا گروہ ہوگا جنھون نے عثمانؓ کو شہید کیا تھا اور اوسکے بعد وہ جناب امیر پر ایسے مسلط ہوگئے تھے کہ اگرچہ جناب امیر یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان بلوائیون کو سزا دین مگر اونپر قابو نہ تھا اور جو کچھ وہ چاہتے تھے وہی جناب امیر کو کرنا پڑتا تھا۔ ہم جلد ثانی مین بھی یہ مضمون

وهذا قد ظهر فان اکثر اهل
المدینة کانوا من المجلبین علیه
وکان من اهل مصر ومن اهل
الکوفة خلق عظیم حضروا من
بلادهم وقطعوا المسافة البعیدة
لذلک وانضم الیهما اعراب
اجلاف من البادیة وعبدان
المدینة فکانوا فی غایة من شدة
الشوکة حال اجتماعهم وثاروا ثورة
واحدة وروی انه جمع الناس ووعظهم
ثم قال لتقم قتلة عثمان فقام
الناس باسرهم الا القلیل

اور سچا ہونا جناب امیر کے اس قول کا ظاہر ہے اس لیے
کہ اکثر اہل مدینہ عثمان پر بلوہ کرنے والون مین شامل
تھے۔ اور تھی اہل مصر اور کوفہ سے بہت سی مخلوق
جو اپنے ملکون سے آگئی تھی اور اس کام کے لیے بڑا
سفر طے کیا تھا۔ اور ملگئے تھے اونہین گانون کے
کمینے لوگ جنگل سے اور غلام مدینہ کے۔
اس لئے وہ جمع ہوکر انتہا درجہ کی شوکت رکھتے تھے
اور بلوہ کیا تھا اونھون نے اتفاق کے ساتھ۔
اور مروی ہے کہ جناب امیر نے لوگون کو جمع کیا اور وعظ
فرمایا پھر فرمایا کہ کھڑے ہوجاوین قاتلان عثمان۔
تو تھوڑے سے آدمیون کے سوا سب کھڑے ہوگئے

ف یہان سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر علیہ السلام کے درباریون اور ساتھیون مین زیادہ تر وہ مفسد اور بلوائی لوگ تھے جنھون نے عثمان پر بلوہ کیا اور جناب امیر اونسے قصاص لینا چاہتے تھے مگر قابو نہین پاتے تھے اور اونکے ہاتھون مین مجبور تھے اور اگرچہ وہ مجرم جرم بلوہ اور قتل خلیفہ کے تھے مگر اس جرم کی سزا کا اونکو مطلق خوف نہ تھا بے دھڑک اونھون نے اپنے آپ کو ظاہر کردیا یہ دلیل اس بات کی ہے کہ اس وقت کے خلیفہ یعنی جناب امیر کو وہ اپنے قابو مین مجبور سمجھتے تھے۔

کام تھا۔ یہان سے ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر اونکو سزا دینا چاہتے تھے مگر قدرت نہین رکھتے تھے بلکہ ایسے مجبور تھے کہ جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ جناب امیر کو کرنا پڑتا تھا۔

وان لھؤلاء القوم مادۃ	اور بیشک اس قوم کے مددگار ہین۔

ف یہی وجہ جناب امیر کے زیادہ خوف کی تھی اس لئے کہ اول تو وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ گروہ ایسا زبردست ہے کہ ہم اونپر قدرت نہین رکھتے بلکہ اونکے ہاتھون مین مجبور ہین جو وہ چاہین وہی ہم کو کرنا پڑتا ہے دوسرے وہ یہ جانتے تھے کہ انکے اور بہی مددگار ہین جو ضرورت کے وقت انکے شریک ہو جاینگے۔

اس قول کے ابتدائی فقرہ کی شرح مین شارح میثم نے یہ لکھا ہے۔

واعلم ان ھذا الکلام اعتذار منہ فی تاخیر القصاص عن قتلۃ عثمان وقولہ	اور تو سمجھ لے کہ یہ کلام جناب امیر کی طرف سے عذر ہے قاتلان عثمانؓ سے قصاص لینے کی تاخیر کا۔
انی لست اجھل ما تعلمون دلیل علی انہ کان ذلک فی نفسہ	اور جناب امیرؑ نے یہ جو فرمایا کہ (مین ناواقف نہین ہون اوس سے جسکو تم جانتے ہو) اس بات کی دلیل ہے کہ جناب امیر کے دل مین یہی تھا کہ قصاص لیا جائے۔
وحاصل ھذا العذر عدم التمکن کما ینبغی	اور حاصل اس عذر کا یہ تھا کہ اس کام کے لئے جیسی چاہئے ویسی قدرت حاصل نہ تھی۔
ولذلک قال کیف لی بقوۃ والقوم علی حد شوکتھم۔	اور اسی لئے جناب امیر نے یہ فرمایا (کہ مجھ مین ایسی قوت کہان ہے حالانکہ قوم اپنی پوری شوکت پر ہے۔

کہ جناب امیر قتل عثمانؓ کی سازش سے قسم کھا کھا کر اپنی برارت ظاہر کرتے ہین بلکہ وہ اس فعل کو ناجائز سمجھتے تھے اور امر جاہلیت کہتے تھے وہ اپنی خلافت کے زمانے مین چاہتے تھے کہ خون عثمانؓ کا قصاص لین مگر اسوجہ سے مجبور تھے کہ اس کام پر اونکو قدرت نہ ملی علامہ میسم نے یہ بھی لکھدیا کہ جناب امیرؑ نے زبان سے اور ہاتھ سے اُس فتنہ کے وقت عثمان کی مدد کی مگر اُس بلوہ کے دفع کرنے مین قابو نہ پایا تب مجبور ہوکر گھر مین بیٹھ رہے۔

اب حضرات شیعہ یہ جو کہتے ہین کہ عمارؓ بن یاسر قتل عثمانؓ مین شریک تھے اگر یہ قول سچا ہو تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عمار بن یاسر جناب امیر کے مخالف تھے اور امر ناجائز کے مرتکب ہوتے — بعض روایتون سے یہ بھی ثابت ہی کہ جناب امیرؑ نے حسنینؑ وغیرہ کو بھی عثمانؓ کی مدد کے لئے بھیجا تھا اور جب اونکی بیخبری مین عثمان قتل ہو گئے تو اونپر بہت عتاب کیا۔

حَتّٰی اِذَا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ اور جب مین حکومت پر قایم ہوا تو ایک گروہ نے عہد توڑا۔

اس موقع پر جناب امیرؑ نے ایک فریق کو عہد توڑنے والا اور ایک فریق کو فاسق اور ایک فریق کو دین سے نکل جانے والا بتایا ظاہر یہ ہے کہ ان تینون قولون سے خوارج مراد ہین اس لئے کہ اونمین بھی کئی فریق تھے۔ مگر شارحین نہج البلاغت بلکہ تمام علمائے شیعہ یہ کہتے ہین کہ پہلے قول سے طلحہؓ اور زبیرؓ اور دوسرے قول سے

وکان ذالک الفعل منہ استشہادا علی صدق قولہ والقوم علی حد شوکتہم ومع تحقق ھذا الحال لا یبقی لہ موضع قدرۃ علی شیء من امرھم ثم قال علی سبیل قطع لجاج الطالبین مخاطبا لہم ان ھذا لامر امر الجاھلیۃ یرید امر المجلبین علیہ اذ لم یکن قتلہم ایاہ بمقتضی الشریعۃ۔

اور یہ فعل جناب امیر کا شہادت پیش کرنا تھا اپنے اس قول کی راستی پر جو اونھون نے فرمایا تھا کہ "قوم اپنی کامل شوکت پر ہے" اور جب یہ حالت تھی تو جناب امیر کو کوئی موقع اونکے معاملے پر قادر ہونے کا باقی نہ رہا۔ پھر جو لوگ اُن بلوائیون کو سزا دینے پر اصرار کرتے تھے اونکا جھگڑا ختم کر دینے کے لئے جناب امیر نے اونسے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ یہ کام جاہلیت کا کام تھا۔ مراد جناب امیر کی یہ ہے کہ بلوائیون کا عثمان رض پر بلوہ کرنا جاہلیت کا کام تھا۔ اس لئے کہ اونھون نے جو عثمان رض کو قتل کیا اونکا یہ فعل مقتضائے شریعت کے مطابق نہ تھا۔

چونکہ اس زمانہ مین علم جہان سے بہت کم ہو گیا اس لئے یہانتک نوبت پہونچی کہ بعض مصنفین مذہب شیعہ نے جناب امیر کے قول و فعل کی مخالفت اختیار کر کے اس بحث مین معاویہ رض کی پیروی شروع کی اور جسطرح معاویہ رض جناب امیر پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ وہ قتل عثمان رض کے مشورہ مین شریک تھے اسیطرح اس زمانے کے علمائے شیعہ بھی کہنے لگے کہ قاتلان عثمان رض نے جناب امیر کے اشارہ سے عثمان رض کو قتل کیا تھا حالانکہ جو اقوال جناب امیر کے نہج البلاغت مین مذکور ہین اوس مین جابجا یہ مضمون موجود ہے

مشورہ یہ ٹھہرا کہ جب تک یہ مفسد علیؓ کو گھیرے ہوتے اور مجبور کئے ہوتے ہین اوسوقت تک مدینہ مین نہ جانا چاہیے بلکہ عرب سے باہر کوئی امن کا ٹھکانا ڈھونڈھنا چاہیے اور کسی حیلہ سے علیؓ کو اُن مفسدون کے گروہ سے جدا کرکے اپنے ساتھ لے لینا چاہیے پھر او نکی سیاست اور قصاص کی تدبیر ہوجائے گی اسی مشورہ پر عزم مصمم کرکے یہ گروہ بصرہ کو چلا گیا[له]

اپنی جان اور آبرو کا محافظ سمجھا اس لئے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ جلیل القدر صحابی حضرت عائشہؓ کے مناقب اور ناموس رسول کی عزت سے بخوبی واقف تھے قطع نظر اس کے بہت سے لوگ حضرت عائشہؓ کے قریب رشتہ دار تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ کی ایک بہن ام کلثوم زبیرؓ کی بی بی تھین دوسری بہن اسماء طلحہؓ کی بی بی تھین اور عبد اللہؓ بن زبیرؓ وغیرہ ان دونون کے کئی فرزند جو حضرت عائشہ کے حقیقی بھانجے تھے اس گروہ مین موجود تھے اور یہ لوگ نہ دعویدار خلافت تھے اور نہ جناب امیر کی خلافت کے مخالف بلکہ جناب امیر کی خلافت کے موید تھے اس لئے کہ یہ چاہتے تھے کہ قاتلان عثمان سے قصاص لیا جائے تاکہ علیؓ کی مجبوری رفع ہو۔ پس اس فریق کا مقصود محض اصلاح تھا نہ فتنہ وفساد نہ جناب امیر سے بغاوت۔ لہذا اس نازک وقت مین حضرت عائشہؓ نے انہین کے ساتھ رہنا مصلحت سمجھا۔ **شیعون** کی طرف سے اس موقع پر ایک طعن یہ پیش کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بی بیون سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا کہ تم مین وہ کون ہے جس پر حوأب[عه] کے کتے بھونکین گے اسے حمیرا تو وہ مت ہوجیو چنانچہ جب سفر بصرہ مین حضرت عائشہؓ کا اونٹ ایک مقام پر ٹھیرا تو اوس پر کتے بھونکنے لگے اوس وقت حضرت عائشہؓ نے اس مقام کا نام پوچھا تو کسی نے حوأب بتایا اوس وقت حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث نقل کی اور یہ کہا کہ مجھکو واپس کردو تب مروان نے بہت سے آدمیون سے گواہی دلوادی کہ اس مقام کا نام حوأب نہین ہے اس روایت کی بنا پر شیعون کا طعن یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتخصیص اس سفر سے منع کردیا تھا مگر عائشہؓ نے اسکی مخالفت کی۔ **اسکا جواب یہ ہے** کہ اس روایت کا کتب صحاح اہل سنت مین جو نہین غیر صحاح کی روایت ہے۔ پھر محدثین کا اس کے ثبوت مین بڑا اختلاف ہے اگرچہ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے مگر محدثین کا یہ قول ہے کہ تصحیح کے باب مین حاکم کا اعتبار نہین ابن عربی نے کتاب العواصم والقواصم مین اس کو بے اصل کہا ہے اکثر نے اس کو اسوجہ سے منکر کہا ہے کہ قیس بن حازم اوسکا راوی مجروح ہے ایسی حالت مین یہ روایت قابل تسلیم نہین ماایں ہمہ اس روایت کے آخر مین جو یہ مضمون ہے کہ اسے حمیرا تو وہ مت ہوجیو اس فقرہ کے جھوٹے ہونے مین اختلاف ہی نہین بلکہ اتفاق ہے۔ اور جن کتابون مین یہ روایت مذکور ہے بغیر اس فقرہ کے ہے البتہ یہ فقرہ ایک اور روایت کا ہے جسکو جھوٹے راویون نے یہان ملادیا۔ اب اس روایت کی بنا پر کوئی طعن باقی نہ رہا۔ **ایک طعن**

جنگ جمل یعنی طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہ کا قصہ

اہل شام اور تیسرے قول سے خوارج مراد ہین۔

طلحہؓ اور زبیرؓ کا قصہ جو علماے اہل سنت نے بحوالہ تاریخ قرطبی وغیرہ نقل کیا ہے اور صاحب سیف المسلول نے لکھا ہے کہ یہی صحیح اور مشہور ہی اور اسی کو جمہور اہل علم نے نقل کیا ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ قتل عثمانؓ پر بہت افسوس کرتے تھے اور ہروقت اونکی زبان پر یہ تذکرہ تھا کہ بلوائیون نے بڑا ظلم کیا کہ عثمانؓ کو ناحق شہید کیا یہ امر بلوائی گروہ کو ناگوار تھا اور جو کوئی عثمانؓ کو مظلوم اور بلوائیون کو ظالم کہتا تھا اوس کو یہ بلوائی مفسد دہمکاتے تھے اور مدینہ مین اپنی حکومت سمجھتے تھے۔ چنانچہ اوںھون نے اُن صحابہ پر حملہ کرنے کا قصد کیا جب اون صحابہ نے یہ خبر سُنی تو مدینہ سے بھاگ کر مکہ کو چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُس سال حج کو گئین تھین اور اُسوقت تک مکہ مین تھین۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سارا قصہ اون سے بیان کیا اور اونکے ساتھ ہو لئے اور اون سے یہ کہا کہ تم ام المومنین ہو تمھاری پناہ مین ہم کو امن ملے گی۔ اور تم ایسی کوشش کرو کہ یہ فساد کسی طرح دفع ہو علیؓ جو اسوقت امیر المومنین ہین وہ مصلحت یون سمجھے ہوئے ہین کہ ابھی قصاص کے معاملے مین سکوت چاہئے حضرت عائشہؓ نے ان جھگڑون مین پڑنے سے انکار کیا تب اوںھون نے قرآن کی وہ آیت پڑھی جس مین اللہ نے آدمیون مین اصلاح کی کوشش کو خیر کہا ہی تب حضرت عائشہؓ [سلہ] بہ نیت اصلاح اونکے ساتھ ہولین اور

سلہ حضرت عائشہؓ نے جو اُسوقت طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ ہوجانا قبول کرلیا اسکی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مدینہ کے واقعات پر مطلع ہوکر وہ یہ سمجھ گیئن کہ آجکل مدینہ میں امن نہین اور علیؓ جو اسوقت خلیفہ ہین وہ مفسدون کا تدارک نہین کرسکتے اور روز بروز مفسدون کی جماعت بڑھتی جاتی ہی۔ شاید یہ فساد مکہ تک پہونچے بلکہ تمام عرب مین پہیلے اسلئے عرب سے باہر ہوجانا مصلحت ہی۔ اس گروہ کو حضرت عائشہؓ نے

طرف لیچلا۔ حسنین اور عبداللہ بن جعفر اور ابن عباس نے اس فوجکشی سے بہت منع کیا مگر الضین مفسدون کا قول غالب رہا جب جناب امیر کی فوج بصرہ کے قریب پہونچی تو اونھون نے ایک شخص قعقاع نام کو جو منجملہ صحابہ تھے بطور سفیر کے طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا قعقاع نے اول حضرت عایشہ سے ملاقات کی اونھون نے صاف کہدیا کہ مین فقط اصلاح چاہتی ہون یعنی میرا مقصود فقط اسیقدر ہی کہ فتنہ وفساد دور ہوکر امن قایم ہو جاوے۔ پھر قعقاع نے طلحہ اور زبیر سے گفتگو کی اور یہ پوچھا کہ تم نے اصلاح کی کیا تدبیر تجویز کی ہے۔ اُن دونون نے کہا کہ جب تک قاتلان عثمان سے قصاص نہ لیا جائیگا اوسوقت تک امن قایم نہ ہوگی قعقاع نے کہا کہ یہ مقصود اوسوقت تک حاصل نہین ہوسکتا جب تک سب مسلمان اتفاق نہ کرین پس تم کو چاہیئے کہ علی کے ساتھ متفق ہوکر اسکی تدبیر کرو اُن دونون نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور صلح کا مژدہ لیکر قعقاع جناب امیر کے پاس آئے وہ بھی اس خبر سے بہت خوش ہوتے اور عام طور پر سب لوگون کو یہ خوشخبری سُنادی کہ صلح ہوگئی اسکے بعد تین دن تک سفیرون کی معرفت دونون فریقون مین نامہ وپیام جاری رہا تیسرے دن شام کو ایلچیون کی معرفت یہ قرار پایا کہ صبح کو علی کی ملاقات طلحہ اور زبیر کے ساتھ اسطرح ہو کہ قاتلان عثمان کو اوس مجلس مین دخل نہ ہو۔ قاتلان عثمان کو یہ امر سخت ناگوار ہوا وہ چاہتے تھے کہ اگر تنہائی مین علی کی طلحہ اور زبیر سے ملاقات ہوئی تو شاید علی ہمارے قابو سے نکل جائین اس لئے

۱ؔ علمای شیعہ نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ امام حسن اس فوجکشی کے مانع ہوئے تھے چنانچہ شرح میثم کی عبارت ہم جلد ثانی مین نقل کرچکے ہین ۱۲

جناب امیرؑ پر بلوائی گروہ غالب تھا اونھون نے بہت بگاڑ کر اس قصہ کو جناب امیرؑ کے سامنے پیش کیا اور یہ سمجھا دیا کہ یہ لوگ تمسے خلافت چھینا چاہتے ہین اور جو اصلی نیت اس فریق کی تھی اوسکی جناب امیرؑ کو ہرگز خبر نہوئی آخر یہ بلوائی گروہ جناب امیرؑ کو بھڑکا کر بصرہ کی

شیعون کی طرف سے اوسپر پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لشکر جب بصرہ مین پونہچا تو بیت المال کو لوٹ لیا اور عثمانؓ بن حنیف کو جو وہان عامل تھے قید کرلیا- اس قصہ کا بھی کتب صحاح مین وجود نہین نہ اونکے سوا کسی اور صحیح روایتون مین اسکا ذکر ہے- صاحب السیف المسلول نے لکہا ہے کہ یہ قصہ صحیح روایتون سے ثابت نہین ہوا محدثین کا قول ہے کہ جنگ جمل کے واقعات مین جھونٹ اور افترا بہت ہے- اور ابن سبا نے بہت سی جھونٹی روایتین اپنی طرف سے بناکر مشہور کردین ہین باین ہمہ بعض ضعیف اور مجروح روایتون مین جسطرح یہ قصہ منقول ہے وہ بھی محل طعن نہین ہوسکتا- تفصیل اوسکی یہ ہے کہ اس گروہ کے پاس زاد راہ تمام ہوچکا تھا اس لئے اونھون نے بیت المال سے مدد لینا چاہی اور یہ کہا کہ بیت المال حق مسلمین ہے اور ہم سب اسوقت حاجتمند مسلمان ہین مگر عثمانؓ بن حنیف عامل بصرہ نے مخالفت کی اور لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور اس لشکر والون کو شہر مین داخل ہونے سے روکا جانورون کے لئے چارہ اور دانہ اور آدمیون کے لئے رسد کا سامان بند کردیا- قریب تھا کہ بھوک کے مارے تمام لشکر ہلاک ہوجاوے ایسی مجبوری کی حالت مین عوام لشکر نے بیت المال پر قبضہ کرلیا- حضرت عایشہ کی سفارش سے عثمانؓ بن حنیف کو صحیح وسلامت چھوڑ دیا اور معذرت کی- پس عوام نے بھی جو کچھ کیا مجبوری کی حالت مین کیا اور چونکہ یہ فریق خلافت کا مخالف تھا بلکہ اپنے آپ کو خلیفہ کا موید سمجھتا تھا اس لئے بیت المال سے اونکو مدد حاصل کرنا ناجایز نہ تھا- بہرحال اس قصہ سے حضرت عایشہ کو کوی تعلق نہین-

اس موقع پر یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ کا اس فریق مین شامل ہونا محض اپنی حفاظت کے واسطے تھا مگر جب یہ اس فریق کے ساتھ ہوگئین اس لئے جو دعوی اس فریق کے تھے یعنی امن قایم ہوجانا اور قاتلان عثمانؓ سے قصاص لینا یہ امور بھی خواہ مخواہ اونکی طرف منسوب ہوگئے اور اس مین شک نہین کہ وہ بھی ان امور کو پسند کرتی ہونگی لیکن خروج اونکا ان مقاصد کے لئے نہ تہا- اور اونٹ پر سوار ہوکر صف جنگ مین اونکا شامل ہونا دوسرون کے اصرار سے ہوگا نہ اپنی خواہش سے قطع نظر اس کے اس مین یہ مصلحت بھی ہوگی کہ اگر فوراً یہان سے جدا ہوجانے کی ضرورت ہو تو سامان سواری مین دیر نہ ہو-

حضرت علیؓ بھی حضرت عایشہ کے ذمہ کوئی الزام نہین لگاتے تھے اسی لئے اونھون نے بعد فتح کے بھی اونکی وہی تعظیم کی اور جب بہت سے سامان کے ساتھ اونکو مدینہ کی طرف رخصت کیا تو کئی میل تک خود پہونچانے گئے- ایک منزل تک اونکے سب بیٹے ساتھ گئے اور محمد بن ابی بکر مدینہ تک اونکے ساتھ گئے- ۱۲

وہ اوٹھے فتنے عرب مین چارسو	سو برس تک جنکا باقی تھا عمل
مجرم و بے جرم سب آفت مین تھے	الامان اے خالق عزوجل

جناب امیر نے جو خطبہ شقشقیہ کے اس فقرہ مین اس فریق کو عہد توڑنے والا بتایا یہ باعتبار اوسی خیال کے ہے جو مفسدون نے اونکو سمجھادیا تھا اور شاید اس خطبہ کے وقت تک یہ مفسد اونپر مسلط ہوگئے اس لئے کہ جنگ صفین مین جب تحکیم کی بحث پیش ہوئی ہے اوس وقت بھی یہ مفسد گروہ جناب امیر کے ساتھ موجود تھا چنانچہ نہج البلاغت مین جناب امیر کا ایک خطبہ ہے جو اوھنون نے اوسوقت فرمایا تھا جبکہ جنگ صفین مین اول ثالثی کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور آخر کو قبول کی اُس خطبہ کی ابتدا یہ ہے

وقد قام رجل من اصحابہ فقال نہیتنا عن الحکومۃ ثم امرتنا بہا الخ

اسکی شرح مین علامہ میثم نے اول یہ قصہ لکھا ہے کہ جناب امیر نے اول تحکیم قبول کرنے سے انکار کیا اور اس قول پر اونکو بہت غصہ آیا اوس کے بعد یہ لکھا ہے [۱]

فافترق اصحابہ فریقین منہم من رای رایہ فی الاصرار علی الحرب ومنہم من رای ترک الحرب والرجوع الی الحکومۃ وکانوا اکثرین فاجتمعوا الیہ فقالوا ان لم تفعل	پھر اصحاب علی کے جُدا جدا دو فرقے ہوگئے ایک فرقہ وہ تھا جنکی رائے جناب امیر کے موافق تھی کہ جنگ مین ثالثی نہ مانو اور لڑائی جاری رکھو اور دوسرا فرقہ وہ تھا جو یہ کہتے تھے کہ لڑائی چھوڑدو اور ثالثی قبول کرلو اور یہی لوگ بہت تھے بس حضرت کے پاس جمع ہوئے۔ اور اوھنون نے کہا کہ اگر تم

[۱] شرح میثم مطبوعہ طہران ص ۱۸

وہ کوئی ایسی تدبیر سوچتے تھے کہ کسیطرح یہ صلح ٹوٹ جاتے اور ملاقات نہ ہونے پاتے عبداللہ بن سبا مشہور منافق (موجد مذہب شیعہ) بھی اونکے گروہ مین شامل ہوکر سب کا سردار بنگیا تھا آخر سب نے اُس سے مشورہ پوچھا اُس نے یہ راے دی کہ تم اسی شب مین لڑائی شروع کردو اور اوسکے بعد جناب امیرؑ کو یہ اطلاع دو کہ دوسرے فریق نے بدعہدی کرکے جنگ کی ابتدا کی۔ چنانچہ اون مفسدون نے خود بخود پچھلی رات مین طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر پر حملہ کردیا آخر اُن لوگون کو بھی جواب دینا پڑا۔ اس طرح فریقین کے عوام مین کشت وخون شروع ہوگیا اور بہت سی خونریزی کی بعد ادھر جناب امیرؑ کو اور اُدھر طلحہؓ اور زبیرؓ کو اس حادثہ کی خبر ہوئی علیؓ کو یہ سمجھایا گیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے بدعہدی کی اور اپنی طرف سے جنگ شروع کردی۔ دوسری طرف یہ شہرت تھی کہ علیؓ نے بدعہدی کی اسطرح فریقین جنگ کی مصیبت مین پھنس گئے اور پھر کسیطرح یہ آگ بجھ نہ سکی اس ہنگامہ مین جو عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی کا ایک کرشمہ تھا دونون طرف سے تیرہ ہزار مسلمان قتل ہوئے طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شہید ہوئے اس تعداد مین ایک ہزار حضرت علیؓ کی طرف کے تھے باقی دوسری طرف کے۔

مفسدون کی فتنہ انگیزی ہوی
باعثِ خونریزی جنگ جمل

ورنہ شیرِ حق سے طلحہؓ اور زبیرؓ
چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ وجدل

تھا یہی ہونا رضینا بالقضا
تھی یہی تقدیر ربِّ لم یزل

خونِ عثمانؓ رنگ لایا بیطرح
پڑگیا امنِ خلایق مین خلل

فما ندری ای الامرین ارشد وھذا یدل علی انک شاک فی امامتک نفسک فصفق باحدی یدیہ علی الاخری فعل النادم مغضبا من قولہم وقال ھذا جزاء من ترک العقدۃ۔	اب ہم نہین جانتے کہ ان دونون کامون مین کونسا کام اچھا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کو خود اپنی امامت مین شک ہے تو جناب امیر نے ایک ہاتھ اپنا دوسرے ہاتھ پر ملا جیسے کہ نادم کا فعل ہوتا ہے اونکی بات سے غصہ مین آکر اور فرمایا کہ یہی ہے سزا اوسکی جو اپنی مضبوط راے کو چھوڑے۔

چونکہ تحکیم کے قصہ سے چند ماہ کے بعد جناب امیرؑ کی شہادت ہوگئی اس سے ثابت ہوگیا کہ جناب امیر پر ابتداے خلافت سے آخر تک یہ بلوائی مفسد مسلط رہے اور جناب امیر اونکے ہاتھ مین مجبور رہے اور اونکی خلافت کا سب زمانہ اسی مجبوری کی حالت مین گذرا۔

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ صلح و جنگ بھی اونھین کے اختیار مین تھی اور جناب امیر کسی امر مین اونکی مخالفت نہین کرسکتے تھے ورنہ وہ یون دہمکاتے تھے کہ جیسے ہمنے عثمان کو قتل کیا تم کو بھی قتل کردین گے۔

اب جناب امیرؑ کی حالت کو خلفاے ثلثہ کی حالت کے ساتھ مقابلہ کرو شیخین کے زمانہ مین کسی کی مجال نہ ہوئی کہ اونکو دہمکاسکے جو کچھ کرتے تھے وہ اپنی راے سے کرتے تھے کبھی کسی مجبوری کو اونھون نے نہ مانا۔ اس کے ساتھ یہ بھی غور کرو کہ اونکے استقلال کا

قتلناک کما قتلنا عثمٰن فرجع الی قولھم و امر برد الاشتر عن الحرب

تحکیم نہ مانوگے تو ہم تمکو اوسی طرح قتل کرینگے جیسے ہمنے عثمان کو قتل کیا تھا پس جناب امیرؑ نے اونھین کے قول کی طرف رجوع کیا یعنی اپنی رای کے خلاف ثالثی قبول کرلی اور مالک اشتر کو لڑائی سے واپس ہونے کا حکم کیا۔

یہ قول اونھین بلوائیون کا تھا جو قاتلان عثمان تھے اونھون نے جناب امیرؑ کا کچھ بھی ادب نہ کیا اور صاف کہدیا کہ جس طرح ہمنے عثمانؓ کو قتل کیا تھا تم کو بھی قتل کرینگے اسی وجہ سے جناب امیرؑ کو مجبور ہوکر اپنی راے بدلنی پڑی اور اگرچہ جناب امیر کی ہرگز مرضی نہ تھی کہ کسی کو ثالث بناوین مگران بلوائیون کے دہمکانے سے اپنی رائے کے خلاف ثالثی ماننا پڑی۔

ثم کتبوا کتاب الصلح وطافوا بہ فی صحابہ واتفقوا علی الحکومۃ

پھر لکھی تحریر صلح کی اور لشکر علیؑ مین اوسکی عام اطلاع کردی اور متفق ہوگئے ثالثی پر۔

یہ ثالثی جناب امیرؑ نے قاتلان عثمانؓ کے دہمکانے سے منظور کی تھی اپنی راے سے منظور نہین کی تھی چنانچہ اس کے نتیجہ مین دوسری مشکل پیش آئی۔

فخرج بعض اصحابہ من ھذا الامر قالوا کنت نھیتنا عن الحکومۃ ثم امرتنا بھا۔

تو مخالف ہوئے بعض اصحاب علیؑ کے اس حکم سے اور اونھون نے کہا کہ تمنے ہمکو ثالثی سے پہلے منع کیا تھا پھر اب تم اوسکا حکم کرتے ہو۔

عہد توڑنے والا کہا۔

وَفَسَقَتْ اُخْرٰی } اور نافرمانی کی دوسرے نے۔

علمای شیعہ لکھتے ہین کہ مراد اس سے معاویہؓ وغیرہ اہل شام ہین جو صفین مین جناب امیرؑ سے لڑے۔ اصل قصہ معاویہؓ کا یہ ہے کہ وہ خلیفہ ثانی کے وقت سے دمشق کے حاکم تھے خلیفہ ثالث نے تمام ملک شام پر اونکو حاکم کردیا ان دونون خلفاؓ کے عہد مین نہ اوںھون نے دعوی خلافت کیا اور نہ بغاوت اور سرکشی کی جب مدینہ مین عثمانؓ شہید ہوئے اور وارثان عثمانؓ نے[۱] معاویہؓ کے پاس جاکر پناہ لی اوس وقت معاویہؓ کو اپنے بھائی کے خون ناحق پر بڑا جوش آیا۔ جناب امیرؑ سے اونکو یہ شکایت تھی کہ قاتلان عثمانؓ سے قصاص کیون نہ لیا اور اونکو اپنے دربار مین اتنا رسوخ کیون دیا اور اسی امر کو اوںھون نے قرینہ اس بات کا ٹھیرایا کہ شاید جناب امیرؑ قتل عثمانؓ کی سازش مین شریک تھے پس جناب امیرؑ کی خلافت کو اوںھون نے نہ مانا اسمین فریقین کی جو باہم خط کتابت ہوئی ہے اوس کو ہم نقل کرتے ہین جس سے بخوبی ظاہر ہوجائیگا کہ ہر ہر فریق کو کیا کیا دعوی تھا نہج البلاغۃ[۲] مین جناب امیر علیہ السلام کا خط معاویہ کے نام اسطرح مذکور ہے۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معویۃ	اور جناب امیرؑ کا خط ہے معاویہ کے نام۔
انہ بایعنی القوم الذین	بیشک مجھسے اونھین لوگون نے بیعت کرلی

---

[۱] وارثان عثمانؓ مدینہ سے فوراً نکل جانے پر اسوجہ سے مجبور ہوے کہ قاتلان عثمانؓ کا جناب امیرؑ کے دربار مین بڑا زور ہوگیا اور مدینہ مین گویا اونہین کی حکومت ہوگئی۔ ۱۲ [۲] شرح میسم مطبوعہ طہران ج ۳

نتیجہ کیسا عمدہ پیدا ہوا۔ عثمانؓ بھی ہمیشہ اپنی راے مین مستقل رہے اور کسی مجبوری کو انھون نے نمانا البتہ آخر مین مروان کا دہوکا کھایا جسکے نتیجہ مین ان بلوائیون کا گروہ قایم ہوگیا پھر بھی عثمانؓ نے موت گوارا کی مگر بلوائیون کی دہمکی نہ مانی اور جناب امیر کی طرح کسی کی دہمکی کے خوف سے اپنی راے نہین بدلی۔

یہین سے یہ بھی سمجہ لو کہ صحابہ مہاجرین وانصار جو جناب امیر کے مزاج سے بخوبی واقف تھے اوھون نے خلافت اول اور ثانی اور ثالث کے لئے جناب امیرؑ کا انتخاب کیون نہ کیا۔

اب یہ بھی غور کرو کہ جب یہ حالت تھی تو طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ وغیرہم کی کیا شکایت ہے وہ جناب امیرؑ سے ہرگز نہین لڑتے تھے بلکہ اُن بلوائیون سے لڑتے تھے مگر اسکا کیا علاج کہ جناب امیرؑ ان بلوائیون کے ہاتھ مین پھنسے ہوئے تھے۔ اگر جناب امیرؑ اپنی حکومت مین مستقل ہوتے تو کبھی مسلمانون مین باہم لڑائیان نہوتین اور یہی طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ جناب امیرؑ کے ساتھ ہوکر کافرون پر جہاد کرتے اور جسطرح سے خلفای ثلثہ کے مطیع تھے جناب امیرؑ کے بھی مطیع رہتے۔

اس موقع پر اس بحث سے ہمارا مطلب فقط اتنا ثابت کرنا تھا کہ خطبہ شقشقیہ کے وقت بھی جناب امیر اسی مجبوری مین ہونگے پس بلوائیون کے خلاف کوی بات نہین کرسکتے تھے ورنہ وہ بلوائی سامنے کھڑے ہوکر یون کہتے کہ جسطرح ہمنے عثمانؓ کو قتل کیا تھا تم کو بھی قتل کرین گے ۔ پس اسی مجبوری کی حالت مین جناب امیرؑ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو

اس خط مین جناب امیرؑ نے معاویہؓ پر یہ حجت پیش کی کہ میری خلافت اوسی طرح ثابت ہو گئی جسطرح ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت ثابت ہوئی تھی اور جن لوگون نے اونسے بیعت کی تھی اونھین لوگون نے اونھین شرطون پر مجھسے بھی بیعت کر لی۔ پس جسطرح اونکی اطاعت واجب تھی اسی طرح میری اطاعت بھی واجب ہی۔ اس لئے کہ شوری کا اختیار مہاجرین و انصار کو ہے کسی اور کو نہین مہاجرین وانصار متفق ہو کر جسکو امام بنا دین اوسی کی امامت سے اللہ راضی ہو گا پس مہاجرین وانصار نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کی طرح مجھے امام بنایا اور جو شخص مہاجرین وانصار کے حکم سے نکلے اور سمجھانے سے نہ ملنے اوس سے لڑنے کا حکم ہی اس لئے کہ وہ مومنین کے طریقہ کی مخالفت کرتا ہی پس تم جو میری خلافت سے انکار کرتے ہو اب مین تم کو سمجھاتا ہون کہ مان جاؤ ورنہ تمسے لڑنا جائز ہو گا اور تم جو مجھپر سازش قتل عثمانؓ کی تہمت لگاتے ہو یہ ہرگز صحیح نہین۔ مین اپنی جان کی قسم کھاتا ہون کہ مین خون عثمانؓ سے سب سے زیادہ بری ہون اور مین ہرگز اس بلوہ مین شریک نہ تھا بلکہ ایک گوشہ تنہائی مین بیٹھا ہوا تھا۔

اس خط کا جواب جو معاویہؓ نے بھیجا ہی وہ بھی شرح میثم[1] مین اسطرح مذکور ہے۔

واجابہ معویۃ	تو اسطرح جواب دیا جناب امیرؑ کو معاویہؓ نے۔
اما بعد فلعمری لو بایعك القوم الذین بایعوك وانت بری من دم عثمان كنت كابی بكر وعمر وعثمان	بعد حمد ونعت کے مطلب یہ ہی کہ اگر بیعت کر لیتے تم سے وہ لوگ جنھون نے تمسے بیعت کی ہی اور تم پاک ہوتے خون عثمانؓ سے تب تم مثل ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ہوتے۔

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران جزو ۱۱۔

بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا وسموا اماما کان ذلک للہ رضا فان خرج من امرھم خارج لطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ۔ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولی۔ ولعمری یا معویۃ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ منہ۔

جنھون نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تھی اوسی شرط پر جس شرط پر اون سے بیعت کی تھی اب نہ کسی حاضر بیعت کو یہ جائز ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب وقت بیعت کو یہ اختیار ہے کہ اُس کو رد کردے۔ اور نہیں ہے شوری مگر مہاجرین اور انصار کے لئے۔ تو اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام مقرر کردین تو وہی اللہ کی رضامندی ہے پھر اگر نکلے اونکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقہ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر دو اوسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اوس سے لڑو اس سبب سے کہ اوس نے طریقہ مومنین کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اوس کو اللہ نے حق سے۔ اور مین قسم کھاتا ہون اپنی جان کی اے معویہؓ اگر تو اپنی ہوا کو چھوڑکر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمانؓ کے اتہام مین تو مجھکو سب آدمیون سے زیادہ بری پایگا اور البتہ تو جان لے گا کہ مین ایک گوشہ مین تھا اُس سے

ہوا۔ لیکن اصلی وجہ ان بلوائیون کے رسوخ کی جو جناب امیرؑ کی مجبوری اور کمزوری تھی وہ معاویہؓ کو معلوم نہ تھی ایسی بدگمانیان جو غلط فہمیون پر مبنی ہوتی تھین کبھی باہم معصومین مین بھی واقع ہو جاتی تھین جیسے حضرت موسی اور ہارون مین جھگڑا ہوا اور جناب سیدہؑ کو جناب امیر سے بدگمانی ہوئی جو مضمون "ہیچو جنین در رحم" الخ سے ظاہر ہے۔

چونکہ جناب امیرؑ کے دربار مین بلوائیون نے بڑا زور پکڑا تھا اسی وجہ سے امیر معویہؓ نے یہ لکھا کہ جاہلون نے تمھاری اطاعت کی اور کمزورون نے تمھاری وجہ سے قوت پکڑی۔

وقد ابی اہل الشام الا قتالک حتی تدفع الیہم قتلۃ عثمان | اور اہل شام تمسے لڑنے کے سوا اور کسی بات پر راضی نہین ہوتے جب تک تم قاتلان عثمان کو اونکے حوالے نکردو۔

اس قول مین امیر معاویہ نے صاف ظاہر کر دیا کہ ہماری تمھاری لڑائی فقط خون عثمانؓ کی وجہ سے ہے۔ اسکے سوا اور کوئی وجہ جنگ نہین ہی اگر تم خون عثمانؓ سے بالکل بری ہو تو قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے کردو اور اگر تم اونکو پناہ دوگے تو ہم تمکو بھی اس سازش مین شریک سمجھین گے اور بغیر لڑے کسی طرح نمانین گے۔

فان فعلت کانت شوری بین المسلمین | اب اگر تم ایسا کروگے تو ہوگا شوری مسلمانون مین

یعنی ہم کو تمھاری خلافت پر دو اعتراض ہین۔ ایک یہ کہ قتل عثمان کی سازش مین تم شریک تھے۔ دوسرے یہ کہ مہاجرین و انصار وغیرہ سرداران اسلام نے اپنے ارادہ کے ساتھ تمسے بیعت نہین کی بلکہ بلوائیون کے خوف سے کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مہاجرین و انصار نے جو تم سے بیعت کی ہے دل سے بیعت نہین کی بلکہ لڑوا ہون کے خوف سے مجبور ہو کر بیعت کی ہے اگر یہ لوگ اپنے ارادہ سے بغیر کسی مجبوری کے تم سے بیعت کر لین اور تمھاری برارت خون عثمان سے ثابت ہو جاوے اوسوقت تمھاری خلافت مثل ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ہو گی۔

ولکنک اغریت بعثمان وخذلت عنہ الانصار فاطاعک الجاہل وقوی بک الضعیف۔

اور لیکن تمنے لوگون کو بھڑکایا عثمان رض کے لئے اور جدا کیا عثمان کے مددگارون کو۔ تو اطاعت کی تمھاری جاہلون نے اور مضبوط ہو گئے تمھارے سبب سے کمزور۔

جناب امیر نے جو قسم کھا کر اپنے آپ کو خون عثمان سے بری بتایا تھا اسکی معاویہ رض نے تکذیب نہین کی اور اتنی بات مان لی کہ تم اُس بلوے مین شریک نہ تھے بیشک اوس سے جدا تھے مگر اس صورت کے سوا اور صورتین جو اس خون مین سازش کی تھین اونکا احتمال باقی رہا۔ اور وہ صورتین یہ ہو سکتی ہین کہ خود جدا رہنا مگر دوسرون کو عثمان رض کے خون پر بھڑکانا۔ اور عثمان کے طرفدارون کو کم کرنا۔

اس مین شک نہین کہ معویہ رض کا یہ خیال کہ جناب امیر کسی طرح سازش قتل عثمان رض مین شریک تھے بہت عجیب اور بعید تھا۔ مگر انسان کی یہ طبعی بات ہے کہ جو خیال اوس کے دل مین کسی دلیل سے ثابت ہو جائے اوسپر اوسوقت تک جما رہتا ہے جب تک اوس خیال کی غلطی کسی دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔ قاتلان عثمان رض کا جناب امیر کے دربار مین بہت سا رسوخ ہونا بیشک ایسا امر تھا کہ جو اس قسم کی بدگمانیون کو گنجایش دیتا تھا اور یہی منشا معاویہ رض کی بدگمانی کا

سے جدا ہوتے اور جناب امیر ا ونسے قصاص لینے پر آمادہ ہوتے تو جناب امیرؑ کی خلافت
پر کسی کو اعتراض نہ ہوتا اور یہ ناگوار صورتین ہرگز پیش نہ آتین - اور معویہ جناب امیر
کے ساتھ ہوکر بلوائیون سے انتقام لیتے -
جناب امیر کی طرف سے قصاص نہ لینے کا ایک عذر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وارثان
عثمانؓ نے جناب امیر کے سامنے دعوی پیش نہین کیا اگر وہ خون عثمان کا دعوی پیش کرتے
اور قاتل کو معین کرکے گواہون کی شہادت سے قتل کرنے کا جرم اوسپر ثابت کرتے
اوسوقت جناب امیر موافق شریعت کے فیصلہ کرتے -
مگراس جواب سے معویہؓ اور وارثان عثمانؓ کی تسکین کیونکر ہوسکتی تھی - قاتلان عثمانؓ کو جناب
امیر کے دربار مین وہ حکومت تھی کہ اونکے مقابلے مین وارثان عثمان کی کیا مجال تھی کہ اونپر
خون کا دعوی کرتے - اگر قاتلان عثمان اونکو بھی قتل کردیتے تو جسطرح عثمانؓ کا قصاص
نہ لیا گیا اونکا بھی نہ لیا جاتا اس لئے کہ خلیفہ اس امر کے منتظر رہتے کہ جب ان مقتولون کا
کوئی وارث گواہون کو ساتھ لیکر دعوی کرنے آویگا اوسوقت دیکھا جاویگا - اب فرض کرو کہ
اُن مقتولون کا بھی کوئی وارث مدعی خون پیدا ہوجاتا تو یہ بلوائی اوس کو بھی تہ تیغ کرکے
عثمانؓ اور وارثان عثمانؓ کے پاس پہونچا دیتے اور اسیطرح سلسلہ قتل کا جاری رہتا
اور خلیفہ وقت کو کچھ پروا نہوتی - اس لئے کہ وہ تو قصاص کا حکم اوسوقت دے جب اوسکی عدالت
مین دعوی پیش ہوکر شہادت سے ثابت ہو اور بغیر اس کے ہزارون خون ہوا کرین خلیفہ کو کیا
غرض - اگر قصاص بغیر ان شرائط کے ممکن نہ تھا تو بطور تعزیر کے اُن بلوائیون کو سزا

پہلا اعتراض یون دفع ہوسکتا ہے کہ تم قاتلان عثمان کی حمایت چھوڑدو اور اونکو ہمارے پاس بھیجدو۔ دوسرے اعتراض دفع ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ جب قاتلان عثمانؓ ہمارے پاس آجاوین اور سب آدمیون کے دلون سے اونکا خوف جاتا رہے اوسوقت خلافت کا معاملہ مسلمانون کے شوریٰ پر چھوڑدو وہ اپنی خوشی سے جس کو خلیفہ بناوین وہی خلیفہ ہو۔ پس اگر اُن مسلمانون نے اپنی خوشی سے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو پھر وہ دوبارہ تمہین کو خلیفہ بناوین گے۔ یہان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ معویہؓ جنگ صفین سے پہلے خلافت کا دعویٰ نہین کرتے تھے بلکہ خون عثمانؓ کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور اگر کوئی صورت ایسی ممکن ہوتی کہ قاتلان عثمانؓ اونکے حوالے کردئے جاتے تو اوس وقت معویہؓ یہی چاہتے تھے کہ سرداران اسلام باہمی شوریٰ سے کسی کو خلیفہ مقرر کردین لیکن جب وہ صورتین جو معویہ نے پیش کین تھین پوری نہوئین اور جنگ کی نوبت پہونچی تو خواہ مخواہ معویہؓ کو خلافت کا دعویٰ کرنا پڑا۔

فاما شرفك فی الاسلام وقرابتك من النبیؐ وموضعك من قریش فلست ادفعہ۔	لیکن بزرگی تمھاری اسلام مین اور قرابت تمھاری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور مرتبہ تمہارا جو قریش مین ہے ہین اوسکا انکار نہین کرتا۔

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ معویہ مناقب جناب امیر کے منکر نہ تھے۔

ان دونون خطون سے فریقین کے دعویٰ اور اختلاف بہت اچھی طرح ظاہر ہوگئے لڑائی کی وجہ بھی بلوائی قاتلان عثمان تھے جو جناب امیر پر مسلط تھے۔ اگر یہ بلوائی جناب امیرؑ

ومن كتاب له عليه السلام كتبه الى اهل الامصار يقتص فيه ما جرى بينه وبين اهل صفين وكان بدء امرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الاسلام واحدة -

لا نستزيدهم في الايمان بالله والتصديق برسوله صلى الله عليه وآله ولا يستزيدوننا

فالامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان رض ونحن منه براء -

اور جناب امیر علیہ السلام کا خط ہے سب شہرون کے سلمانون کی طرف بیان کیا ہے اوس مین وہ قصہ جو اُن مین اور اہل صفین مین واقع ہوا۔ اور ابتدا ہماری معاملہ کی یہ ہوئی کہ ہمارا اور اہل شام کے گروہ کا مقابلہ ہوا۔

اور یہ امر ظاہر ہے کہ رب ہم دونون کا ایک تھا نبی ہم دونون کا ایک تھا اور دعوے ہمارا اسلام مین ایک تھا۔

نہ ہم اونمین زیادتی چاہتے تھے اللہ پر ایمان اور رسول کی تصدیق مین اور نہ وہ ہم مین زیادتی چاہتے تھے۔

پس معاملہ ایک تھا مگر جھگڑا پڑ گیا ہم مین خون عثمان پر اور ہم اوس سے پاک ہین۔

اس قول سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر رض اور معاویہ مین کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا دین و ایمان دونون کا ایک تھا نہ معویہ رض جناب امیر رض

کیون نہ دی گئی اور سرزنش اور تنبیہ کیون نہ کی گئی بخلاف اسکے قتل عثمان کے بعد اون کا زور اور زیادہ بڑھگیا۔ جو بلوائی طلحہ رض اور زبیر رض جیسے دلاورون اور اکثر صحابہ کو دہمکیان دیکر مدینہ سے نکال دین اور جناب امیر رض خود اونکی قوت ایسی بیان کرین جیسا کہ اونکے کلام سے اول ظاہر ہوچکا اور جن کو یہ جرات ہو کہ قصہ تحکیم کے وقت جناب امیر ع سے اونھون نے کہا کہ جسطرح ہمنے عثمان کو قتل کیا اسی طرح تم کو بھی قتل کردین گے اونکے مقابلہ مین حسب ضابطہ خون کے دعوی کی کیا صورت تھی۔

ستم اوٹھائے غریبون نے اور خموش رہے	لبون پہ رک گئی فریاد دادخواہونکی
تمام شہر پہ بلوائیون کا قبضہ تھا	نہ مستغیث کی پرسش نہ وہان گواہونکی
گھٹے گا زور جب اونکا تو ہوگی فکر قصاص	یہی تھی مصلحت وقت بادشاہونکی
مگر نہ زور گھٹا اور نہ انتقام ہوا	وبال پڑگیا گردن پہ بیگناہونکی
تمام مجمع اسلام مین نفاق پڑا	بہت سی ہوگئین خونریزیان سپاہونکی

پس جناب امیر کی طرف سے واقعی عذر قصاص نہ لینے کا یہی تھا کہ جناب امیر مجبور تھے اور بلوائیون کا ایسا زور تھا کہ جناب امیر کو اونکے سزا دینے کی قدرت نہ تھی۔

اس موقع پر ہم جناب امیر کی وہ تحریر بھی نقل کرتے ہین جس مین جناب امیر ع نے صاف صاف ظاہر کردیا ہی کہ معویہ رض وغیرہ اہل شام سے صفین مین لڑائی کیون ہوئی اور اس جنگ کا سبب کیا تھا یہ وہ تحریر ہے جو بطور اشتہار اور اعلان کے جناب امیر ع نے ہر ہر شہر کو بھیجی تھی تاکہ سب مسلمانون کو وجہ اس لڑائی کی معلوم ہوجائے۔ نہج البلاغت[1] مین ہے۔

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ص ۳۶۔

وَمَرَقَتْ اٰخَرُوْنَ	اور دین سے نکل گئے دوسرے لوگ ۔
کَاَنَّهُمْ لَمْ یَسْمَعُوْا قَوْلَ اللّٰهِ	گویا کہ خوارج نے نہین سُنا اللہ تعالیٰ کا یہ قول
تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا	یہ آخرت کا گھر مقرر کرتے ہین ہم اوسکو اون کے
لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ	لیے جو زمین مین نہ بڑائی چاہتے ہین نہ فساد
وَلَا فَسَادًا ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ	اور آخرت کی بھلائی پرہیزگارون کے لیے ہے ۔
بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا	ہان بخدا کہ خوارج نے اوسے سُنا تھا اور
وَوَعَوْهَا ۔	یاد رکھا تھا ۔
وَلٰکِنَّهُمْ حَلِیَتِ الدُّنْیَا فِیْ	اور لیکن بھلی معلوم ہوئی دنیا اون کی آنکھون مین
اَعْیُنِهِمْ ۔ وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا ۔	اور لبھایا اون کو دنیا کی بہار نے ۔
اَمَا وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ	ہان قسم ہے اوسکی جس نے چیرا دانہ کو اور پیدا
وَبَرَاَ النَّسَمَةَ ۔	کیا انسان کو ۔
لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ	اگر نہوتا حضور آنے والون کا ۔
وَقِیَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ	اور قائم ہوجانا حجت کا بسبب مل جانے مددگارون کے
وَمَا اَخَذَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی	اور اگر اللہ کا یہ حکم نہوتا کہ اوسنے واجب کردیا ہے
الْعُلَمَاۗءِ اَنْ لَّا یُقَارُّوْا عَلٰی	علما پر[1] کہ راضی نہووین ظالم کی سیری اور مظلوم
کِظَّةِ ظَالِمٍ وَلَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ	کی بھوک پر ۔
لَاَلْقَیْتُ حَبْلَهَا عَلٰی غَارِبِهَا	البتہ ڈالدیتا مین ناقۂ خلافت کی رسّی اوسکی پشت پر

[1] یہان جناب امیر نے فرمایا کہ علما کو جب مددگار ملین تو مظلومون کی دادرسی اون پر واجب ہے یعنی انصاف کرنے کے لیے خلافت قبول کرنا واجب ہے اور امیر معاویہ کو جو خط لکھا تھا اوسمین یہ تھا کہ مہاجرین و انصار جنکو امام بناوین اوسی کی خلافت سے اللہ راضی ہوگا ان دونون قولون کا مطلب ایک ہی ہے اس لیے کہ مہاجرین جنکو امام بناوین گے وہ عالم ہوگا اور مہاجرین و انصار اوسکے مددگار ہون گے اور جب یہ دونون قول ایک ہین تو ثابت ہوگیا کہ جو مضمون امیر معاویہ کو لکھا تھا وہ بطور الزام کے نتھا بلکہ درحقیقت جناب امیرؑ کا یہی اعتقاد تھا ۔

کے دین مین کوئی نقصان جانتے تھے نہ جناب امیر معوٰیہ کے دین مین کوئی نقصان سمجھتے تھے۔ فقط خون عثمان پر اختلاف تھا اور اسی کی لڑائی تھی مذہبی لڑائی نہ تھی۔

(معاویہ مومن تھے)

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ معاویہ اوسی طرح مومن تھے جیسے جناب امیر پس ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بدرجہ اولی مومن ہونگے۔

(مسئلہ امامت اصل نہیں)

مسئلہ اعتقاد امامت کی ہرگز کوئی اصل نہ تھی ورنہ جناب امیر اپنا اور معوٰیہ کا دین ایک نہ بتاتے اگر انصاف کرو تو اسی قول سے اصول مذہب شیعہ کا بطلان بہت اچھی طرح ثابت ہوگیا۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ امیر معاویہ رض کو دعوی خلافت مقصود بالذات نہ تھا اور یہ لڑائی خلافت کے لئے نہ تھی اس لئے جناب امیر نے لڑائی کا سبب خون عثمان کے سوا کوئی اور نہین بتایا۔

اب خطبہ شقشقیہ کے اس فقرہ مین جو جناب امیر نے گروہ معاویہ رض کی طرف نافرمانی کا الزام لگایا اوسکی تفصیل ہمارے اس بیان سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوگئی۔ اسمین شک نہین کہ معاویہ رض کی کارروائی جناب امیر کی رای کے خلاف تھی اسی وجہ سے جناب امیر نے اونکی طرف نافرمانی کی نسبت کی مگر جس کام معاویہ رض نے قصد کیا تھا وہ بھی نیک نیتی پر مبنی تھا اگر اسمین اونکو اجتہاد کی خطا ہو تو وہ معذور تھے۔ اگر معاویہ کو جناب امیر کی مجبوری کی حالت معلوم ہو جاتی تو وہ اسطرح جنگ نہ کرتے بلکہ سب سے پہلے جناب امیر کی مجبوری دفع کرنے کی کوشش کرتے۔

پس وارثان عثمانؓ کی دادرسی اون پر واجب تھی۔

اگر جناب امیرؑ کے واسطے نص امامت موجود ہوتی تو قبول خلافت کی وجہ مین اول اوسی کو ذکر کرتے اور یون کہتے کہ مین نے خلافت اس لیے قبول کی کہ اللہ نے رسول کے بعد مجھی کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور رسول بھی حکم دے گئے تھے کہ میرے بعد علی کو خلیفہ بنائیو۔

بلکہ جو دلیل جناب امیرؑ نے بیان کی وہ نص امامت کے مخالف ہے اس لیے کہ نص امامت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوسوقت جناب امیر کے سوا دوسری کو خلافت کا قبول کرنا جایز نہ تھا اور اس دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر عالم پر بشرط مل جانے مددگارون کے خلافت قبول کرنا واجب تھا۔

پس جسطرح اس خطبہ کے پہلے فقرہ سے مذہب شیعہ کا بطلان ثابت ہوگیا تھا جہان جناب امیرؑ نے حسب معنی مزعومی شیعہ اپنے مرتبہ اور علم سے استحقاق خلافت ثابت کیا تھا نہ نص سے اسی طرح اس آخر کے فقرہ سے بھی مذہب شیعہ باطل ہوگیا اس لیے کہ جناب امیرؑ نے ایسی دلیل سے استدلال کیا جس سے نص امامت کی باطل ہوگئی۔

وَ لَسَقَیْتُ اٰخِرَهَا بِکَاْسِ اَوَّلِهَا اور پلاتا مین آخر خلافت کو جیسا اول خلافت کا۔

یعنی جسطرح مین نے پہلی خلافت قبول نہین کی تھی اسی طرح آخر خلافت قبول نہ کرتا۔

وَلَاَلْفَیْتُمْ دُنْیَاکُمْ هٰذِهٖ اور البتہ پاتے تم اپنی اس دنیا کو

اب جناب امیرؓ اللہ کی قسم کہا کر یہ فرماتے ہین کہ مین خلافت کو ہرگز پسند نہین کرتا تہا بلکہ اس مجبوری کی وجہ سے مین نے خلافت قبول کی کہ بہت سے بعیت کرنے والے جو حاضر ہوے تو مجہکو مددگار مل گئے اور اللہ نے علما پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ ظالم کی سیری اور مظلوم کی بہوک پر راضی نہو جاوین بلکہ ضرور مظلوم کی دادرسی کرین پس مددگارون کے مل جانے اور علما پر مظلومون کی دادرسی واجب ہونے کی وجہ سے خلافت کا قبول کرنا مجھ پر واجب ہوگیا اگر مجہکو مددگار نہ ملتے یا علما پر مظلومون کی دادرسی واجب نہوتی تو مین خلافت کو ہرگز قبول نہ کرتا بلکہ ناقۂ خلافت کی رسی اوس کی پشت پر ڈالدیتا اور مین اوس کی مہار اپنے ہاتھ مین نہ لیتا۔

جناب امیرؓ نے قبول خلافت کے واجب ہونے کی وجہ نص امامت نہ بتائی بلکہ یہ وجہ بتائی کہ مددگارون کے مل جانے کی صورت مین علما پر مظلومون کی دادرسی واجب ہے یہ ایک ایسی وجہ ہے کہ جناب امیرؓ سے مختص نہین بلکہ جس عالم کو مددگار مل جائین اوسپر مظلومون کی دادرسی واجب ہے اسی دلیل سے خلفائے ثلثہؓ نے خلافت قبول کی تہی۔ پس جناب امیرؓ کے اس قول سے خلافت خلفائے ثلثہ کی حقیت بہی ثابت ہوگئی بلکہ یہ ثابت ہوگیا کہ اون مین سے ہر ایک پر خلافت کا قبول کرنا واجب تہا۔ اس کے علاوہ یہ بہی ثابت ہوگیا کہ معاویہؓ نے جو خون عثمانؓ کا انتقام لینا چاہا تہا وہ بہی اون پر واجب تہا اسلیے کہ مددگاراون کے پاس موجود تہے

لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ اطَّرَدَتْ مَقَالَتُکَ مِنْ حَیْثُ افْضَیْتَ	کہ کاش اب بڑہاؤ تم اپنے کلام کو جہان سے چھوڑا ہے۔
فَقَالَ ھَیْھَاتَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ تِلْکَ شِقْشِقَۃٌ ھَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ۔	تو جناب امیرؑ نے فرمایا ہوچکا اے ابن عباس یہ مستی کے جھاگ تہے کہ اونہون نے جوش کہایا تہا اب وہ دب گئے۔

یعنی اے ابن عباس مجھکو اپنے گذشتہ دوست یاد آگئے تہے اوس جوش مین مین نے اون کا اسقدر ذکر کر دیا اب وہ جوش فرو ہوگیا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللّٰہِ مَا اَسِفْتُ عَلٰی کَلَامٍ قَطُّ کَاَسَفِیْ عَلٰی ذٰلِکَ الْکَلَامِ اَلَّا یَکُوْنَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْ حَیْثُ اَرَادَ	تو ابن عباس نے کہا کہ خدا کی قسم مجھکو کبھی کسی کلام پر اتنا افسوس نہین ہوا جتنا اس کلام پر ہوا کہ جناب امیرؑ نے اپنے کلام کو وہان تک کیون نہ پہونچایا جہان تک مقصود تہا۔

اب یہ خطبہ شقشقیہ تمام ہوا اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ علماے شیعہ جو جو اس خطبہ سے خلفاے ثلثہ کی برائی پر استدلال کرتے ہین یہ استدلال صحیح نہین بلکہ اسی طرح اس خطبہ سے خلفاے ثلثہ کی مدح پر استدلال ہوسکتا ہے اور جا بجا اس خطبہ کے فقرات سے نص امامت کا بطلان ثابت ہوگیا جس سے مذہب شیعہ کی بنیاد اکھڑ گئی۔

جناب امیرؑ نے یہ خطبہ ناتمام چھوڑ دیا اگر پورا کرتے تو جو معنی اسکے فقرات کے

اَهْوَنَ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ } بے حقیقت زیادہ بکرے کے ناک کے پانی سے جو کسی جذامی کے ہاتھ مین ہو۔

یعنی اگر اوس دلیل سے جسکو مین نے اول ذکر کیا خلافت کا قبول کرنا مجھپر واجب نہو گیا ہوتا تو تم اپنی اس سلطنت دنیا کو میرے نزدیک نہایت ذلیل اور بے حقیقت پاتے۔

اس قول مین جناب امیرؑ نے خلافت کو سلطنت دنیا بتایا اور نہایت بے حقیقت ظاہر کیا اور گندی چیز سے اوسکو تشبیہ دی پس ظاہر ہو گیا کہ جناب امیرؑ کو خلافت سے سخت نفرت تھی اور مجبوری کی حالت مین اوسکو قبول کیا تہا۔ اگر جناب امیرؑ کی خلافت کے لیے شارع کی طرف سے نص ہوتی تو وہ اوسکو سلطنت دنیا ہرگز نہ بتاتے اور نہ ایسی ذلیل چیز فرماتے۔ یہان سے یہ بہی ظاہر ہو گیا کہ یہ خلافت دینی امامت نہ تہی۔

یہ آخری فقرہ اس خطبہ کا ہے اسکے بعد رضی نے نہج البلاغت مین لکہا ہے کہ

قَالُوْا وَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَنَاوَلَهٗ كِتَابًا فَاَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيْهِ } کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے سامنے ایک گانووالا کہڑا ہوا جب وہ اپنے خطبہ مین اس فقرہ تک پہونچے تو اون کو ایک کاغذ دیدیا اوس کو جناب امیرؑ دیکہنے لگے۔

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَالَ } جب وہ فارغ ہوئے تو ابن عباس نے کہا

اوس خطبہ مین جناب امیرؑ نے حاضرین سے مخاطب ہوکر اس کا عذر یہ بیان کیا ہے
کہ اگر مین ان باتون کا تدارک کرون تو تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے جس کا حاصل
یہ ہوا کہ مین تنہا رہجاؤن گا اور خلافت مجھسے چہن جاے گی پس خطبۂ شقشقیہ مین تو
جناب امیرؑ یہ فرماتے ہین کہ مین نے خلافت اس لیے قبول کی کہ مظلومونکی دادرسی
مجھ پر واجب ہے اور اوس خطبہ مین یہ فرما چکے تہے کہ مین مظلومون کی دادرسی اس لیے
نہین کرتا کہ خلافت مجھسے چہن جاے گی۔

خطبۂ شقشقیہ قصۂ خوارج کے بعد بیان فرمایا ہے اسلیے کہ خوارج کا ذکر اوس مین
موجود ہے وہ وقت جناب امیرؑ کے آخر خلافت کا تہا اور اوسوقت اون کو
بخوبی ظاہر ہوچکا تہا کہ وہ مظلومون کی دادرسی نہین کرسکتے بلکہ اس سے پہلے
اپنی زبان سے کہہ چکے تہے کہ ہم مظلومون کی دادرسی سے مجبور ہین۔ پس ایسی دلیل
جناب امیرؑ نے کیون بیان کی جبکو وہ خوب جانتے تہے کہ ہرگز اون پر صادق
نہین آسکتی اور نہ آئندہ اس کی امید تہی اس لئے کہ اپنی موت کا وقت اون کو معلوم
تہا کہ بہت قریب ہے۔

جناب امیرؑ نے مظلومون کی دادرسی کے لیے یہ بے حقیقت اور گندی چیز اپنے لیے
جایز سمجھ لی تہی اور جب مظلومون کی دادرسی ممکن نہوئی تو اب یہ گندی چیز کس دلیل سے
جناب امیرؑ کے لیے جایز تہی۔

اب حضرات شیعہ یہ بہی ارشاد فرماوین کہ جناب امیرؑ نے مددگارون کے

شیعون نے تراشے ہین ان کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی۔

شاید اون کے سکوت کی یہ وجہ ہوئی کہ جناب امیرؑ نے جو وجہ خلافت کے قبول کرلینے کی فرمائی وہ اون کے حق مین صحیح نہ تھی اور اسوجہ کے بیان کردینکے بعد اس کی غلطی اون پر ظاہر ہوگئی ہوگی اس ندامت مین اونہون نے سلسلۂ کلام کو قطع کردیا۔

وجہ اس دلیل کے صحیح نہونے کی یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے خلافت قبول کرلینے کا سبب یہ فرمایا کہ "مددگارون کے ملنے کی صورت مین علما پر مظلومون کی دادرسی واجب ہوتی ہے اور مجھکو مددگار مل گئے اس لیے خلافت کا قبول کرلینا مجھ پر واجب ہوگیا اس مجبوری سے مین نے خلافت قبول کی ورنہ ہرگز قبول نہ کرتا اور اوسکو نہایت ذلیل سمجھتا"

مگر جناب امیرؑ سے مظلومون کی دادرسی کچھ بھی نہوسکی۔ نہ قاتلان عثمانؓ سے وہ قصاص لے سکے۔ نہ وہ عورتین اونہون نے واپس دلائین جو ظالمون نے اون کے شوہرون سے ناحق چھین لین تھین۔ بیت المال کو بھی اغنیا کی دولت بنایا۔ اور موافق طریقۂ سنت کے برابری کے ساتھ تقسیم نہ کیا۔ نہایت عجیب یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے کا بھی حکم نہ کرسکے۔ یہ مطالب جناب امیرؑ کے اوس خطبہ سے ظاہر ہین جو کافی کی کتاب الروضہ[1] مین مذکور ہے اسکی تفصیل اس کتاب کی جلد اول مین گذرچکی اور کسیقدر ذکر اوسکا جلد ثانی مین اسی خطبہ کی ابتدا مین ہے۔

[1] کتاب الروضہ کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹

فقال یا محمد ان اللہ تبارک و تعالیٰ لم یزل متفردا بوحدانیتہ - ثم خلق محمدا و علیا و فاطمۃ	تو امام نے فرمایا کہ اے محمد بیشک اللہ تعالے ہمیشہ سے یکتا تھا اپنی وحدانیت مین - پھر اُس نے پیدا کیا محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہ علیہم السلام کو

خلیل قزوینی نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے -

" بعد از ان آفرید محمدؐ و علیؑ و فاطمہ را مراد ایشان و ائمہ اولاد ایشان ست "

یعنی اگرچہ اس حدیث مین ذکر فقط علی اور فاطمہ کا ہے مگر اونکی اولاد کے ائمہ بھی مراد ہین

فمکثوا الف دھر ثم خلق جمیع الاشیاء فاشھدھم خلقھا واجری طاعتھم علیھا و فوض امورھا الیھم فھم یحلون ما یشاؤن و یحرمون ما یشاؤن ولن یشاؤا الا ان یشاء اللہ	وہ اسی طرح رہے ہزار برس - پھر پیدا کیا سب چیزون کو اور دکھایا اُن تینون کو سب چیزون کا پیدا کرنا اور جاری کی اطاعت اونکی سب چیزون پر - اور سپرد کر دیے کام اون چیزون کے اون تینون کو - پس وہ حلال کرتے ہین جس چیز کو چاہتے ہین اور حرام کرتے ہین جس چیز کو چاہتے ہین اور نہین چاہتے ہین وہ مگر جو چاہے اللہ

اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوتے -

اول یہ کہ ائمہ کو یہ اختیار تھا کہ جس حرام چیز کو چاہین حلال کر دین اور جس حلال چیز کو چاہین حرام کر دین - اور محمد بن سنان نے جو شیعون مین اختلاف کا ذکر کیا تھا اوسکا جواب امام محمد تقی علیہ السلام نے یہی دیا کہ شیعون مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ کے فتوون مین اختلاف تھا اور ائمہ کے فتوون مین اس وجہ سے اختلاف تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ سے

مل جانے کا اقرار کیا اور یہی وجہ خلافت قبول کرنے کی بیان فرمائی پس جس خلیفہ کے پاس مددگار موجود ہون اوسکو ایسے ظلم باقی رکھنا اور اون کا تدارک نہ کرنا کیونکر جایز ہوگا۔

البتہ حضرات شیعہ کی طرف سے اس شبہہ کا ایک جواب نہایت لطیف ہوسکتا ہے جسمین سارا قصہ فیصل ہوجائیگا اور وہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس چیز کو چاہین حلال کردین اور جس چیز کو چاہین حرام کردین۔ پس ممکن ہے کہ جناب امیرؑ نے اپنے اس اختیار جایز کی بموجب جن ظلمون کو باقی رکھا اون کو حلال کردیا ہو۔

اصول کافی[1] مین امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ الثَّانِيْ فَاَجْرَيْتُ اِخْتِلَافَ الشِّيْعَةِ	محمد بن سنان کہتا ہے کہ مین امام تقی علیہ السلام کی مجلس مین تھا تو مین نے شیعون کے اختلاف کا ذکر کیا۔

علامہ خلیل قزوینی نے صافی مین اسکا ترجمہ یون کیا ہے

"مذکور ساختم اختلاف شیعہ امامیہ را در عمل بسبب اختلاف فتوے ہاے ائمہ"

یعنی اماموں نے جو مختلف فتوے دئیے ہین ایک ہی مسئلہ مین کبھی کچھہ کہدیا ہے کبھی کچھہ اور ائمہ کے ان مختلف فتوون کی وجہ سے جو شیعون مین اختلاف پڑگیا ہے اس کا مین نے ذکر کیا۔

ائمہ کے اختلاف کی وجہ یہی تھی کہ اون کو اپنی طرف سے حلال حرام کرنیکا اختیار تھا۔

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲۸۷ باب مولد النبی۔

دوسرا فائدہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ائمہ پر اتباع قرآن وحدیث واجب نہ تھا بلکہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اونکی خواہش پر تھا اور ظاہر ہی کہ جب حلال یا حرام کر دینے کا اختیار اونکو حاصل تھا اور تمام امور خلایق کے اونھین کے سپرد تھے پھر وہ دوسرے کا اتباع کیون کرتے اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اپنی حدیثون کی سند رسولؐ تک نہین پہنچاتے شاید اسی وجہ سے اونھون نے اپنے شیعون کو اصلی قرآن نہ دیا۔ اور قرآن محرف کی اصلاح نہ کی اس لئے کہ جب حکم حلت وحرمت کا خود اونکو اختیار حاصل تھا پھر کیا ضرور تھا کہ وہ اپنے شیعون کو قرآن کا پابند کرتے اور اسی وجہ سے ہر امام کی اطاعت واجب ہوئی اس لئے کہ اگر ائمہ کے سب احکام اونھین چیزون سے ماخوذ ہوتے جو رسول نے دین ثقلین یعنی قرآن اور حدیث تو رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت واجب نہوتی جیسا کہ قرآن مین جابجا فقط اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم مذکور ہے اور اسی وجہ سے ہر امام خطا سے معصوم سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ اگر کسی شریعت کی پابندی واجب ہوتی تو اوسکی مخالفت کی صورت خطا سمجھی جاتی اور جب کسی قانون کی پابندی اونپر واجب نہین بلکہ حکم حلت وحرمت اونکے اختیار مین ہی پھر خطا کی کیا صورت۔

تیسرا فائدہ اس حدیث کا یہ ہی کہ رسول اور امام مین کوہی فرق باقی نہ رہا اور اگرچہ حضرات شیعہ لفظ رسول امام کے واسطے نہین بولتے مگر یہ فقط لفظی بحث ہی اس لئے کہ جو معنی رسول کے تھے وہ اس حدیث کے بموجب ائمہ کے لئے ثابت ہو گئے

لیکن آخر امام تک معہ جناب سیّدہ کے ہر ایک کو اختیار تھا کہ جس حلال چیز کو چاہین حرام کر دین اور جس حرام کو چاہین حلال کر دین مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نے جس چیز کو حرام کیا ہو علی علیہ السلام کو اختیار تھا کہ اوس کو حلال کر دین اور علیؑ نے جس چیز کو حرام کیا ہو جناب سیّدہ کو اختیار تھا کہ اُس کو حلال کر دین اور یہی اختیارات تمام ائمہ کو حاصل تھے اور اسی وجہ سے احکام ائمہ مین اختلاف پڑا۔

اماموں کے ہونے میں اختلاف کیون ہوا۔

پس خطبہ مندرجہ روضہ کافی مین جن جن ظلمون کا ذکر ہے مثلاً مسلمانون کی بیبیون کو ناحق چھین لینا اور اون سے زنا کرنا۔ بیت المال کو اغنیا کی دولت بنانا اور سنت کے مواق تقسیم نہ کرنا۔ قرآن پر عمل نکرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان سب امور کو جناب امیرؑ نے ضرور حلال کر دیا ہوگا اس لئے کہ جب امر ناجائز کو جائز کر دینے کا اختیار اون کو حاصل تھا پھر جو ناجائز امور جناب امیر کو اپنے عہد خلافت مین جاری رکھنے پڑے اونکو ناجوازی کی حالت مین کیون رکھتے اب اگر یہ شبہ ہو کہ اگرچہ جناب امیر جس حرام کو چاہتے حلال کر سکتے تھے مگر اونکا چاہنا اللہ کے چاہنے پر موقوف تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی تو نہین ثابت ہوا کہ جناب امیر کے عہد مین اللہ نے یہ نہین چاہا تھا۔ شاید جناب امیر کو ظلم باقی رکھنے کے الزام سے بچانے کے لئے اوس وقت اللہ نے یہی چاہا ہو۔ علاوہ اس کے یہ ایک ایسا مضمون ہے جو اللہ نے سب بندون کے حق مین فرمایا ہے جس مین کافر بھی شامل ہین۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ اور نہین چاہتے تم مگر وہی جو اللہ چاہے۔

دوسرے یہ کہ جو چیز قرآن مین حرام ہو اوس کے حلال کرنے کا امیہ کو اختیار ہے۔
چونکہ امیہ کے نام سے حدیثون کا تصنیف کرلینا اونکا ایک معمولی کام تھا پس اونھون نے
ایک ایسا مذہب بنا دیا جسمین نفسانی خواہشون کے حاصل کرنے کی پوری آزادی حاصل
رہے۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق اس مذہب کے مسائل پر غور کرنے سے بخوبی
حاصل ہوتی ہے۔
مثلاً ستر کا یہ مسئلہ کہ آگے کے ستر پر فقط ہاتھ رکھ لینا کافی ہے پیچھے کا ستر
خود بخود چھپا ہوا ہے وہان ہاتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہین۔ اس سے بڑھکر امام پر یہ
افترا کیا کہ وہ نورہ لگاکر حمام مین دوسرون کے سامنے بالکل برہنہ ہوجایا کرتے تھے
(معاذ اللہ منہا) اس سے بڑھکر یہ ہے کہ ہاتھ رکھنے یا نورہ لگانے کی قید فقط مسلمانون
کے ستر کے لئے ہے۔ کافرون کا ستر بغیر اس آڑ کے بھی دیکھنا جایز ہے اس لئے کہ وہ
گدھے ہوتے ہین پس اونکے ستر کا بھی وہی حکم ہے جو گدھے کے ستر کا۔ تفصیل ان روایات
کی جلد اول مین گذر چکی یہ نمونہ مسائل مذہب شیعہ کا ہے جس سے تمام مذہب کا حال بخوبی
قیاس ہوسکتا ہے۔
ہر منصف غور کرسکتا ہے کہ یہ مسائل کیسی نفسانی خواہشون کے جوش مین بنائے گئے ہین
جب ان حضرات نے امام کو حمام مین غیرون کے سامنے برہنہ کردیا تو پھر اور کیا باقی رہا
اسے اللہ تو جانتا ہے کہ خاندان اہلبیت کے مقدس بزرگون پر کیسے افترا کئے گئے۔
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ٥

اس لیے کہ جسطرح محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کی اطاعت واجب ہی اور اونکو یہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہین حلال کردین اور جس چیز کو چاہین حرام کردین اور بندون کے تمام امور اونکو سپرد تھے یہی صفت ہر امام کی تھی پس ہر امام رسول مستقل تھا اور یہی صفات جناب سیّدہ علیہا السلام کو بھی حاصل تھین پس اس امت کے تئے چودہ رسول مستقل ثابت ہوتے جو چاردہ معصوم کے نام سے مشہور ہین اور چودہ رسولون کے احکام مین اختلاف بھی ہی جیساکہ بیان سابق سے ظاہر ہو چکا۔

تعجب ہی کہ حضرات شیعہ جناب سیّدہ کا نام فہرست ایمہ سے کیون خارج کرتے ہین حالانکہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اختیارات منصب رسالت و امامت کے اونکو بھی وہی حاصل تھے جو جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور تمام ایمہ کو تھے پس اس صورت مین دوازدہ امام کے عوض سیزدہ امام کہنا چاہیئے۔

مذہب شیعہ کے بانیون نے یہ اختیارات ایمہ کو اس مصلحت سے عطا کیے تھے کہ ایمہ کی طرف نسبت کرکے جس حرام کو چاہین حلال کرلین اور اس مذہب کو اپنی نفسانی خواہشون کے پورا کرنے کا بہت عمدہ ذریعہ بنالین۔

بلکہ یہانتک قابو حاصل کرلیا کہ جو چیز قرآن مین بنص صریح حرام ہو اوس کو بھی حلال کرلین اور اگر کوئی شخص مخالفت قرآن کا اعتراض کرے تو اوس اعتراض کے لیے دو جواب اونکے پاس موجود تھے۔

ایک یہ کہ قرآن کا مطلب ایمہ کے سوا کوئی نہین سمجھتا۔

ومنہ محرف ومنہ علے خلاف ما انزل اللہ	اور کچھ حصہ قرآن کا محرف ہے اور کچھ ایسا ہے جو مخالف اوس کے ہے جو اللہ نے اُتارا تھا۔

اور دوسری جگہ خلاف ما انزل اللہ کی چند مثالین لکھ کر آخر مین یہ لکھا ہے ومثلہ کثیر یعنی اسی طرح خلاف ما انزل اللہ قرآن کی بہت سی آیتین ہین۔ پھر محرف کی چند مثالین لکھ کر آخر مین لکھدیا ہے ومثلہ کثیر یعنی اسی طرح تحریف بھی قرآن کی بہت سی آیتون مین ہے۔

جب حضرات شیعہ کو اس کوشش مین ہر طرح ناکامی ہوئی اور کسی طرح مسئلہ امامت قرآن سے کوئی تعلق پیدا نہ کرسکا تو اسی جلن مین ان حضرات نے قرآن پر محرف اور خلاف ما انزل اللہ ہونے کا عیب لگایا۔

فقال ابوبکر وتراھم یا رسول اللہ قال نعم قال فارنیھم فمسح علے عینیہ فرءاھم فقال رسول اللہ انت الصدیق	تو ابوبکر نے کہا کہ کیا تم اونکو دیکھ رہے ہو یا رسول اللہ۔ رسول نے فرمایا ہان دیکھ رہا ہون۔ ابوبکر نے کہا مجھے بھی دکھادو۔ پھر رسول نے ہاتھ پھیردیا ابوبکر کی آنکھون پر تو ابوبکر کو بھی وہ سب نظر آگئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو صدیق ہے۔

صدیق ایک ایسا عالی مرتبہ قرب الٰہی کا ہے کہ بعد رسول کے صدیق کا مرتبہ ہوتا ہے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابوبکر کو صدیق فرمایا تو قرب الٰہی مین اونکا مرتبہ عالی بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا اور اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ یہ خطاب ابوبکر کو رسول نے دیا تھا جو قیامت تک اونکے نام کے ساتھ پکارا جاےگا۔ غزوہ خیبر مین رسول نے علی کی آنکھون پر ہاتھ پھیر کر آشوب چشم کھودیا تھا اور غار مین ابوبکر کی آنکھون پہ ہاتھ پھیر کر اونکو روشن ضمیر بنادیا۔ رسول کے ہاتھ نے علی کے جسم پر اثر کیا تھا اور ابوبکر کے قلب پر۔ اسی طرح اس غزوہ مین علی کو کرار غیر فرار فرمایا یہ بھی ایک جسمانی کمال ہے اور ابوبکر کو غار مین صدیق فرمایا یہ قلبی کمال کا۔ غزوہ خیبر مین اس کرامت کی نتیجہ تھی علی سے جو امر خارق عادت ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ اونکے بدن مین اتنی قوت آگئی کہ در خیبر کو اوکھاڑ لیا جو ایک آدمی کی قوت سے باہر کام تھا۔ ابوبکر کی آنکھون پر جب رسول نے ہاتھ پھیرا تو اونکو جو امر خارق ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ اونکا قلب ایسا روشن ہوگیا کہ غار مین بیٹھے ہوے مشرق ومغرب کی سیر کرنے لگے درحقیقت رسول نے ابوبکر کی آنکھون پر ہاتھ پھیر کر وہ تسکین نازل کی جسکا ذکر اللہ نے قرآن مین کیا ہے ۱۲

رسول کا ابوبکر کو صدیق کرنا

جو دلائل اس کتاب کی سب جلدون مین یہان تک ہم بیان کر چکے وہ مسئلہ امامت کے باطل کرنے کو بہت کافی ووافی ہین۔ مگر اب ہم حضرات شیعہ کے اون دلائل پر بھی غور کرتے ہین جن پر اس مسئلہ کے ثبوت کا مدار ہی۔

حضرات شیعہ نے فضول کوشش بہت کی مگر کسیطرح اس مسئلہ کو قرآن سے کچھ لگاؤ نہ ہوسکا ہرچند بڑے بڑے منطقیون نے عجیب عجیب مقدمات بے سروپا ترتیب دیے مگر ریک تاویلین کسی طرح نہ بن سکین۔ جب تحریف معنوی سے کام نہ چلا تو تحریف لفظی مین بہت کچھ کوشش کی جسکی تفصیل جلد اول مین گذر چکی مگر اللہ اپنے کلام کا حافظ تھا کسی طرح قرآن مین بڑہانے کی جرات نہ پائی مجبور ہوکر کافی وغیرہ اپنی کتابون مین ان روایتون کو درج کرلیا مگر اوسکا نتیجہ یہی ہوا کہ قرآن مین تحریف کا دعوی کرنا پڑا۔ تفسیر قمی کے مضامین ہم اول بحوالہ تفسیر صافی کے نقل کرچکے ہین اب ہم کو اصل تفسیر قمی[۱] کا بھی ایک قلمی نسخہ میسر آگیا اوس کے مقدمہ مین جو آیات قرآنی کی قسمین بیان کین ہین اوسمین یہ بھی لکھا ہی

[۱] یہ کتاب بعنایت مسبب الاسباب اسی ہفتہ مین راقم الحروف کو میسر آئی ہی۔ مین نے اول ہی روز جو اوسکو کہولا تو سورہ توبہ مین آیۃ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار کی تفسیر مین یہ روایت لکھی ہی صاحب تفسیر قمی اپنے باپ کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی۔

قال لما کان رسول اللہ فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینۃ جعفر فی اصحابہ تعوم فی البحر۔

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ غار مین تو اونہون نے ابوبکر سے کہا کہ گویا مین یہ دیکھ رہا ہون کہ جعفر اور اونکے ساتھیون کی کشتی دریا مین کھڑی ہوئی ہے (جعفر طیار نے اوسی زمانے مین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور جب رسول اللہ غار مین تھے اوسوقت جعفر مع رفقا کشتی کے سمندر کو طے کر رہے تھے)

وانظر الی الانصار محتبین فی افنیتہم۔

اور دیکھ رہا ہون مین انصار مدینہ کو جو اپنے گھرون کے اندر ہین۔

اُس کے مناقب مین ضعیف حدیث بھی مقبول ہو جاتی ہے۔
لیکن جب اس حدیث سے ایسا ضروری مسئلہ ثابت کرنا مقصود ہی تو ضرور ہی کہ اس حدیث کے مرتبہ صحت پر غور کیا جاتے۔
محدثین اہل سنت کا اس حدیث کے ثبوت مین اختلاف ہی اکثر کا قول ہی کہ یہ حدیث ضعیف ہی
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ مین لکھا ہی۔

اما قوله من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلیس فی الصحاح لکن هو مما رواہ العلماء وتنازع الناس فی صحته۔

رسول کا قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ صحیح حدیثون مین شامل نہین لیکن وہ اس قسم کی حدیثون مین سے ہی کہ علما نے اوسکی روایت کی ہی اور لوگون نے اوسکی صحت مین اختلاف کیا ہے۔

فنقل عن البخاری و ابراهیم الحربی وطائفة من اهل العلم بالحدیث انهم طعنوا فیه وضعفوه۔

چنانچہ بخاری اور ابراہیم حربی اور علماے حدیث کے ایک گروہ سے یہ منقول ہی کہ اونھون نے اس حدیث مین طعن کیا ہے اور اُس کو ضعیف بتایا ہے۔

قال ابو محمد بن حزم واما من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلا یصح من طریق الثقات اصلا

ابو محمد بن حزم کا قول ہی کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ نہین ثابت ہوئی سند ثقات سے ہرگز۔

علامہ اصفہانی نے مطالع الانظار مین لکھا ہے۔

واما قوله صلی الله علیه وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ فهو من باب الآحاد۔

اور لیکن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا من کنت مولاہ فعلی مولاہ قسم اخبار احاد سے ہے۔

آخر حضرات شیعہ کو نہایت مجبوری کی حالت مین یہ بھی اقرار کرنا پڑا کہ مسئلہ امامت کا بیان قرآن مین نہین بلکہ رسول کی یہ آرزو تھی کہ کسی طرح یہ مسئلہ قرآن مین نازل ہوجاے اسی وجہ سے تبلیغ ولایت کے حکم کو باربار رد کرتے تھے۔

علامہ قزوینی نے صافی شرح کافی مین کتاب الحجۃ باب ما نص اللہ مین لکھا ہے۔

ومیل رسول آن بود کہ شاید کہ تصریح و تفسیر ولایت در قرآن شود و اکتفا بہ سنت نشود	اور رسول کی خواہش یہ تھی کہ شاید تصریح اور توضیح ولایت علی کی قرآن مین ہوجاوے اور فقط حدیث پر یہ مسئلہ موقوف نہ رہے۔

اب اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے کہ حدیث سے یہ مسئلہ کسطرح ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ امامت حدیث سے بھی ثابت نہین ہوتا

حضرات شیعہ اہل سنت پر بڑے زور وشور کے ساتھ یہ حجت پیش کرتے ہین کہ اہل سنت کی کتابون مین موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ حج سے واپس ہوتے تھے تو اونھون نے مقام خم مین ایک چشمہ کے کنارے پر لوگون کو جمع کیا اور علی کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی مین جسکا مولا ہون علیؑ بھی اوسکا مولا ہے یہی قول امامت علی کی نص ہے یعنی اس قول مین پیغمبر نے یہ حکم سنادیا کہ میرے بعد علی کو امام بنائیو۔

جواب یہ ہے کہ حضرات شیعہ مسئلہ امامت کو عین ایمان ٹہیراتے ہین اور نجات اوسی پر موقوف سمجھتے ہین اور بغیر امامت اصطلاحی کے اعتقاد فضیلت علی کو نجات کے لئے کافی نہین سمجھتے پس ایسا ضروری مسئلہ بغیر دلیل قطعی کے ثابت نہین ہوسکتا۔ یہ حدیث مناقب علی مین مقبول ہے اس لئے کہ جس چیز کی فضیلت کسی دلیل یقینی سے معلوم ہوجاے

اور ابن ماجہ کے مقابلے مین بخاری اور ابوداؤد ضعیف کہنے والے ہین۔

سوا اصحاب صحاح ستہ کے جو اور محدثین ہین اونمین بھی اسی طرح اختلاف ہی چنانچہ عبارات منقولۂ سابق سے ظاہر ہوگیا کہ بخاری اور ابوداؤد کے سوا ابراہیم حربی اور ابن حزم اور ابن ابی داؤد اور ابوحاتم رازی اور واقدی اور ابن خزیمہ اور حافظ ابن تیمیہ اور انکے سوا ایک جماعت ائمہ محدثین کی اس کو ضعیف کہنے والی ہے۔

پس جس حدیث کی صحت مین ایسا اختلاف ہو اوس سے ایسا مسئلہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے جو عین ایمان ہو اور جس پر نجات موقوف ہو۔ البتہ اس حدیث کی بہت سے محدثین نے تخریج کی ہی اور اپنی کتابون مین اُس کو ذکر کیا ہے جنکے نام عبقات مین لکھے ہوئے ہین۔ اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ مناقب مین ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہی اور جن لوگون نے فقط تخریج پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوسکے صحیح یا حسن ہونے کی بھی تصریح کی ہی اونکے مقابلے مین ضعیف کہنے والون کا مرتبہ بڑا ہوا ہے۔

جب اس حدیث کی صحت مین ایسا اختلاف ثابت ہوگیا تو آئندہ اور جواب کی ہم کو ضرورت نہ تھی مگر ہم اس بحث سے قطع نظر کرکے اس حدیث کے معنی مین بھی غور کرتے ہین لفظ مولی کے بہت سے معنی ہین منجملہ اوس کے بھائی اور دوست اور مددگار اور ہم سوگند کو بھی مولی کہتے ہین۔ ہم سوگند کے معنی یہ ہین کہ دو شخص آپس مین دوستی اور مددگاری کا معاہدہ کرلین تو وہ دونون آپس مین ایک دوسرے کے مولے کہلاتے ہین ان معانی مین سے ہر معنی اس حدیث مین بہت اچھی طرح بن سکتے ہین اور ان سب معانی کو محبوبیت

وقد طعن فیہ ابن ابی داؤد و ابو حاتم الرازی وغیرھما من ائمۃ الحدیث ۔	اور بیشک اس حدیث مین طعن کیا ہے ابن ابی داؤد اور ابو حاتم رازی اور ان دونون کے سوا اور ائمہ حدیث نے ۔

علامہ اسحق ہروی نے سہام ثاقبہ مین لکھا ہے ۔

وقد قدح فی صحۃ الحدیث کثیر من ائمۃ الحدیث کابی داؤد و الواقدی وابن خزیمۃ وغیرھم	اور بیشک طعن کیا ہے اس حدیث کی صحت مین بہت سے ائمہ حدیث نے جیسے کہ ابو داؤد اور واقدی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے ۔

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین لکھا ہے ۔

الطاعنون فی صحتہ جماعۃ من ائمۃ الحدیث وعلماء المرجوع الیھم فیہ کابی داؤد السجستانی وابی حاتم الرازی ۔	طعن کرنے والے اس حدیث کی صحت مین فن حدیث کے ایسے ائمہ اور معتبر لوگون کی جماعت ہے جنکی طرف حدیث مین رجوع کیا جاتا ہے جیسے ابو داود السجستانی اور ابی حاتم الرازی ۔

اگر فقط اصحاب صحاح ستہ کو دیکھا جائے تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد اور سنن نسائی مین اس حدیث کا ذکر نہین فقط سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ مین یہ حدیث بتغیر الفاظ مذکور ہے ۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کی حالت سے سکوت کیا ہے - ترمذی نے حسن غریب کہا حسن کے لفظ سے صحت کی نفی ہو گئی اور لفظ غریب ایک قسم کی جرح ہے - بہرحال ترمذی

کوئی ایسی مثال نہین ملی جہان مولےٰ کے معنی مین مکان کے ساتھ اولویت کی صفت ضرور لگانا پڑے بغیر اس کے معنی نہ بن سکتے ہون اونکے مقابلے مین بغیر کسی ایسی مثال کے بعض علما کے اقوال پیش کرنا ہرگز کافی نہین اس لئے کہ وہ انھین اقوال کو دعوی بے دلیل کہتے ہین۔

مگر ہم اس قصہ کو بڑہانا نہین چاہتے اور اس بحث سے قطع نظر کرکے مطابق اقوال بعض علما کے اتنی بات تسلیم کرتے ہین کہ مولےٰ جب ظرف کا صیغہ کا مانا جاوے تو ایسے مکان کے معنی مین ہوتا ہی جو کسی چیز کے لئے بہ نسبت اور مکانون کے اولےٰ ہو مگر یہ معنی شیعون کو کیا مفید ہونگے اس لئے کہ مکان اولے کے معنی اس حدیث سے کوئی لگاؤ نہین رکھتے

یہ لطیفہ بھی سننے کے لایق ہی کہ جناب مولوی حامد حسین صاحب مشہور مناظر لکھنوی نے عبقات مین بڑے زور شور سے یہ دعوی کیا ہی کہ مولےٰ بمعنی اولےٰ کے کلام عرب مین شائع وذائع ہے اور اس کے ثبوت مین فرّا۔ زجاج۔ اخفش۔ جوہری۔ صاحب کشاف بیضاوی۔ خفاجی۔ صاحب جمل وغیرہ وغیرہ بیسیون علما کے اقوال نقل کردئے اور ان علما کے مناقب و مدایح دفتر کے دفتر لکھدئے الحمد للّٰہ علی ذلک۔ لیکن ان تمام اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مولےٰ بمعنی مکان اولی آتا ہی پس دعوی تو مطلق اولےٰ کا تھا اور دلیل سے مکان اولی ثابت ہوا اس لئے دلیل مثبت مدعا نہ ہوئی۔

اب اگر حضرات شیعہ بیان اس معنی کو پسند کرین جو مولوی حامد حسین صاحب کی نہایت کوشش اور کمال جد و جہد سے ثابت ہوئے تو حدیث کے معنی مخالف مقصود ہو جاتے ہین گے

کے معنی لازم ہین پس ظاہر معنی حدیث کے یہ ہین کہ مین جس کا پیارا ہون علی بھی اُسکا
پیارا ہے اور اس کے بعد جو رسول نے فرمایا کہ اے اللہ محبت کر اُس سے جو علیؓ سے
محبت کرے اور دشمنی کر اُس سے جو علی سے دشمنی کرے یہ بہت ظاہر قرینہ اس بات کا
ہے کہ اس حدیث مین حضرت علی کی محبت کا حکم ہے اور یہ ہمارا عین مدعا ہے اس سے
شیعون کا مطلب کچھ بھی ثابت نہین ہوتا اور جب اس حدیث کے یہ معنی بہت اچھی طرح
بن سکتے ہین اور ہمارے مقصود کے مطابق ہین تو اب کیا وجہ کہ بے دلیل ہم کوئی دوسرے
معنی اختیار کرین اور جب تک حضرات شیعہ کسی دلیل سے اس معنی کو باطل نکردین تب
تک ہم کو اور بحث کی ضرورت نہین اور اب کوئی حجت شیعون کی باقی نرہی۔
اب ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہین اور جو معنی حضرات شیعہ اختیار کرتے ہین اوسپر
غور کرتے ہین۔
شریف مرتضی نے یہ دعوی کیا ہے کہ مولے بمعنی اولے بھی آتا ہے اور یہان وہی مراد ہے
اور اولے سے اولے بالحکومت مراد ہے پس معنی یہ ہوئے کہ مین جسکے تے اولی بالحکومت
ہون علی بھی اوس کے لئے اولے بالحکومت ہے۔
مگر یہ معنی کسی طرح صحیح نہین ہوسکتے اس لئے کہ مولے بمعنی مطلق اولے مستعمل نہین بلکہ کوئی
صیغہ مفعل بمعنی افعل نہین آتا البتہ مولے جب ظرف کا صیغہ مانا جاتا ہے تو بعض علما نے
لکھا ہے کہ اوس کے معنی ایسے مکان کے ہوتے ہین جو کسی چیز کے لئے بہ نسبت اور مکانون کے
اولے ہو۔ بعض محققین اس معنی کو بھی دعوی بے دلیل بتلاتے ہین اس لئے کہ اشعار عرب مین

کو آجتک اس کتاب پر بڑا ناز ہی اور سب کے سب وھُم لَا یَشْعُرُون کے نشے مین سرشار ہین-

بڑی طوالت اس کتاب مین یہ ہی کہ علماے اہل سنت کے مناقب بہت سے لکھے ہوئے ہین جسطرح اللہ دین کی تائید دشمنان دین سے کرادیتا ہی اور حضرت موسیٰ کو فرعون کو گھر مین پرورش کرادیا اسیطرح یہ بھی اللہ کی قدرت تھی کہ علماے اہل سنت کے مناقب اور فضایل کا ذخیرہ ایک شیعہ نے بڑی محنت سے جمع کیا اور بصرف کثیر چھپوایا اور عوام شیعہ اُسکو اہل سنت کا رد سمجھکر گران قیمت سے خرید کرکے اپنے کتب خانون مین محفوظ رکھتے ہین-

حالانکہ اہل سنت کا جسقدر اُس مین رد ہی اوسکا نمونہ ہم ظاہر کرچکے-

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

صاحب عبقات نے جو مولے کو بمعنی اولے ثابت کرنے کی کوشش کی ہی اونکا تمام استدلال دو امرون پر ہی-

ایک یہ کہ قرآن مین جو یہ آیتہ سورہ حدید مین ہی-

مَاْوٰیکُمُ النَّارُ هِیَ مَوْلٰکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ٹھکانا تمھارا آگ ہی وہ تمھاری مولا ہے اور بُرا ٹھکانا ہی-

اس آیت مین لفظ مولاکم کی تفسیر مین مفسرین چند اقوال لکھا کرتے ہین کہ مولا بمعنی مکان ہی یا بمعنی دوست ہی یا بمعنی متولی ہے منجملہ اوس کے یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ مکان تمھارے لیے اولے ہے-

فقط اتنی بات سے صاحب عبقات یہ ثابت کرتے ہین کہ ان مفسرین نے مولے کو بمعنی اولی لکھا

اس لئے کہ جب مولیٰ بمعنی محل اولیٰ ثابت ہوا اور اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف مراد ہوا تو حدیث
کے معنی یہ ہوگئے کہ میں جسکے تصرف کا محل بننے کے لئے اولیٰ ہوں علی بھی اوسکے
تصرف کا محل بننے کے لئے اولیٰ ہے پس رسول اور علی کو بجائے حاکم کے محکوم بنادیا
اب حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ مولوی حامد حسین صاحب کی کوشش کے بڑے شکرگذار ہوں
کہ اونھوں نے اس حدیث کے معنی بہت اچھے پیدا کردیئے۔ ذلك مبلغهم من العلم
کتاب عبقات جسپر حضرات شیعہ کو بڑا فخر ہے اوس میں بحث حدیث ولایت دو حصوں
میں ہے اور ہر حصہ دو مجلدوں پر شامل ہے اور ان چاروں جلدوں میں ایک خروار ورق
ہے حسب اتفاق اسی مہینے میں راقم الحروف نے بنظر سرسری اوس کے حصہ ثانی کی جلد
اول کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ اُس کا حاصل اور لب لباب فقط اسیقدر ہے جو یہاں چند
سطروں میں بیان ہوا۔ بڑی کوشش اوس میں مولےٰ کو بمعنی اولےٰ ثابت کرنے میں کیگئی
ہے مگر مصنف عبقات نے دعوی یہ کیا کہ مولےٰ بمعنی مطلق اولےٰ کے آتا ہے اور جوہری
اور کشاف اور بیضاوی وغیرہ کی عبارتیں جو نقل کیں وہ صاف ظاہر کررہے ہیں کہ مولےٰ
جب ظرف مکان کا صیغہ مانا جاوے تو محل اولےٰ کے معنی میں آتا ہے اس موقع پر مولوی
حامد حسین صاحب نے کم فہمی کی وجہ سے ایسی ٹھوکر کھائی کہ حدیث کے معنی اولٹے ہوگئے
اور وہ نہ سمجھے پیغمبر کو بجائے حاکم کے محل اولےٰ بالتصرف یعنی محکوم بنادیا اور اونکو خبر
نہ ہوئی۔ ایمان ثابت کرنے کے لئے لفظ مولےٰ کے وہ معنی اختیار کئے جس نے اس حدیث
میں کفر کے معنی پیدا کردیئے اور نص امامت کو نص کفر بنادیا۔ مگر معتقدین مصنف عبقات

اب ناظرین میرے اس بیان کی تصدیق کے لئے عبقات کی جلد ثانی کے حصہ اول کو دیکھین اور اُسکی حقیقت معلوم کرلین۔

اب حضرات شیعہ یہ فرمائین کہ مولوی حامد حسین صاحب یہ کیون نہ سمجھے کہ دعوی اونکا یہ تھا کہ مولے بمعنی اولے آتا ہی اور جو عبارتین اونھون نے نقل کین جنکے نام ہم بتا چکے اونسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ مولے جب اسم مکان مانا جائے تو محل اولے کے معنی مین مستعمل ہوتا ہی پس جو دلیلین اُنھون نے بیان کین اونسے اونکا دعوی ہرگز نہ ثابت ہوا۔ اور اُنھون نے یہ خیال کیون نہ کیا کہ حدیث مین کنت مولاہ مین محل اولے بالتصرف کے معنی کسی طرح نہین بن سکتے بلکہ خلاف مقصود معنی پیدا ہو جاتے ہین۔ یہ ایک ایسی غلطی ہی جو ادنی طالب علم سے بھی نہ ہوگی اور اگر حضرات شیعہ کی یہی خواہش ہی کہ پیغمبر اور علیؑ کو محل حکومت بنانے کے لئے اولے سمجھین اور اسی کفر کو ایمان ٹھہراتین تو اونکو اختیار ہی مولوی حامد حسین صاحب کو بہت سی دعائین دین کہ اُنھون نے اس معنی کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا۔

اب ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہین اور یہی معنی تسلیم کئے لیتے ہین کہ مولے بمعنی اولے بھی آتا ہی اور محل کے معنی اوس کے ساتھ نہین ہوتے۔ تب بھی تو شیعون کا مطلب نہین ثابت ہوتا اس لئے کہ یہ کیا ضرور ہی کہ اولے سے اولے بالحکومت مراد لین بلکہ یہ بھی تو ممکن ہی کہ اولے بالمحبۃ یا اولے بالتعظیم مراد ہو اور جب تک حضرات شیعہ اس احتمال کو باطل نہ کر دینگے اونکا استدلال کسیطرح ثابت نہین ہو سکتا۔

اور یہ خیال نہ کیا کہ مطلق اولے کے معنی مین نہین لیا بلکہ اوس کو صیغہ اسم مکان مان کر
مکان اولے کے معنی مین لیا اور یہ معنی حدیث من کنت مولاہ مین صحیح نہین ہو سکتے
چنانچہ زجاج - فراء - ابوعبیدہ - اخفش - ثعلبی - واحدی - زمخشری - صاحب کشاف
ابن جوزی - نیشاپوری - بیضاوی - ابن سمین - صاحب مدارک - جلال محلی - خفاجی -
سلیمان جمل - وغیرہ وغیرہ بہت سے محققین اور مفسرین کے اقوال معہ اونکے مدایح
اور مناقب کے نقل کر دیے ان سب نے من لاکم کی تفسیر یہ کی ہے کہ آگ ایسا مکان
ہے جو تمھارے لئے اولی ہے - اسی وجہ سے صاحب عبقات نے ان سب کی طرف نسبت
کر دی کہ یہ سب مولی کو بمعنی اولے مانتے ہین - اگرچہ مکان کے معنی ان سب مفسرین کی
عبارت سے ظاہر ہین مگر خفاجی اور سلیمان جمل کی عبارتین جو عبقات مین منقول ہین اسمین
یہ مضمون نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا گیا ہے -

دوسرا استدلال اونکا یہ ہے کہ سبعہ معلقہ مین ایک قصیدہ لبید شاعر کا شامل ہے
جسکا ایک مصرع یہ ہے - مولی المخافۃ خلفھا وامامھا اس عربی مصرعہ کا
فارسی ترجمہ یہ مصرعہ ہے - موضع خوف ست پس و پیش او اس کی شرح مین جوہری
نے صحاح مین مولے کا ترجمہ اولے موضع لکھا ہے اسیطرح اور علما نے اسکی شرح مین یہ
معنی لکھے ہین کہ مولے المخافۃ کے معنی یہ ہین کہ ایسا مقام جو خوف کے لئے اولے ہے
فقط اتنی بات پر صاحب عبقات نے جوہری اور تمام شارحین کی طرف یہ نسبت کر دی کہ ان سب نے
مولے کو بمعنی اولے لیا ہے حالانکہ ان سب کی مراد یہ ہے کہ ایسا محل جو خوف کے لئے اولے ہو

قدماے شیعہ اکثر تقیہ کی حالت مین رہتے تھے اور اپنے اعتقاد و تعصب اور غلو سے رفض کو چھپا کر سُنّی بنتے تھے اور اہل سنت کو دہوکا دینے کے لیے قصداً اونسے روایتین بیان کیا کرتے تھے کسیقدر پتا اس فریب دہی کا شیعون کی کتابون سے بھی ملتا ہے مجالس المومنین مین بحوالہ مختار کشی کے فضل بن شاذان جو شیعون کا بڑا معتمد راوی ہے یہ قول لکھتا ہے۔

بسیارے از اصحاب خود را دیدہ بودم کہ چون استماع علم عامہ و علم خاصہ کردند ہر دو را باہم مخلوط ساختند تا آنکہ حدیث عامہ را از خاصہ روایت نمودند و حدیث خاصہ را از عامہ۔

مینے بہت سے اپنے ہم مذہبون کو دیکھا ہے کہ جب اُنھون نے سنی اور شیعہ دونون کا علم حدیث حاصل کیا تو دونون کو باہم ملا دیا۔ اُنھون نے یہانتک کیا کہ سُنیون کی حدیثین شیعون سے بیان کین اور شیعونکی حدیثین سنیون سے بیان کین۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہوگیا کہ شیعہ راویون نے کسطرح مذہب کو غلط ملط کیا اور شیعون کی حدیثین سُنیون مین اور سنیون کی حدیثین شیعون مین داخل کر دین شیعون کے پاس جو سُنیون کی حدیثین پہنچین اونکے ذریعہ سے اُنھون نے اُن عقائد و مسائل کے سوا جو اپنے واسطے ایجاد کر لیے تھے باقی تمام مذہب مرتب کرلیا۔ سُنیون مین جو شیعونکی حدیثین آئین اونسے بڑا نقصان یہ پہنچا کہ آج حضرات شیعہ اُنھین حدیثون کو ہمارے مقابلے مین حجت پیش کرتے ہین اور یون کہتے ہین کہ یہ حدیثین تمھاری کتابون مین موجود ہین۔

اس موقع پر حضرات شیعہ کا عجز قابل تماشا ہے وہ اس بات کو خواہ مخواہ تسلیم کرتے ہین کہ اس حدیث کے الفاظ حضرت علی کی امامت کو ثابت نہین کر سکتے اور مولا کے معنی اگر اولے کے لین تب بھی یہ لازم نہین آتا کہ اولے بالحکومت مراد ہو مگر یہ کہتے ہین کہ اس حدیث سے خارج ادھر اُدھر کی انگلین ملاتی جائین تب یہ ثابت ہوگا کہ اولے سے اولے بالحکومت مراد ہے۔

اب حضرات شیعہ ذرا انصاف کرین کہ رسول جو افصح العرب تھے اونکی گویائی نص امامت کے بیان کرنے مین ایسی بند ہوگئی کہ صاف صاف اس مطلب کو اسطرح ادا نہ کر سکے جسمین کچھ جھگڑا باقی نہ رہتا جو لفظ اونکی زبان سے نکلے وہ ایسے لفظ تھے جسمین بیسیون احتمال موجود۔ ایسا ضروری مسئلہ جسپر نجات موقوف ہے اور اللہ کی طرف سے اوسکی تبلیغ کی اتنی تاکید اور پھر اُسکے ادا کرنے مین رسول کو ایسے الفاظ یاد نہ آئے جنسے مطلب کی ایسی وضاحت ہوجاتی کہ دوسرا احتمال باقی نہ رہتا۔

پس یہ کیسی نص امامت ہے جو اپنے مطلب کو ادا نہین کر سکتے ادنی ادنی مسایل کو تو رسول نے بڑی وضاحت سے بیان کیا لیکن نص امامت مین ایسا خلجان پیدا کر دیا جسکے الفاظ اوسکے مطلب ادا کرنے کو کافی نہین ہے۔

اب ہم اُن خارجی قراین پر بھی غور کرتے ہین جنکو اس حدیث کے ساتھ ملا کر حضرات شیعہ اس حدیث کو نص امامت بنانا چاہتے ہین اور اولے سے اولے بالحکومت مراد لیتے ہین مگر اول چند باتین بطور تمہید کے سمجھ لیجئے۔

دار و مدار ہے۔ اسی قسم کی کتاب موطا بھی ہے۔ ان مصنفین کی اس تالیف سے یہ
غرض تھی کہ ان حدیثون پر اہل سنت عمل کرین اور اُنکو معتمد سمجھین۔ انکے علاوہ بعض
محدثین نے حدیث کی کتابین دوسری غرض سے بھی جمع کین اُنھون نے یہ کیا کہ ہر قسم کی حدیثین
معہ سند کے لکھدین اور اونکی تحقیق نہ کی یہ کوشش اُنھون نے اس لئے کی کہ کہین ایسا نہو
کہ کوئی حدیث صحیح جو بھی کتابون مین نہ آئی ہو تلف ہوجائے اونکو یہ خیال تھا کہ انھین سنگریزون
مین کچھ جواہرات بھی نکل آوین گے اُنھون نے معہ سند کے ہر قسم کی حدیثین لکھدین تاکہ سند کو
دیکھکر اور راویون کی تحقیق کرکے علما اُن حدیثون کو پرکھ لین اور صحیح وسقیم مین امتیاز کرین
پس اُنھون نے وہ کتابین اس لئے جمع نہین کین کہ اونکی روایتون پر بغیر تحقیق کے عمل کیا
جائے بلکہ اس لئے جمع کین تھین کہ علما اُن حدیثون کی جانچ کرکے معتمد حدیثین منتخب کرلین۔
چنانچہ بتوفیق الٰہی علمانے یہی کیا اور اونمین سے جو معتمد حدیثین تھین وہ نکال لین اسماء رجال
اور اصول حدیث کے علوم اسی کام کے لئے مرتب ہوئے البتہ بعض مصنفین ایسے بھی ہوئے ہین
کہ اُنھون نے حدیثون کی تحقیق کا زیادہ اہتمام نہ کیا اور بعض غیر معتمد حدیثین بھی اُن کتابون
سے لے لین اور اپنی تصنیفات مین درج کردین۔ پس اکثر حدیثین جو حضرات شیعہ اہل سنت
کے مقابلے مین پیش کرتے ہین وہ اسی قسم کی حدیثین ہین جو تبرائی شیعون کی روایتون سے
آ گھسین اور جن کتابونکی وہ حدیثین ہوتی ہین وہ اسی قسم کی کتابین ہین جن مین ہر قسم کی حدیثین
جمع کی گئی تھین اور جب اُن کتابون سے معتمد حدیثین اہل علم نے چھانٹ لین تو اوس کے
بعد وہ کتابین رواج سے متروک ہوگئین اور اب اونکا وجود بھی شاذ و نادر باقی ہے اور اون

بہرحال اس قول سے اتنا مطلب ہمارا ثابت ہو گیا کہ شیعون کے راوی دہوکا دیکر سُنّیون مین اپنی حدیثین پہنچایا کرتے تھے اور بعض سُنیون نے دہوکا کھاکر اونکی حدیثین یاد کرلین اور اونکی روایت کرنے لگے۔ بڑی وجہ دہوکا کھانے کی یہ ہوتی تھی کہ اونکو اگرچہ وہ شیعہ سمجھ لیتے تھے مگر شیعہ تبرّائی نہین سمجھتے تھے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ زمانہ قدیم مین اہل سنت کا بھی ایک گروہ شیعہ کہلاتا تھا اور اونکا مذہب فقط یہ تھا کہ وہ حضرت علیؓ کو تمام صحابہ مین افضل سمجھتے تھے مگر کسی صحابی کو بُرا نہین کہتے تھے اور خلفائے ثلثہ کے مناقب اور تمام صحابہ کی فضیلت کے معتقد تھے۔

دوسرا فرقہ شیعہ کے نام سے اہل بدعت کا تھا مگر اونکی بدعت اسی قدر تھی کہ امیر معاویہؓ اور عثمانؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ سے بدظنی رکھتے تھے اور اس کے سوا تمام عقائد مین اہلسنت سے موافق تھے اور شیخین کے مناقب اور باقی تمام صحابہ کے فضائل کے معتقد تھے۔ صحیحین مین جن شیعون سے حدیثین ہین وہ اسی قسم کے شیعونکی ہین تبرائی شیعونکی ہرگز کوئی حدیث صحیحین مین نہین۔

پس تبرائی شیعون نے جو تقیہ کرکے اہل سنت کو دہوکا دینا چاہا اور اپنی بنائی ہوئی حدیثون کی روایت شروع کی تو بعض نے اسوجہ سے دہوکا کھالیا کہ اونکو تبرائی نہ سمجھے بلکہ اُس قسم کا شیعہ سمجھے جن سے حدیثین لیجاتی تھین۔ انھین خرابیون کے رفع کرنے کے لئے محدثین نے حدیثون کو خوب پرکھا اور صحیح حدیثون کی دو کتابین صحیح بخاری اور صحیح مسلم تالیف کین اور اونکے بعد سنن اربعہ کا مرتبہ ہے۔ انھین کتابون پر اہل سنت کے دین کا

بیان کیا اُس اللہ نے مسئلہ امامت کی توضیح مین ایسی کمی کی کہ کچھ بھی مطلب نہ کھلا اور جب اللہ کی طرف سے ایسی کمی ہوئی تو پیغمبر نے بھی توضیح کرنی مناسب نہ سمجھی اسی لئے لفظ مولے فرما دیا جس کے بہت سے معنی ہین۔

اب فرض کرلو کہ اللہ کی طرف سے یہی حکم آیا ہو کہ سب مسلمانون کو یہ حکم سُنا دو کہ علی سے محبت رکھین اور اسی حکم کی تبلیغ کی یہ تاکید ہو اور اسی کو رسول نے حدیث من کنت مولاہ سے بیان فرما دیا تو اس آیت کو اس حدیث کے ساتھ ربط دینے سے حضرات شیعہ کو کیا فائدہ ہوا۔ علیؓ کی محبت اہل سنت کا عین مقصود ہے اور امامت اصطلاحی شیعہ نہ اس آیت سے ثابت ہو نہ حدیث سے نہ دونون کے ملانے سے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اس آیت کا غدیر خم کے روز نازل ہونا ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ صحیح روایتون سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ آیت رات مین نازل ہوئی ہے اور غدیر کا مجمع اور خطبہ دن مین ہوا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین ترمذی وغیرہ بہت سے محدثین سے یہ روایت نقل کی ہے کہ صحابہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے لئے جاگا کرتے تھے جب آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبہ سے سر نکالا اور فرمایا کہ اے لوگو تم چلے جاؤ۔ اللہ نے مجھسے حفاظت کا وعدہ کرلیا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اس روایت سے یہ ظاہر ہے کہ رات کے وقت صحابہ پاسبانی مین مشغول تھے اوسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے اونکو رخصت کر دیا۔

ف آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کا غدیر خم کے روز نازل ہونا صحیح نہین

روایتون کو بھی حضرات شیعہ اسطرح پیش کرتے ہین کہ سند کا ذکر نہین کرتے تاکہ راویون کا حال نہ کھلے پھر بھلا ایسی حدیثین اہل سنت کے مقابلے مین حجت کیونکر ہوسکتی ہین اور کوئی ضروری مسئلہ دین کا ایسی حدیثون سے کیونکر ثابت ہوسکتا ہی - آمدم برسر مطلب -

حدیث ولایت کو نص امامت بنانے کے لئے جو قرائن حضرات شیعہ نے تجویز کئے ہین وہ چند ہین

اول یہ کہ آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس - اسے رسول پہنچا دو جو حکم نازل ہوا تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اور اگر تو ایسا نکریگا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہین پہنچائی اور اللہ بچا دیگا تجھکو آدمیون سے ” اسی دن نازل ہوئی تھی جس روز مقام خم مین رسول نے حدیث من کنت مولاہ فرمائی تھی -

جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت اسی دن اُتری تھی اور یہ بھی مان لین کہ حضرت علی کے باب مین اُتری تھی تب بھی تو اس آیت کے ملانے سے حدیث من کنت مولاہ نص امامت نہین بن سکتی - شیعون کا مطلب تو جب ثابت ہوتا جب اس آیت مین یہ مطلب ہوتا کہ امامت علی کا حکم سنا دو اور اُس کے مطابق رسول اس حکم کو بیان فرماتے اور جب اس آیت سے کچھ بھی نہ نکلا کہ کونسا حکم مراد ہی پھر حضرات شیعہ اس سے کیا ثابت کرسکتے ہین ظاہر ہی ہی کہ یہ آیت کسی ایک حکم سے مختص نہین بلکہ ہر حکم الہی کی تبلیغ کی تاکید ہی یعنی اسے پیغمبر جو حکم نازل ہو اوس کو پہنچا دے -

تماشا یہ ہی کہ جس اللہ نے تمام مسائل ایمانیہ اور اعتقادیہ کو قرآن مین بڑی تفصیل سے

نازل ہوئی ہو گی اور چونکہ اس آیت مین اللہ نے تبلیغ رسالت کی تاکید کی تھی اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ حجۃ الوداع مین جو چالیس ہزار صحابہ کا مجمع تھا بار بار اپنی تبلیغ رسالت پر سب کو گواہ کرتے تھے اور اس مضمون کا بڑا اہتمام تھا۔

ان دلائل اور قراین سے بہت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ آیت یا ایہا الرسول بلغ الخ روز غدیر خم سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

آب اُن روایتون کا حال سُنئے جنسے مولوی حامد حسین صاحب اپنی کتاب عبقات مین یہ ثابت کرتے ہین کہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الخ غدیر خم کے روز نازل ہوئی تھی اونمین ایک روایت ابو سعید خدری کی ہی جسکو عطیہ روایت کرتا ہے اسکی نسبت ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہی کہ عطیہ بن سعد کوفی ایک مشہور تابعی ہی جو ضعیف ہی۔ ابن عباس اور ابو سعید اور ابن عمر سے روایتین نقل کرتا ہی سالم مرادی کا قول ہی کہ وہ شیعہ تھا اور امام احمد کا قول ہی کہ وہ کلبی کے پاس آتا تھا اور اُسکی تفسیر مین جو روایتین کسی ابو سعید کی کی لکھی ہوتین اونکو یاد کر لیتا اور پھر اُن روایتون کو یون نقل کرتا کہ ابو سعید نے یون کہا ہی ذہبی نے لکھا ہی کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ لوگون کو یہ وہم دلاتا تھا کہ ابو سعید خدری نے کہا ہی نسائی اور ایک جماعت محدثین نے اُس کو ضعیف کہا ہی "

اب غور فرمائیے کہ جس راوی کی یہ حالت ہو کہ وہ شیعہ ہو اور کلبی رافضی سے روایتیں لے اور خواہ کسی ابو سعید کا قول ہو وہ کلبی کا واسطہ درمیان سے چھوڑ کر ابو سعید خدری کا قول بتا وے ایسے راوی کی روایت کیونکر قابل اعتبار ہو سکتی ہے چونکہ کلبی اور عطیہ

اور نیز حافظ ابن کثیر نے سورہ مائدہ کی آیت یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود والنصاری اولیاء کے تحت مین بسند ابن جریر زہری سے نقل کیا ہے کہ عبادہ بن صامت نے یہودیون سے عہد دوستی توڑ دیا اور عبداللہ ابن ابی نے نہ توڑا تو اسوقت آیت یاایھا الذین آمنوا سے واللہ یعصمک من الناس تک آیتین نازل ہوئین اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ یہ سب آیتین ایک وقت مین مدینہ مین نازل ہوئی تھین اسلئے کہ یہ قصہ مدینہ مین واقع ہوا تھا۔

صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث مین روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے خطبہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے پوچھا کہ قیامت کے دن تمسے میری رسالت کا سوال پوچھا جائے گا تم کیا جواب دوگے سب نے کہا کہ ہم یہ کہین گے کہ آپ نے احکام الہی کی تبلیغ کی اور رسالت اچھی طرح ادا کی۔ اوسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے آسمان کی طرف سر اوٹھایا اور فرمایا کہ اللھم ھل بلّغت اللھم ھل بلّغت اے اللہ کیا مین نے رسالت کی تبلیغ کردی۔ دوسری روایتون سے بھی ظاہر ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بار بار تبلیغ رسالت پر لوگون کو گواہ کرتے تھے اور اللھم ھل بلّغت فرماتے تھے۔

یہ روایت جو ہمنے صحیح مسلم سے نقل کی شیعونکی کتابون مین بھی موجود ہے چنانچہ تفسیر قمی مین آیۃ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے تحت مین مذکور ہے اور یہ بہت بڑا قرینہ اس امر کا ہے کہ آیہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الخ خطبہ حجۃ الوداع سے پہلے

سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز ہی انھوں نے کہا کہ جائز نہین جوزجانی وغیرہ نے
کلبی کو کذاب کہا ہی اور دارقطنی اور ایک جماعت نے اوس کو متروک کہا ہی۔ ابن حبان کا
قول ہی کہ کلبی کا مذہب اور جھوٹ ایسا کھلا ہوا ہی کہ محتاج بیان نہین اور کلبی بواسطہ ابوصالح
کے ابن عباس سے روایت کرتا ہی حالانکہ ابوصالح نے ابن عباس کو دیکھا ہی نہین کلبی
ایسا شخص تھا کہ کتابون مین اُسکا ذکر جائز نہین"

کلبی شیعون کے نزدیک بہت بڑا معتبر راوی ہی کافی مین بھی اُسکی روایتین ہین چنانچہ ایک
روایت اُسی کے باب ما یفصل بین المحق والمبطل مین موجود ہی اوسی روایت مین یہ بھی لکھا ہی
فلم یزل الکلبی یدین اللہ بحب اھل ھذا البیت حتی مات یعنی ہمیشہ کلبی اللہ کے
دین کا مطابق حب اہل بیت کے معتقد رہا اور اسی دین پر مرا۔ پس تعجب ہی کہ اہل سنت
کے مقابلہ مین صاحب عبقات اوسکی روایت پیش کرین جسکا شیعہ ہونا کافی سے ثابت ہی

درحقیقت یہ اونکی بہت بڑی خیانت ہی۔
اس تحقیق سے کلبی کا کذاب ہونا اور رافضی پیرو عبداللہ بن سبا ہونا۔ اور جتنی روایتین
اُس نے ابوصالح سے کین ہین اونکا یقیناً جھوٹا ہونا بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا یہ روایت
بھی کلبی نے ابوصالح سے کی ہی پس ابن عباس کی روایت کا یہ حال ہی جو مذکور ہوا یہ روایت
جتنی کتابون مین مذکور ہی مولوی حامد حسین صاحب نے ہر کتاب کے اعتبار سے اُس کو جدا روایت
فرض کرلیا اور ایک روایت کی بیسیون روایتین بنادین۔

تیسری روایت براء بن عازب کی ہی جسکے راویون کا حال کچھ معلوم نہین کہ وہ کیسے

دونون ہم مذہب شیعہ تھے اس لئے ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت کلبی نے بنائی اور اُس سے عطیہ نے لی اور اپنی عادت کے بموجب ابوسعید خدری کی طرف نسبت کردی - یہ ابوسعید خدری کی روایت جسکی حالت ہم ظاہر کرچکے مولوی حامد حسین صاحب نے بہت سی کتابون سے نقل کی اور کتاب کے اعتبار سے اُس کو جدا ایک روایت فرض کرلیا - اب غور فرمائے کہ اونکی یہ کتنی بڑی چالاکی تھی کہ ایک روایت کی بیسون روایتین بنادین -

دوسری روایت ابن عباس سے ہے جو کلبی نے بواسطہ ابوصالح ابن عباس سے نقل کی ہے - میزان الاعتدال مین کلبی کی نسبت لکھا ہے -

" بخاری کا قول ہے کہ سفیان یہ کہتے تھے کہ کلبی نے مجھسے کہا ہے کہ جتنی روایتین مین ابوصالح سے نقل کرون وہ جھوٹی ہین - یزید بن زریع کا قول ہے کہ کلبی عبد اللہ بن سبا کے فرقہ کا آدمی تھا - ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی عبد اللہ بن سبا کے فرقہ مین سے تھا اور اُن لوگون مین سے تھا جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ علی نہین مرے اور وہ پھر دنیا مین آوینگے اور جب وہ بادل کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ امیر المومنین اس مین ہین - تبوذکی یہ کہتے تھے کہ مین نے کلبی سے یہ سُنا کہ مین سبائی مذہب ہون یعنی عبد اللہ بن سبا کے مذہب مین ہون - حسن بن یحیی کہتے تھے کہ مین نے کلبی سے یہ سُنا کہ جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے تھے اور اگر نبی پاخانہ مین چلے جاتے تو اوتنی دیر جبرئیل علی سے وحی بیان کرتے تھے - احمد بن زہیر کا قول ہے کہ مین نے احمد بن حنبل

کلبی رافضی اور کذاب تھا

بن عیاش کا زمانہ نہین پایا پس خدا جانے ابو بکر عیاش سے ان مصنفین تک کتنے
راوی ہین اور اونکا کیا حال ہی جب تک اونکا حال معلوم نہو اوسوقت تک یہ روایت
بیکار ہی کسی طرح قابل حجت نہین ۔

ابو بکر بن عیاش کا یہ حال ہی کہ آخر کو اُسکا حافظہ ایسا خراب ہوگیا تھا اور وہم ایسا غالب ہوگیا
تھا کہ کچھ کا کچھ اُس کو یاد آجاتا تھا ۔ میزان الاعتدال مین اوسکی نسبت لکھا ہے ۔
"وہ حدیث مین غلطی کرتا تھا اور اُس کو وہم ہوجاتا تھا ۔ محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے
اُس کو ضعیف کہا ہی ۔ یحیی بن سعید اُسکا کچھ اعتبار نہین کرتا تھا اور جب اُس کے سامنے
ابو بکر بن عیاش کا ذکر ہوتا تو یحیی بن سعید چین بجبین ہوجاتا تھا ۔ امام احمد کا قول ہے
کہ وہ حد سے زیادہ کثیر الغلط ہی ۔ یحیی بن سعید کا قول ہی کہ اگر ابو بکر عیاش میرے
سامنے موجود ہوتا تو مین کبھی اُس سے کچھ نہ پوچھتا ۔ ابن مبارک کا قول ہی کہ حدیث کے
بہت جلد جرات کرنے والا ابو بکر بن عیاش سے بڑھکر مین نے نہین دیکھا"

اس روایت کے سند مین ابو بکر بن عیاش کے بعد عاصم کا نام ہی یہ نہین معلوم ہوا کہ یہ کونسا
عاصم ہی بعض عاصم کذاب بھی ہین ۔ میزان الاعتدال مین ابن علیہ اور یحیی القطان کا یہ قول
منقول ہے کہ عاصم نام کے جتنے راوی ہین اونکا حافظہ خراب ہی ۔ بہر حال اگر حضرات شیعہ
اس روایت سے حجت پکڑین تو کسی دلیل سے یہ بھی ثابت کرین کہ یہ کونسا عاصم ہی اور بغیر اسکے
یہ روایت کسی طرح قابل اعتماد نہین ۔

مولوی حامد حسین نے عبقات مین اس امر پر بڑا زور دیا ہی کہ آیت یا ایہا الرسول بلغ الخ

لوگ ہین۔ بعض کتابون مین جو یہ لکھا ہی کہ امام باقر علیہ السلام کا یہ قول ہی کہ آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ فضل علی مین نازل ہوئی۔ اس قول کی پوری سند نہین معلوم ہوئی مگر عبقات حصہ ثانی کے صفحہ ۴۰۵ پر جو عبارت روایت شہاب الدین احمد کی توضیح الدلایل سے مذکور ہی اُس سے معلوم ہوا کہ ابو الجارود اس کی سند امام باقر تک پہنچاتا ہی۔ ابو الجارود کی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہی۔ "ابن معین کا قول ہی کہ وہ کذاب اور عدو اللہ ہی۔ نسائی کا قول ہی کہ متروک ہی۔ ابن حبان کا قول ہی کہ رافضی ہے جھوٹی حدیثین فضایل اور مطاعن کی بنایا کرتا تھا۔ بعض محدثین کا قول ہی کہ مذہب جارودیہ اوسی کی طرف منسوب ہی اس مذہب والے ابوبکرؓ اور عمرؓ پر تبرا کہتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ امامت اولاد فاطمہ کے سوا کسی اور کو نہین ملتی اور بعض اونمین رجعت کا اعتقاد رکھتے ہین اور متعہ کو مباح کہتے ہین"۔

اس ابو الجارود کا نام زیاد بن منذر ہی شیعون کے معتبر راویون مین شامل ہی کافی مین بھی اسکی روایتین موجود ہین اسی نے امام باقر علیہ السلام پر اس قول کا افترا کیا۔

چوتھی روایت یہ پیش کیجاتی ہی کہ ابن مسعود کہتے ہین کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین یون پڑھا کرتے تھے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین اس روایت کی پوری سند معلوم نہوئی البتہ اتنا مذکور ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے عاصم سے اوس نے زر سے اُس نے ابن مسعود سے اسکی روایت کی ہی جو مصنفین ابوبکر بن عیاش کی سند نقل کرتے ہین اونھون نے بذات خود ابوبکر

کیا جاتا ہے کہ آیۃ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی بھی غدیر خم کے روز بعد بیان کرنے حدیث من کنت مولاہ کے نازل ہوئی۔

یہ **آیت** سورہ مائدہ مین اسطرح ہی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔	آج پورا کر دیا مین نے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی مین نے تمپر اپنی نعمت اور پسند کیا مین نے اسلام کو تمھارے دین کے لئے۔

اس آیت مین نہ علی کا ذکر ہی نہ مسئلہ امامت کا ظاہر معنی اس آیت کے یہ ہین کہ اللہ مسلمانون سے مخاطب ہوکر فرماتا ہی کہ آج تمھارا دین کامل ہوگیا اب آیندہ کوئی نیا حکم نہین آوے گا۔

چونکہ حضرات شیعہ مسئلہ امامت کو اسلام سے خارج سمجھتے ہین یہ دلیل بھی اسی بات کی ہی کہ اللہ نے اسلام کو پسند کیا تھا جسمین مسئلہ امامت شامل نہ تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ اب اور کوئی حکم نازل نہو گا۔

بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور بہت سے محدثین نے بطرق کثیرہ روایت کی ہی کہ یہ آیت عرفہ کے روز حجۃ الوداع مین نازل ہوئی تھی اور یہ خبر محدثین کے نزدیک ایسی صحیح اور مشہور ہی کہ اس کے مقابلے مین کوئی دوسری خبر کسیطرح مقبول نہین ہوسکتی حضرت علی سے بھی یہی روایت ہے۔

چونکہ اللہ کی طرف سے جتنے احکام دین کے نازل ہونے والے تھے اس روز سب

غدیرخم کے روز نازل ہوئی تھی اور اُس کے ثبوت مین یہ روایتین لکھی ہین جنکا حال ظاہر ہوچکا۔ البتہ صاحب عبقات نے یہ کمال کیا ہی کہ انھین روایتون کو بہت سی کتابون سے نقل کرکے بہت سی روایتین بنا دیا ہے۔

پس بفضلہ تعالے بخوبی ثابت ہوگیا کہ یہ روایتین کسی طرح قابل لحاظ نہین اور اہل سنت کی صحیح روایتون کی مخالف ہین۔ اور رافضیون نے یہ روایتین دہوکا دیکر اہل سنت کے راویون مین پہنچا دین اور بہت سے قراین سے ظاہر ہے کہ یہ فساد کلبی کا ہے اوسی نے یہ روایت بناکر ابن عباس کی طرف منسوب کی اور عطیہ نے اُس سے سنکر ابو سعید خدری کی طرف اُسکی نسبت کردی اسی طرح کسی رافضی نے اُس کو ابن عازب کی طرف لگا دیا۔

ابوالجارود رافضی نے اس قول کا امام باقر پر افترا کیا۔

اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ شیعونکی صحیح روایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آیت یاایہا الرسول بلغ معہ لفظ (واللہ یعصمک من الناس) کے حجۃ الوداع مین عرفہ کے روز نازل ہوئی تھی جو روز غدیرخم سے نو ۹ دن پہلے تھا اس روایت کو ہم آیندہ نزول آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم کی بحث مین نقل کرین گے۔

پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ آیۃ یاایہا الرسول بلغ الخ حدیث من کنت مولاہ کو نص امامت نہین بنا سکتی اور اگر مولے کے معنی ہم اولے بھی لیلین تو یہ آیت کسی طرح تصرف اور حکومت کو اوسکے ساتھ ربط نہین دیسکتی۔

دوسرا قرینہ مولے کو معنی اولویت سے بڑھاکر اولے بالتصرف بنانے کا یہ بیان

ابن ابی لیلے کا حال میزان الاعتدال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سچا آدمی اور فقیہ تھا مگر حافظہ اُسکا بہت خراب تھا۔ شعبہ کا قول ہے کہ میں نے ایسا خراب حافظہ کسی کا نہیں دیکھا دارقطنی کا قول ہے کہ حافظہ اُسکا ردی تھا اور کثیر الوہم تھا۔ حاکم کا قول ہے کہ اکثر حدیثیں اُس نے اُلٹ دیں۔ ابن حیان کا قول ہے کہ اوس کا حافظہ خراب تھا فحش غلطیاں کرتا تھا اُس کی بہت حدیثیں قابل انکار ہیں اسوجہ سے وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور احمد اور یحیی نے اُس کو چھوڑ دیا تھا۔

اب غور کرنا چاہئے کہ جس ابن ابی لیلی کے حافظہ کی خرابی ایسی معلوم ہو چکی اُس سے مطوراق کو تشبیہ دی گئی ہے اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مطوراق کا حافظہ بہت خراب تھا البتہ محدثین نے مطوراق کو صدوق لکھا ہے یعنی وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ پس قول فیصل مطوراق کے باب میں یہ ہے کہ اُس میں حافظہ کی خرابی کے سوا اور کوئی عیب نہ تھا لیکن حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اُس سے خطا بہت ہوتی تھی اسیوجہ سے تقریب میں اُسکو صدوق کثیر الخطا لکھا ہے محدثین نے مطوراق سے وہ روایتیں لی ہیں جنکی تصدیق کسی دوسرے راوی سے بھی ہو گئی ہے اور جس روایت میں مطوراق متفرد ہے اُس کو قبول نہیں کیا۔ اور اس روایت میں کہ آیت اکملت لکم کی نسبت ابو ہریرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ غدیر خم کے روز اُتری۔ مطوراق متفرد ہے اس نقل میں کوئی اُس کا ساتھی نہیں فقط مطر نے بواسطہ شہر بن حوشب کے ابو ہریرہ سے یہ خبر نقل کی ہے۔

مولوی حامد حسین صاحب کو جو اس روایت کے ثابت کرنے کے لئے مطوراق کی

پورے ہو چکے تھے اس لئے اللہ نے مسلمانوں کو یہ خبر دی ہی کہ اب دین پورا ہوگیا کوئی نیا
مسئلہ حرام یا حلال کا نازل نہ ہوگا اور چونکہ حجۃ الوداع مین مسلمانون کو بڑی خوشی تھی
کہ رسول کے ساتھ حج کیا تھا اور تخمیناً چالیس ہزار آدمیون کا مجمع تھا اُسی خوشی کے وقت مین
اللہ نے اُن مخلص بندون اور اپنے رسول کے رفیقون کو زیادہ خوش کرنے کے لئے تکمیل دین
اور اتمام نعمت اور رضائے اسلام کا مژدہ بھی سُنا دیا۔

اب اُن روایتون کا بھی حال سُنئے جنکو مولوی حامد حسین صاحب نے عبقات مین نقل کیا ہی
اور اہل سنت کے مقابلے مین یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ آیت اکملت لکم الخ غدیر خم کے روز
نازل ہوئی تھی۔

اول روایت ابو ہریرہ کی ہی جسکی سند عبارت ابن المغازلی مین عبقات کے صفحہ ۲۹۵ پر
مذکور ہے اُس کا ایک راوی ابو الحسین بن السماک ہی اسکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے
"خطیب نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہی کہ وہ کذاب ہی ابن ابی الفوارس نے بھی اوس کو
جھوٹا بتایا ہے"۔

دوسرا راوی اس سلسلہ مین ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر الحلدی مجہول ہی یعنی اوس کا حال
معلوم نہین کہ وہ کیسا شخص تھا۔

ایک راوی اس سلسلہ مین مطر وراق ہی اوسکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہی کہ۔
"ابن سعد اور ابو حاتم اور احمد اور یحیی نے اُس کو ضعیف کہا ہی اور نسائی کا قول ہی کہ وہ
قوی نہ تھا یحیی القطان کا قول ہی کہ وہ حافظ کی خرابی مین ایسا تھا جیسے ابن ابی لیلے"۔

لکھا ہو وہ یہ ہے صدوق کثیر الارسال والاوھام یعنی وہ سچّا تھا مگر اوسکی یہ عادت اکثر تھی کہ درمیان میں سے واسطے چھوڑ دیتا تھا اور اُس کو وہم بہت ہوتے تھے ۔ واسطہ چھوڑ دینا بڑا عیب ہے اس لئے کہ ضعیف راوی کے واسطہ کا درمیان سے چھوڑ کر آئندہ راوی کی طرف بلا واسطہ نسبت کر دینا دھوکا دیکر ضعیف سند کو قوی بنانا ہے ۔

اب ہم ابن المغازلی کی عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جس میں اس روایت کی سند مذکور ہے یہ عبارت عبقات حصہ ثانی کے صفحہ ۲۹۵ پر مذکور ہے ۔

ابن المغازلی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ ہم کو ابو بکر احمد بن محمد نے خبر دی اُس نے کہا کہ ہم کو ابو الحسین احمد بن الحسین بن السماک نے خبر دی اُس نے کہا کہ مجھ سے ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر الحلدی نے بیان کیا اُس نے کہا کہ مجھے علی بن سعید بن قتیبہ رملی نے بیان کیا اُس نے کہا کہ مجھے حمزہ بن ربیعہ قرشی نے بیان کیا ابن شوذب سے اُس نے مطر وراق سے اُس نے شہر بن حوشب سے اُس نے ابو ہریرہ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو روزہ رکھا اُس کے لئے ساٹھ مہینے کے روزے لکھے گئے اور وہ دن غدیر خم کا ہے جب کہ پکڑا نبی نے علی بن ابی طالب کا ہاتھ اور فرمایا کہ کیا نہیں ہوں میں پیارا مومنوں کو اونکی جانوں سے سب نے کہا بیشک یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ میں جسکا مولیٰ ہوں علی بھی اُسکا مولیٰ ہے تو عمر بن خطاب نے کہا کہ مبارک ہو تمھیں اے ابن ابی طالب ہو گئے تم مولے میرے اور مولے ہر مومن اور مومنہ کے تو اُتاری اللہ نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم ۔

توثیق کی ضرورت پڑی تو حلیۃ ابو نعیم سے اُس کے زہد اور فقہ اور علم کی تعریف نقل کر دی جو عبقات مجلد حدیث ولایت کے حصہ ثانی کے صفحہ ۵۶۰ پر مذکور ہی مگر یہ خیال نہ کیا کہ فقط عالم اور زاہد ہونا راوی کی توثیق کے واسطے کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضرور ہی کہ اُس کا حافظہ بھی قوی ہو اور یاد بھی نہایت صحیح ہو اور جو خرابی مطر وراق کے حافظہ کی کتب اسماء رجال میں مذکور ہی اُس کا مولوی حامد حسین صاحب نے کچھ بھی ذکر نہ کیا۔

مطر اس روایت کو شہر بن حوشب سے نقل کرتا ہی شہر بن حوشب کے باب میں محدثین کا اختلاف ہی بہت سے محدثین اسپر جرح کرتے ہیں اور بعض توثیق کرتے ہیں۔ توثیق کے اقوال عبقات میں مذکور ہیں اخیر کتابوں میں جرح کے اقوال بھی تھے جو مصنف عبقات نے چھوڑ دئے۔

صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہی کہ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا ہے۔

میزان الاعتدال میں لکھا ہی ابن عون کا قول ہی کہ شہر کو محدثین نے متروک کیا ہی نسائی اور ابن عدی نے کہا ہی کہ وہ قوی نہیں ہی یحیی بن کثیر اپنے باپ سے نقل کرتا ہی کہ شہر بیت المال پر نوکر ہوا تھا اُس نے کسیقدر درہم اُس میں سے نکال لئے۔ ابو داود کا قول ہی کہ شہر جارے کس کام کا ہی جب شعبہ نے اُس کو چھوڑ دیا۔ عباد بن منصور کہتا ہی کہ میں نے شہر بن حوشب کے ساتھ حج کیا تھا اُس نے میرا مال چرا لیا۔ شعبہ کا قول ہی کہ عبدالحمید بن بہرام سچا ہی مگر اُس میں یہ عیب ہی کہ وہ شہر سے روایت کرتا ہے۔ ابن عدی کا قول ہی کہ شہر اُن میں سے ہی جن سے حجت نہیں پکڑ سکتے۔ اور جنکی حدیثوں پر اعتبار نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے جو شہر کی جرح اور توثیق دونوں پر لحاظ کر کے ایک قول فیصل تقریب میں

حدیث باطل اُس سے مذکور ہے۔"

دوسری روایت جسکو صاحب عبقات اہل سنت کے سامنے اس حجت کے لئے پیش کرتے ہیں کہ آیۃ اکملت لکم دینکم غدیر خم کے روز نازل ہوئی وہ ہے جس میں ابو ہارون عبدی ابو سعید خدری سے روایت کرتا ہے۔

ابو ہارون العبدی کا نام عمارہ بن جوین تھا وہ تابعی تھا صحابہ سے روایت کرتا ہے۔

میزان الاعتدال میں اسکی نسبت لکھا ہے۔

"حماد بن زید نے اُس کو جھوٹا کہا ہے۔ شعبہ کا قول ہے کہ میری گردن کٹ جانا اس سے بہتر ہے کہ میں ابو ہارون سے روایت کروں۔ احمد کا قول ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ ابن معین کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے اوسکی حدیث نہ مانی جاتے۔ نسائی کا قول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ وہ رنگ بدلا کرتا تھا کبھی خارجی بنتا تھا کبھی شیعہ بنتا تھا۔ شعبہ کا قول ہے کہ اُس کے پاس ایک کتاب تھی اُس میں حضرت علیؑ کے باب میں بہت سی جھوٹی روایتیں لکھی ہوئی تھیں میں نے اُس سے کہا کہ یہ کیسی کتاب ہے اُس نے کہا کہ یہ کتاب حق ہے۔ جوزجانی کا قول ہے کہ ابو ہارون کذاب مفتری تھا۔ شعبہ کہتا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو ہارون سے کہا کہ مجھے وہ روایتیں دکھاؤ جو تم نے ابو سعید سے سنی ہیں اُس نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ لکھا تھا کہ ابو سعید نے ہمسے یہ حدیث بیان کی کہ عثمانؓ کفر کی حالت میں مرے (معاذ اللہ منہا) میں نے یہ دیکھ کر وہ کتاب اُس کے حوالے کی اور اُس کے پاس سے اوٹھ کھڑا ہوا۔ شعبہ کا یہ قول بھی ہے کہ اگر میں یہ چاہتا کہ میں جو

یہی ایک سند ہے اس سند کے سوا کسی اور سند سے یہ روایت ابو ہریرہ سے ثابت
نہیں ہوتی ہر راوی اسمیں اپنے بیان میں اکیلا ہے کوئی دوسرا اُسکی تصدیق نہیں کرتا
اب اس روایت کی حالت یہ ہے کہ آٹھ واسطون سے واسطہ در واسطہ یہ خبر ملی جس مین
چار ایسے ہین جنکا حال معلوم ہوچکا پس اس روایت کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک
نہین رہا اس لئے کہ ایک راوی کذاب بھی ہے اور فقط اتنی بات اس روایت کے
جھوٹے ہونے کو کافی تھی حالانکہ اس سند مین اور بھی کئی راوی نہایت ضعیف ہین
پس اگر ہم ابوالحسین کذاب اور جعفر بن محمد مجہول سے قطع نظر کرلین تب بھی مطر وراق اور
شہر بن حوشب کا ضعف اس روایت کے ساقط الاعتبار بنانے کو کافی ہے —

ایک بہت بڑا شبہ اس سند مین یہ بھی ہے کہ حمزہ کے ساتھ ابن ربیعہ کی قید
ابوالحسین بن احمد کذاب نے بڑہائی ہے اس لئے کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ مین اس روایت
کو کذب کہا ہے اور اونکے سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حمزہ پر طعن کرتے ہین اور
اونکی عبارت مین حمزہ کے ساتھ ابن ربیعہ کی قید نہین اور ذہبی کی عبارت بھی اُنھون نے
نقل کی ہے اُس مین بھی حمزہ بغیر قید ابن ربیعہ کے مذکور ہے اور اُس عبارت کا
سیاق بھی شاہد ہے کہ ذہبی حمزہ پر طعن کرتے ہین پس یہ امر یقینی ہے کہ یہ حمزہ حمزہ بن ربیعہ
نہین بلکہ کوئی ایسا حمزہ ہے جو مجروح ہے اور ضرور ہے کہ یہ حمزہ حمزہ بن حبیب مقدسی ہوگا
اس لئے کہ باعتبار زمانہ کے ابن شوذب سے اوسکی روایت ممکن ہے — حمزہ بن حبیب مقدسی
کو میزان الاعتدال مین لکھا ہے " یہ نہین معلوم کہ وہ کون شخص ہے ایک اسناد مجہول مین

عزوجل الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی وکان کمال الدین بولایۃ
علی بن ابی طالب علیہ السلام فقال
عند ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ امتی حدیثو عہد بالجاہلیۃ
ومتی اخبرتہم بہذا فی ابن عمی یقول
قایل ویقول قایل فقلت فی نفسی
من غیر ان ینطق بہ لسانی۔
فاتانی عزیمۃ من اللہ عزوجل
بتلۃ فنزلت یا ایہا الرسول بلغ
ما انزل الیک من ربک وان لم
تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک
من الناس ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین

آیۃ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور تھا دین کا
پورا ہونا علی بن ابی طالب کی ولایت سے۔ اسوقت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ میری امت جاہلیت سے
ابھی نئی نئی نکلی ہے اور جب خبر سناؤنگا میں اس حکم کی
اپنے بھائی کے لیے تو کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ کہیگا۔
یہ میں نے اپنے دل میں کہا تھا زبان سے نہیں کہا تھا۔
تو آیا میرے پاس حکم اللہ کی طرف سے قطعی تو یہ آیت
نازل ہوئی۔ اے رسول پہنچا دے جو نازل ہوا ہے تیری
طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر تو ایسا نکرے گا
تو تو نے اپنی رسالت نہیں پہنچائی اور اللہ بچاوے گا
تجھکو آدمیوں سے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا کافروں کے
گروہ کو۔

اس روایت سے چند فائدے ظاہر ہوتے۔

اول یہ کہ آیۃ اکملت لکم دینکم عرفہ کے روز نازل ہوئی تھی اور اس کے متصل آیۃ
یا ایہا الرسول نازل ہوئی پس وہ بھی عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ قطع نظر اس کے
شیعوں کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک دن نازل ہوئی ہیں پس آیۃ
اکملت لکم دینکم کا عرفہ کے دن نازل ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ آیۃ یا ایہا الرسول بھی

کہوں اوسی کی ابو ہارون ابوسعید خدری سے روایت کردے تو میں ایسا کرسکتا تھا صالح بن محمد نے علی کا قول یہ نقل کیا ہے کہ ابی ہارون عبدی فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ابوسعید سے ایسی روایتیں بیان کیا کرتا تھا جو انکی حدیثوں میں نہیں ہوتی تھیں۔"

پس یہ وہی ابو ہارون عبدی ہے جو ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کرتا ہے اس کا حال بخوبی ظاہر ہوگیا کہ وہ کذاب بھی تھا اور تبرائی رافضی بھی تھا اور تقیہ کرکے کبھی خارجی بھی بنتا تھا۔ اس سند میں اور راوی بھی ضعیف ہیں۔ مگر ابو ہارون نے اس روایت کی جڑ ایسی کاٹ دی کہ اور راویوں کے ذکر کی ضرورت نہ رہی۔

اب ہم بفضلہ تعالے اُن روایتوں سے فارغ ہوتے جن کو حجت بناکر علماے شیعہ یہ کہتے تھے کہ اہل سُنت کی روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ آیۃ یا ایہا الرسول بلغ اور آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم دونوں غدیر خم کے روز نازل ہوئی تھیں۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ شیعوں کی صحیح روایت سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں آیتیں عرفہ کے دن نازل ہوئی تھیں۔ جو روز غدیر خم سے نو دن پہلے تھا۔ اصول کافی[1] میں ہے کہ ابوالجارود یہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا۔

ثم نزلت الولاية وانما اتاه ذلك في يوم الجمعة بعرفة انزل الله	پھر نازل ہوئی ولایت اور نہیں آیا نبی کے پاس یہ حکم مگر جمعہ کے دن عرفہ میں اتاری اللہ عزوجل نے

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱ باب مانص الله - یہ وہی ابوالجارود ہے جسکا پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اس نے امام باقر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت یا ایہا الرسول بلغ غدیر خم کے روز فضل علی میں نازل ہوئی تھی ۱۲

حسان کے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ رسول نے جو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تھا اس سے مراد یہ تھی کہ علی اونکے بعد امام اور ہادی ہین۔

جواب یہ ہی کہ اگر ہم اس روایت کو تسلیم بھی کرلین تو اس سے شیعون کا مطلب کیا ثابت ہو گا اس لئے کہ اہل سنت کا اعتقاد بھی یہی ہی کہ علیؓ امام اور ہادی تھے بلکہ علیؓ کا تو بڑا مرتبہ ہے اہل سنت تو اونکے غلام قنبرؓ کو بھی اپنا امام اور ہادی جانتے ہین شیعون کا مطلب تو جب ثابت ہوتا جب حسان امام کے وہ معنی ظاہر کردیتے جو شیعوں نے فرض کر لئے ہین ۔ مجالس المومنین مین خواجہ نصیر الدین طوسی کی تعریف میں لکھا ہی۔ "امامے کہ ائمہ دین بفضل و تقدیم او معترف اند" اب فرمائے کہ اس عبارت مین امام اور ائمہ دین کے کیا معنی ہین اور اگر حضرات شیعہ یہان بھی امام کے وہی معنی لین جو دوازدہ امام کے واسطے لئے جاتے ہین تو خواجہ نصیر الدین طوس کو بھی امام سیزدہم ماننا لیں یہ کیا قیامت ہی کہ مولوی حامد حسین سا شخص ایسی پوچ دلیل پیش کرے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ یہ روایت کسی ایسی سند سے ثابت نہین جو کچھ اعتبار کے لائق ہو۔ بلکہ ابن عباس کی روایت کلبی نے بواسطہ ابو صالح نقل کی ہی اور ابو سعید خدریؓ کی روایت ابی ہارون عبدی کی ہے ان سب راویوں کا حال معلوم ہو چکا۔

چوتھا قرینہ اولے کو اولے بالتصرف بنانے کا یہ ہے کہ قیس بن عبادہ صحابی نے جنگ صفین کے روز حضرت علیؓ کے سامنے چند شعر پڑھے تھے جن میں سے ایک شعر کا مطلب یہ ہے کہ علی ہمارے اور سب کے امام ہین یہ حکم تنزیل میں اُس دن آیا تھا جس دن

بھی عرفہ کے دن نازل ہوئی۔

دوسرا فائدہ یہ ثابت ہوا کہ اول آیت اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اوس کے بعد آیۃ یاایھاالرسول بلغ نازل ہوئی۔

اس روایت کو صافی تفسیر صافی وغیرہ بہت سے علماے شیعہ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اگر ہم صاحب عبقات کا طریقہ اختیار کریں تو اس ایک روایت کی بیسیوں روایتیں بنا سکتے ہیں۔

اور اب فریقین کی صحیح روایتوں کا اتفاق ہوگیا کہ آیت اکملت لکم دینکم عرفہ کے روز نازل ہوئی تھی پس اس اتفاقی قول کے مخالف جو روایتیں فریقین کی ہیں وہ یقیناً باطل ہیں

حضرات شیعہ کے پاس اولے سے اولے بالحکومت مراد لینے کے لئے بڑی عمدہ یہی دو دلیلیں تھیں کہ یہ دونوں آیتیں غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہیں۔ ان دلیلوں کا حال خوب معلوم ہو چکا اب اس سے زیادہ جو وہ اور قرینے لاتے ہیں وہ ایسی فضول باتیں ہیں جو قابل بحث بھی نہیں۔

تیسرا قرینہ اس امر کا کہ اولے سے اولے بالتصرف مراد ہے حضرات شیعہ یہ پیش کرتے ہیں کہ جب قصہ غدیر خم کا واقع ہو چکا اور رسول علی کے باب میں جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے اُس وقت حسان بن ثابت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر کچھ اشعار پڑھے جس میں اس تمام قصہ اور گفتگو سے رسول کو نظم کیا تھا اونمیں یہ شعر بھی تھا۔

فقال لہ قم یا علی فاننی[لہ] ✦ رضیتک من بعدی اماما وھادیا

لہ یعنی اٹھو یا علی پس تحقیق میں نے تمکو پسند کیا اپنے بعد پیشوا اور ہادی[؟]

اونٹ پر سوار ہوکر مقام ابطح مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جو اسوقت صحابہ کے مجمع مین تھے اور اُس نے کہا کہ اے محمد تم نے ہم کو اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کا حکم کیا ہمنے مان لیا تم نے پانچ وقت کی نماز کا حکم کیا اُس کو بھی ہمنے مان لیا تم نے زکوۃ کا حکم کیا اُس کو بھی ہمنے مان لیا تم نے رمضان کے روزون کا حکم کیا اُس کو بھی ہمنے مان لیا۔ تم نے حج کا حکم کیا اُس کو بھی ہمنے مان لیا تم اس پر بھی راضی نہوتے اور اپنے ابن عم کے بازو اوٹھا دئے اور ہم پر اُس کو بڑہا دیا۔ اور یہ کہدیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ تم نے اپنی طرف سے کہا یا خدا کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے آیا ہے یہ سُنکر حارث بن نعمان پیٹھ پھیر کر اپنے اونٹ کی طرف چلا اور یہ کہتا تھا کہ اے اللہ اگر محمد کا یہ قول سچ ہی تو فامطرنا علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم یعنی ہمپر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہمپر سخت عذاب نازل کردے۔ ابھی وہ اپنے اونٹ تک نہین پہنچا تھا کہ آسمان سے ایک پتھر اُسکی کھوپری پر گرا جو دُبر سے نکل گیا اور وہ مرگیا اور اللہ نے آیت سأل سائل بعذاب واقع نازل کی۔

جواب یہ ہی کہ اگر ہم اس جھوٹی روایت کو مان بھی لیں تو اس سے شیعون کا مطلب کیا ثابت ہوگا اس لئے کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ رسولؐ نے جو علیؓ کی محبت کا حکم کیا تھا یہ حکم حارث کو ناگوار ہوا اور اُس نے جو رسولؐ کے حکم سے ناراض ہوکر کفر کے کلمے کہے اس وجہ سے اُسپر عذاب نازل ہوا پس اس عذاب نازل

رسول نے حدیث من کنت مولاہ فرمائی۔

جواب یہ ہی کہ یہ روایت کسی سند سے ثابت نہین ہوئی اور سب سے اول ہم کو مسلم نہین یا قطع نظر اس کے اس شعر مین لفظ تنزیل سے ممکن ہی کہ وہ وحی مراد ہو جو قرآن کے سواہے یعنی بموجب وحی کے رسول نے علی کی محبت کا حکم کیا تھا پس وہ ہمارے اور سب مسلمانون کے واجب التعظیم پیشوا ہین اس لئے کہ رسول اسی شخص کی محبت کا حکم کرین گے جو ہادی اور پیشوا ہوگا۔ پس یہ مضمون شیعون کو کچھ بھی مفید نہین اس لئے کہ اہل سنت بھی علی کو امام سمجھتے ہین۔

اگر حسان بن ثابت اور قیس بن عبادہ کے نزدیک ایسی امامت مراد ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی ہی تو وہ مثل اور صحابہ کے خلفائے ثلثہ کے گروہ مین کیون شامل ہوتے۔

پانچوان قرینہ حضرت علی کے دیوان کے بعض اشعار پیش کیے جاتے ہین حالانکہ دیوان مشہورہ کی نسبت حضرت علی کی طرف محدثین کے نزدیک ہرگز صحیح نہین۔

چھٹا قرینہ اولے کو اولے بالتصرف بنانے کا یہ ہے کہ ثعلبی اپنی تفسیر مین روایت کرتا ہی کہ سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آیت سأل سائل کس کے حق مین نازل ہوئی ہی اس نے جواب دیا کہ میرے باپ نے جعفر صادق سے اور انھون نے اپنے باپ دادون سے روایت کی ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام غدیر خم مین پہنچے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یہ قصہ سب بستیون مین مشہور ہوگیا حارث بن نعمان فہری کو بھی یہ خبر پہنچی وہ اپنے

حارث بن نعمان فہری کا حدیث ولایت سے انکار دوسرے طور پر اس کا قصہ غلط ہے

دوسرے اس لئے کہ ثعلبی سفیان بن عینیہ کا قول نقل کرتا ہے اور ثعلبی کا انتقال سنہ چار سو سینتیس میں ہوا ہے اور سفیان بن عینیہ کا انتقال سنہ ایک سو اٹھانوے میں ہوا ہے پس ضرور ہے کہ ثعلبی سے سفیان بن عیینہ تک کئی واسطے درمیان میں ہوں جنکا پتا نہیں ملتا خدا جانے وہ کیسے لوگ ہوں گے پھر ایسی بے سند روایت کیا قابل اعتبار ہے مولوی حامد حسین صاحب نے اس روایت کی توثیق کے لئے اول ثعلبی کے مناقب لکھے پھر سفیان کے مناقب شروع کردئے حالانکہ سفیان کی وفات سے ڈیڑھ سو برس کے بعد ثعلبی پیدا ہوا ہے۔ اور دونوں کی وفات کے سنہ بھی عبقات میں مذکور ہیں اور جب تک تمام راویوں کا حال معلوم نہو پھر بعض کی توثیق لکھنے سے کیا فائدہ۔ درحقیقت عوام کو انھوں نے یہ دہوکا دیا کہ اس سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔

تیسرے یہ کہ سفیان بن عینیہ اگرچہ معتمد راوی ہے مگر آخر عمر میں اُسکا حافظہ خراب ہوگیا تھا تقریب میں اُس کی نسبت لکھا ہے تغیر حفظہ بآخرہٖ بگڑ گئی تھی یاد اُسکی آخر عمر میں۔ پس سفیان نے جو روایت آخر عمر میں کی ہو وہ معتبر نہیں اور شاید یہ روایت اُسی زمانے کی ہو۔

چوتھے یہ کہ سفیان اس روایت کو اپنے باپ سے نقل کرتا ہے جسکا نام عیینہ بن ابی عمران تھا اوسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیسا شخص تھا۔ مولوی حامد حسین صاحب نے اس روایت کی توثیق کے لئے سفیان کے بہت سے مناقب لکھے مگر سفیان کے باپ کا کچھ ذکر نہ لکھا حالانکہ وہ بھی اس سند میں ایک راوی ہے بغیر اُسکی توثیق کے یہ سند

ہونے سے حدیث من کنت مولاہ کے معنی کیونکر بدل گئے اور اولے سے اولے بالتصرف کیسے مراد ہوگیا اُس نے تو یہ شکایت کی تھی کہ تینے علی کو ہمپر کیون بڑھا دیا تھا اتنی بات سے علی کی امامت موافق اصطلاح شیعہ کے کیسے ثابت ہوگی بالفرض اگر رسول بلال سے محبت رکھنے کا حکم کرتے اور کوئی شخص معاذاللہ اوسکی اسطرح تکذیب کرتا اور یہ کہتا کہ اگر یہ حکم صحیح ہی تو مجھپر عذاب نازل ہو تب بھی وہ مستحق عذاب ہوجاتا اور اس نزول عذاب سے بلال کے لئے وہ صفت امامت نہ ثابت ہوجاتی جو شیعوں نے علی کے لئے فرض کی ہی۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یہ روایت یقیناً جھوٹی ہے۔

اول اس لئے کہ ثعلبی کے سوا کسی نے اُسکو نقل نہین کیا اور ثعلبی ساقط الاعتبار ہے وہ اپنی تفسیر مین جھوٹی سچی ہر طرح کی کہانیان لکھدیتا ہی اور صحیح غلط مین کچھ تمیز نہین کرتا۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان مین بیان طبقات مفسرین مین لکھا ہے۔

والاخبار لیس لہ شغل الا القصص واستیفائہا والاخبار عمن سلف سواء کانت صحیحۃ او باطلۃ کالثعلبی۔	اور جو مفسر خبرین بیان کرنے کا شایق ہوتا ہی اُس کو تفسیر قرآن مین اور کوئی شغل نہین ہوتا مگر یہ کہ قصے لکھا کرے اور ہر طرح کے قصے لکھدے خواہ صحیح ہون خواہ باطل ہون جیسے کہ ثعلبی۔

پس جب ثعلبی کی یہ حالت تھی کہ وہ سچی جھوٹی ہر طرح کی خبرین اپنی تفسیر مین لکھتا ہی تو جو روایت ایسی ہو کہ اُس کی تفسیر کے سوا کہین اُسکا پتہ نہ ملے وہ ہرگز قابل اعتبار نہین

اور ایسی عجیب خبر اس طرح مخفی بھی نہین رہ سکتی۔

چھٹے یہ کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حارث پر عذاب نازل ہونے کے بعد آیہ سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ نازل ہوئی یہ آیت اونتیسوین[۲۹] پارہ مین سورہ معارج کے شروع مین ہے معنی اسکے یہ ہین کہ "طلب کیا ایک طالب عذاب نے وہ عذاب جو کافرون کے لئے ہے" یعنی کسی نے یہ دعا مانگی کہ اسی وقت وہ عذاب اوسپر نازل ہو جائے۔

یہ سورت قبل ہجرت مکہ مین نازل ہوئی تھی۔ نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس آیت مین جس دعا مانگنے والے کا ذکر ہے اُسکا نام نضر تھا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ نضر جنگ بدر مین مارا گیا پس حارث کے قصہ مین بعد روز غدیر خم کے اُسکا نازل ہونا غلط ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ شاید یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو ایک بار مشرکین کے قصہ مین اور دوبارہ حارث کے قصہ مین تو جواب یہ ہے کہ فریقین کے علماے سلف مین سے کسی نے اس آیت کو اُن آیتون مین شامل نہین کیا جو مکرر نازل ہوئی ہین اور یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اُنھون نے حارث کی روایت کو باطل سمجھا اور اس زمانہ کے علما یہ لیاقت نہین رکھتے کہ آج اپنی طرف سے کسی آیت کی نسبت تکرار نزول کا احتمال پیدا کرین۔

مفسرین شیعہ بھی اس آیت کو مکی کہتے ہین امام جعفر صادق کے نزدیک اس آیت مین لفظ سَاَلَ اور لفظ سائل سیلان سے مشتق ہین اور معنی آیت کے یہ ہین کہ "جاری

کیا قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے۔

پانچویں یہ کہ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجمع عظیم کے سامنے حارث پر آسمان سے عذاب نازل ہوا اور پتھر ایسا برسا کہ حارث کے سر پر گرا اور نیچے سے نکل گیا جسکے صدمہ سے حارث مر گیا یہ ایک ایسا عجیب واقعہ تھا کہ اسکا بہت چرچا ہوتا اور بہت سے لوگ اس کے ناقل ہوتے حالانکہ ثعلبی کے سوا کوئی اس کو نقل نہیں کرتا پس ایسی عجیب خبر جسکا سلسلہ امام جعفر صادق تک ایسے غیر مقبول طریقے سے پہنچا اور اُن سے اوپر اُس کا کچھ پتہ نہیں ملتا یقیناً غلط سمجھنے کے لائق ہے۔ کیا یہ کسی کی سمجھ میں آتا ہے کہ اتنے بڑے ہنگامے میں علی کے سوا کسی کو اس حادثہ پر اطلاع نہ ہوئی اگر اوروں کو بھی اطلاع ہوئی ہوتی تو ضرور یہ خبر اوروں سے بھی منقول ہوتی۔ پھر علی نے حسین کے سوا کسی سے یہ قصہ بیان نہیں کیا ورنہ چرچا ہو جاتا اور اُن طریقوں سے بھی یہ خبر کتب حدیث میں موجود ہوتی۔ پھر امام حسین سے امام جعفر صادق تک ایسی امانت کے ساتھ یہ خبر پہنچی کہ ہر امام اپنے بڑے بیٹے کے سوا کسی سے بیان نہیں کرتا تھا ورنہ اوروں سے بھی سلسلہ اس خبر کا پہنچتا مگر امام باقر نے اس طریقے کو چھوڑا اور سفیان کے باپ سے بھی یہ قصہ کہدیا پھر سفیان سے بہت سے محدثین روایتیں لیتے تھے اور اُس کی روایتیں کتب احادیث میں بھری ہوئی ہیں مگر یہ روایت سفیان نے اُن محدثین سے نہ بیان کی جنکی روایتیں کتب صحاح وسنن وغیرہ میں پہنچیں اُسی راوی سے بیان کی جس سے ایک نامعلوم طریقے سے ثعلبی تک پہنچادی یہ عجائبات ہرگز قبول کرنے کے لائق نہیں

ولا یدع دارا فیہا دثر لآل محمد الا احرقہا وذلک المہدی	اور نچھوڑے گی کوئی گھر جسمیں آل محمد کا مال ہوگا مگر اُس کو جلا دے گی اور یہی ہونگے مہدی۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیت مین جس سایل یعنی سیلان کرنے والی چیز کے سیلان کا ذکر ہے وہ عذاب کی آگ مہدی کے زمانہ مین ہوگی۔ حارث کے قصہ سے اس آیت کا کوئی لگاؤ نہیں۔

ساتوین یہ کہ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حارث بن نعمان فہری نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ اگر پیغمبر کا یہ قول سچ ہے تو فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم یعنی ہمپر آسمان سے پتھر برساوے یا ہمپر سخت عذاب نازل کردے۔ حالانکہ فریقین کے مفسروں کا اتفاق ہے کہ یہ قول ابوجہل وغیرہ مشرکین قریش کا تھا جسکو اللہ نے سورہ انفال مین نقل کیا ہے جو روز غدیر خم سے برسون پہلے غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اہل سنت کے مفسرین کے اقوال مشہور ہین حاجت ذکر نہین۔ اب ہم مفسرین شیعہ کے اقوال نقل کرتے ہین تفسیر قمی میں لکھا ہے۔

وقولہ۔ اذ قالوا اللہم ان کان ہو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم ۵	اور قول اللہ کا اذ قالوا الخ یعنی جب کہ کہا مشرکون نے کہ اے اللہ اگر محمد کا قول سچا ہے تیرے پاس سے تو برسادے ہمپر پتھر آسمان سے یالا ہمپر عذاب دردانگیز
فانہا نزلت لما قال رسول اللہ لقریش ان اللہ بعثنی	یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی تھی جب کہ رسول اللہ نے قریش سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے مجکو اس لئے بہیجا ہے

ہوئی ایک سیلان والی چیز واسطے عذاب کے جو کافرون پر واقع تھا"
اور امام جعفر صادق نے اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ سیلان والی چیز آگ پھیلی ہوئی ہوگی جسکو
فرشتے بڑہاتے ہوئے بنی امیہ کے گھروں تک لاویں گے اور اُن گھروں کو وہ آگ
جلاوے گی اور اس آگ کے ساتھ مہدی ہونگے۔ پس امام جعفر صادق نے اس آیت
کے ایسے معنی بتادیے کہ اُس کو حارث کے قصہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہا بلکہ اس آیت
مین اُس عذاب کا ذکر ہے جو امام مہدی کے وقت مین آگ پھیلکر بنی امیہ کے گھرونکو جلائیگی
اور سال سائل کے معنی یہ ہین کہ "پھیلی پھیلنے والی چیز عذاب کے لئے" نہ یہ کہ
"دعا مانگی دعا مانگنے والے نے عذاب کی" پس حارث نے جو دعا عذاب کی مانگی تھی
اُس کو اس آیت سے کوئی ربط نہ رہا اور اس تفسیر کے مطابق اس قصہ کا جھوٹا ہونا یقینا
ثابت ہوگیا۔ صاحب تفسیر قمی نے سورہ معارج کی تفسیر مین اول اس سورۃ کو مکی لکھا ہے
پھر آیت سال سائل بعذاب واقع کی تفسیر مین لکھا ہے۔

سئل ابو جعفر علیہ السلام عن معنے هذا فقال نار تخرج من العذاب وملك يسوقها من خلفها حتى ياتی دار بنی سعد بن هشام عند مسجدهم فلا تدع دارا لبنی امیۃ الا احرقها	امام باقر علیہ السلام سے آیت سال سائل کے معنی پوچھے گئے تھے تو اُنھون نے فرمایا کہ آگ ہوگی جو عذاب سے نکلے گی اور ایک فرشتہ بڑہاتا ہوگا اُسکو اُسکے پیچھے سے۔ یہانتک کہ وہ اولاد سعد بن ہشام کے گھرون مین اونکی مسجد کے پاس آجاویگی پس نچھوڑیگی بنی امیہ کا کوئی گھر مگر اُس گھر کو اور گھر والوں کو جلادیگی۔

اگر یہ شبہ ہو کہ جس طرح مشرکین قریش نے پہلے یہ قول کہا تھا اسی طرح حارث نے بھی کہا تو جواب یہ ہے کہ تب بھی اس روایت کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اس لئے کہ جن کفار قریش نے یہ قول کہا تھا اونپر عذاب نازل نہیں ہوا اور پتھر نہیں برسے۔
حال آنکہ اونکا کفر حارث کے مقابلے مین بہت بڑا ہوا تھا پس نہایت بعید ہے کہ اس قول کے کہنے سے حارث پر عذاب نازل ہو جائے حالانکہ اُسکا کفر مشرکین قریش کے کفر کی برابر نتھا۔

آٹھوین یہ کہ یہ آیت نص قرآن کے خلاف ہو قرآن مین اللہ نے فرمایا ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اور نہین ہے اللہ ایسا کہ اونپر عذاب نازل کرے اور تو اونمین موجود ہو۔ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ جہان رسول موجود ہونگے اُن لوگون پر دنیا مین عذاب نازل نہو گا پس حارث بن نعمان فہری پر عذاب کا نازل ہونا قرآن کے مخالف ہے اس لئے یقیناً غلط ہے۔

نوین یہ کہ جو مضمون اس روایت مین ہے وہ شیعونکی روایتون کے مطابق بھی صحیح نہین اسلئے کہ تفسیر صافی مین تحت آیہ فامطرنا علینا حجارۃ من السماء الخ بحوالہ کافی یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ علیؑ مین عیسیٰ کی مشابہت ہے اور اگر مجکو یہ خوف نہوتا کہ میری امت بھی علیؑ کو وہی کہنے لگے گی جو نصاری نے عیسیٰ کو کہا تو مین علیؑ کے حق مین ایسی فضیلت بیان کر دیتا کہ لوگ اونکی خاک قدم سے برکت حاصل کرنے لگتے اس پر حارث فہری ناراض ہوا اور اُس نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ سچ ہے تو مجھپر آسمان سے پتھر برساوے۔ چنانچہ جب وہ وہان سے چلا اور مدینہ سے باہر ہوا تو ایک پتھر اوسپر

ان اقتل جمیع ملوک الدنیا واجر الملک الیکم فاجیبونی الی ما ادعوکم الیہ۔	کہ تمام دنیا کے[1] بادشاہوں کو قتل کروں اور سلطنت کو تمھاری طرف پہنچاؤں تو میری بات قبول کرو جسکی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔
تملکون بھا العرب وتدین لکم بھا العجم وتکونوا ملوکا فی الجنۃ۔	بادشاہ ہو جاؤگے تم اسکی وجہ سے عرب کے اور محکوم ہو جاوے گا تمھارا اسکے سبب سے عجم۔ اور ہوگے تم بادشاہ جنت میں۔
فقال ابو جہل اللھم ان کان ھذا الذی یقول محمد ھو الحق فامطر علینا حجارۃ الخ	تو ابو جہل نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قول جو محمد کہتا ہے سچا ہے تو ہمپر آسمان سے پتھر برساوے۔

پس بخوبی ظاہر ہوگیا کہ یہ قول روز غدیر خم سے بہت پہلے کفار قریش نے کہا تھا اور چونکہ اس روایت میں اسکی نسبت حارث کی طرف ہے اس لئے یہ روایت غلط ہے۔

---

[1] اس روایت کی مفصل بحث جلد ثانی میں بحث آیت استخلاف میں گذر چکی وہاں ہم نے اس روایت کا ترجمہ حیات القلوب سے نقل کیا تھا اب یہ روایت تفسیر قمی میں بھی ملگئی اور جو اہل انصاف ہیں وہ اس روایت پر غور کرکے آیت استخلاف کا مطلب بھی بہت اچھی طرح سمجھیں گے اور یقین کر لیں گے کہ مصداق اس وعدہ کے خلفا ہیں۔ اب حضرات شیعہ یہ فرمائیں کہ قریش کے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے اور انھیں سے رسول نے یہ وعدہ کیا ان میں سے عرب اور عجم کی سلطنت کس کو ملی اور کس کے حق میں یہ وعدہ پورا ہوا یا کسی کے حق میں پورا نہ ہوا اور خدا و رسول کا وعدہ جھوٹا ہوگیا معاذ اللہ اور اگر خلفا کے حق میں پورا ہوا تو وہ ضرور جنت کے بھی بادشاہ ہیں۔ یہ روایت (ہ) آیت کے تحت میں تفسیر صافی میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲

علیؓ کو خلیفہ بنائیو اور صحابہ سے جو اس روایت کی تصدیق چاہی وہ اپنی فضیلت ثابت کرنے کے لئے تھی نہ اس روایت کو نص امامت بنانے کے لئے۔

اس موقع پر صاحب عبقات نے چند عبارتین اس مضمون کی نقل کی ہین کہ بعض صحابہ کو یہ حدیث معلوم تھی مگر اُنھون نے چھپائی حضرت علیؓ نے اونکے لئے بددعا کی جسکی وجہ سے وہ اندھے ہوگئے یا برص کی بیماری ہوگئی۔

درحقیقت یہ سب جھوٹی باتین شیعونکی بنائی ہوئی ہین۔

اب اس کے ثبوت کے لئے جو روایتین صاحب عبقات نے پیش کی ہین اونکا حال سنئے

اول روایت اسد الغابہ کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابن عقدہ اپنی سند سے ابو غیلان سعد بن طالب سے اور وہ ابو اسحق سے اور وہ بہت سے آدمیون سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے صحن مسجد کوفہ مین یہ فرمایا کہ جس نے رسول کی زبان سے حدیث من کنت مولاہ الخ سنی ہو وہ گواہی دے بعض لوگون نے گواہی دی اور بعض نے چھپایا اونمین سے یزید بن ودلیعہ اور عبدالرحمن بن مدلج بھی تھے۔

اس روایت کا پہلا راوی ابن عقدہ ہے جو متعصب رافضی ہے میزان الاعتدال مین اُسکی نسبت لکھا ہے۔

”برقانی کا قول ہے کہ مین نے دارقطنی سے پوچھا کہ تم ابن عقدہ کو کیا سمجھتے ہو اُس نے کہا کہ وہ ایسی حدیثین زیادہ بیان کرتا تھا جو قابل انکار ہوتی تھین اور حمزہ نے دارقطنی سے یہ روایت کی ہے کہ وہ برا آدمی تھا اُس مین رفض کی علامتین تھین اور ایک قول دارقطنی کا یہ ہے

پڑا جس سے اُس کی کھوپڑی پاش پاش ہوگئی۔
اس روایت سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ ثعلبی کی روایت مطابق روایات صحیحہ شیعہ بھی
جھوٹی ہے اور حدیث کافی کے مخالف ہے اس لئے کہ کافی کی روایت سے یہ معلوم ہوگیا کہ
حارث پر جو عذاب نازل ہوا تھا اُس کو حدیث ولایت سے کوئی تعلق نہ تھا۔
دسوین یہ کہ جب اس حارث فہری کا اتنا بڑا حادثہ ہوا تھا تو جن محدثین نے ذکر صحابہ
مین کتابین جمع کی ہین وہ ضرور حارث فہری کا نام لکھ کر اس قصہ کو نقل کرتے مگر اس قسم کی
کسی کتاب مین اس حارث فہری کا ذکر نہین یہ دلیل اس امر کی ہے کہ تمام محدثین اس روایت
کو باطل اور موضوع جانتے تھے اور اس نام کو فرضی نام سمجھتے تھے۔
پس بوجوہ مذکورہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ حارث فہری پر عذاب نازل ہونے کی روایت جو
تفسیر ثعلبی مین منقول ہے محض کذب و افترا ہے۔
ساتوان قرینہ مولی کے معنی ہین اولے کو اولے بالتصرف بنانے کا یہ ہے کہ
حضرت علیؑ نے حدیث من کنت مولاہ کی بہت سے صحابہ سے تصدیق کرائی اور مسجد کوفہ
مین یہ فرمایا کہ جس نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنی ہو وہ گواہی دے
چنانچہ بہت سے آدمیون نے تصدیق کی یہ بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ رسول نے جو یہ حدیث
فرمائی تھی اس سے مراد امامت علی تھی۔
جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے ہرگز اس روایت کو بطور نص امامت کے پیش نہین کیا۔
یعنی اس حدیث کے معنی اُنھون نے یہ نہین بتائے کہ رسول یہ حکم کر گئے ہین کہ میرے بعد

اسی ابن عقدہ کی ہے اور یہی سند ہی البتہ اسمین موسی کا واسطہ مذکور نہین جو دوسری
روایت کی سند سے ظاہر ہوگیا اور دوسری روایت جو اصابہ کی ہے وہ بھی ابن عقدہ کی
ہے اُسکی بھی یہی سند ہی اُس مین یہ مذکور ہے کہ عبدالرحمن بن مدبح نے گواہی دی کہا
گواہی چھپانے کی روایت گواہی دینے کی روایت سے رد ہوگئی۔
مولوی حامد حسین صاحب کی لیاقت دیکھئے کہ اول ابن مدبح کا گواہی دینا ثابت کرچکے
اور اُس کے ایک ورق بعد اُسکا گواہی چھپانا اُسی سند سے ظاہر کرتے ہین۔
دوسری روایت عبداللہ بن احمد کی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اسد بن عمرو کیعی نے
بیان کیا اُس نے کہا زید بن حباب نے بیان کیا اُس نے کہا کہ ولید بن عقبہ بزار عیسی نے
بیان کیا اُس نے کہا کہ سماک بن عبید عیسی نے بیان کیا کہ مین عبدالرحمن ابن ابی لیلی کے
پاس گیا تو اُس نے بیان کیا کہ مین رحبہ یعنی صحن مسجد کوفہ مین حضرت علی کے پاس گیا تھا
اُنھون نے فرمایا کہ جس نے غدیر خم کے روز رسول کا قول سُنا ہو مین اُس کو قسم دیتا ہون
کہ وہ کھڑا ہوجائے اور وہی کھڑا ہو جس نے وہ حال دیکھا ہو اور جس نے نہ دیکھا ہو وہ نہ کھڑا
ہو تو بارہ آدمی کھڑے ہوئے کہ ہمنے دیکھا ہی اور سُنا ہے کہ رسول نے علی کا ہاتھ پکڑا اور یہ
فرمایا کہ اے اللہ دوست رکھ اُس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمنی کر اُس سے جو علی سے
دشمنی کرے اور مدد کر اُسکی جو علی کی مدد کرے اور چھوڑ اُس کو جو علی کو چھوڑے۔ تین آدمی
نہین کھڑے ہوئے اونکے لئے علی نے بددعا کی اُسکا وبال اونپر پہنچا۔
اس روایت کی سند مین سے ولید بن عقبہ کو تقریب مین مجہول لکھا ہے یعنی اُس کا حال

کہ ابن عقدہ دین مین قوی نہ تھا ابو عمر کا قول ہے کہ ابن عقدہ صحابہ کی برائیان بیان کیا کرتا تھا یا یہ کہا کہ شیخین کی برائیان بیان کیا کرتا تھا اس لیئے مین نے اوسکی حدیث لینی چھوڑ دی۔ ابن عدی کا قول ہے کہ وہ شیعون کا سردار تھا۔ ابو بکر بن ابی غالب کا قول ہے کہ ابن عقدہ حدیث مین دیانت دار نہ تھا اہل کوفہ کو حدیثون کا رسالہ لکھدیتا اور کہتا کہ انکی روایت کرو پھر خود ان سے ان حدیثوں کی روایت کرتا۔"

علماے شیعہ نے بھی یہ تصریح کی ہی کہ ابن عقدہ شیعون کے فرقون مین شامل تھا چنانچہ یوسف بحرانی نے لؤلؤ البحرین مین اس کو زیدی جارودی لکھا ہی اور خلاصہ سے بھی اسکا زیدی ہونا نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ بہت سی روایتین شیعون سے لیتا تھا اور شیعون سے اسکا بہت اختلاط تھا۔

نہایت عجیب بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ مین ابن عقدہ کی کتاب موالات سے نقل کیا ہے کہ ابن عقدہ نے بطریقہ موسی بن نصر الزبیع حمصی روایت کی ہے کہ موسی نے یہ بیان کیا کہ مجھسے سعد بن طالب ابو غیلان نے یہ بیان کیا کہ مجھسے ابو اسحق نے کہا کہ مجھسے بہت لوگون نے یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے مسجد کوفہ مین لوگون کو قسم دلا کر کہا کہ جس نے رسول سے حدیث من کنت مولاہ الخ سنی ہو وہ گواہی دے چند لوگ کھڑے ہوتے ان مین عبد الرحمن بن مدلج بھی تھے ان سب نے گواہی دی کہ ہمنے رسول سے یہ حدیث سنی ہے یہ روایت عبقات مین صفحہ ۲۳۱ پر مذکور ہے۔

پہلی روایت اسد الغابہ کی جس مین یہ مذکور ہے کہ عبد الرحمن بن مدلج نے گواہی چھپائی

حدثنا محمد بن سلیمان بن الحارث	بیان کیا ہمسے محمد بن سلیمان نے وہ کہتا ہے
ثنا عبید اللہ بن موسی ابو اسرائیل	بیان کیا ہمسے عبید اللہ بن موسی نے وہ کہتا ہے بیان کیا
الملائی عن الحکم عن ابی سلیمان	ہمسے ابو اسرائیل ملائی نے حکم سے اس نے ابی سلیمان
الموذن عن زید بن ارقم ان	موذن سے اس نے زید بن ارقم سے۔ کہ علی نے قسم دلاکر
علیا انشد الناس من سمع رسول اللہ	پوچھا لوگوں سے کس نے سنا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم یقول من	سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "میں جسکا پیارا ہوں علی بھی اسکا
کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال	پیارا ہے اے اللہ محبت کر اس سے جو علی سے محبت کرے
من والاہ وعاد من عاداہ فقام	اور دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے" تو کھڑے ہوے
ستۃ عشر رجلا فشھدوا	سولہ آدمی انھوں نے اسکی گواہی دی۔ زید بن ارقم کہتے
بذلک وکنت فیھم	ہیں کہ انھیں میں سے میں بھی تھا۔

اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ زید بن ارقم بھی انھیں صحابہ میں شامل تھے جنھوں نے اس حدیث کی گواہی دی یہی روایت عبقات حدیث ولایت کے حصہ ثانی کی جلد اول میں صفحہ ۱۳۰ پر بحوالہ ابن کثیر منقول ہے۔

ابو اسرائیل الملائی سے لیکر آخر تک سندیں ان دونوں روایتوں کی ایک ہیں بس ظاہر ہے کہ روایت چھپانے کا افترا ان راویوں نے کیا جو مغازلی کی سند میں ابو اسرائیل سے نقل کرتے ہیں۔

زید بن ارقم سے حدیث ولایت کی اتنی روایتیں عبقات میں منقول ہیں کہ اگر ان سب کو

نہین معلوم کہ کیسا تھا ممکن ہے کہ رافضی کذاب ہو۔ اسیطرح سماک بن عبید کا بھی حال معلوم نہین لہذا یہ سند کسی طرح قابل اعتبار نہین۔

تیسری روایت عبقات مین اس مضمون کی نقل کی ہو کہ زید بن ارقم نے اس حدیث کی گواہی چھپائی تھی اُسکے وبال مین وہ اندھے ہوگئے (معاذاللہ منہا) یہ روایت ابن مغازلی کی کتاب مناقب سے نقل کی ہو جسکی عبارت یہ ہے۔

اخبرنا ابو الحسین علی بن عمر بن عبد اللہ قال حدثنی احمد بن یحیی حدثنی اسرائیل الملائی عن الحکم بن ابی سلیمان المؤذن عن زید بن ارقم قال نشد علی الناس فی المسجد لا نشد رجلا سمع النبی یقول من کنت مولاہ الخ فکنت انا فیمن کتم فذھب بصری	ہمسے خبر بیان کی ابو الحسین علی بن عمر نے اُنھون نے کہا کہ ہمسے کہا احمد بن یحیی نے انھون نے کہا کہ ہمسے کہا اسرائیل ملائی نے حکم بن ابی سلیمان موذن سے انھون نے زید بن ارقم سے اُنھون نے کہا کہ قسم دلاکر پوچھا علی نے مسجد مین کہ قسم دلاتا ہون مین اُس کو جس نے نبی سے حدیث من کنت مولاہ الخ سنی ہو زید کہتے ہین مین اونمین تھا جنھون نے گواہی چھپائی تو میری بینائی جاتی رہی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی روایت چھپانے کی وجہ سے زید کی بینائی جاتی رہی تھی اسی روایت کی وجہ سے بعض مصنفین اس غلطی مین پھنس گئے ہین۔

اس روایت سے چھ ورق پہلے عبقات کے صفحہ ۱۲۵ پر ابوبکر شافعی کی کتاب فوائد سے جو روایت منقول ہو اُسسے ظاہر ہو کہ زید بن ارقم نے کھڑے ہوکر گواہی دی وہ روایت یہ ہے

اسی روایت کو حصہ ثانی کی جلد اول مین صفحہ ۱۰۸ پر بحوالہ تاریخ ابن کثیر نقل کر چکے ہین اور یہی مضمون صفحہ ۱۳۹ پر بحوالہ کنز العمال نقل کیا ہے اس کے علاوہ جا بجا یہ روایت متعدد کتابون سے مع سند کے نقل کی ہے باایں ہمہ یہ دعوی کہ انس نے یہ روایت چھپائی ایسا کھلا ہوا تعصب اور عناد ہے جسکی انتہا نہین۔

پھر جمال الدین محدث کی کتاب اربعین کے حوالے سے ایک روایت محض بے سند نقل کی ہے جس مین انس بن مالک اور براء بن عازب کی گواہی چھپانے کا ذکر ہے بہت بڑا قرینہ اس کے غلط ہونے کا یہ ہے کہ براء بن عازب سے بھی حدیث ولایت کی روایتین موجود ہین اور عبقات مین جا بجا منقول ہین پس جب براء بن عازب علانیہ اس حدیث کی روایت کرتے تھے پھر کیون چھپاتے۔

دوسری دلیل اس روایت کے جھوٹے ہونے کی یہ ہے کہ اس مین انس کی گواہی چھپانے کا بھی ذکر ہے حالانکہ انس کا گواہی دینا بہت سی روایتون سے ثابت ہے جو عبقات مین جا بجا منقول ہین۔

تیسری دلیل اس روایت کے جھوٹے ہونے کی یہ ہے کہ یہ روایت جمال الدین محدث کی کتاب اربعین سے نقل کی ہے یہ شخص شیعہ تھا تقیہ کرکے اپنے آپکو اہل سنت ظاہر کرتا تھا بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کے حال مین دھوکا کھایا مگر علامہ شوستری نے مجالس المومنین[۱] مین اس کا راز فاش کر دیا چنانچہ اس مین جمال الدین کے بہت سے مناقب لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس تمام سلسلہ علیہ نے بنظر مصلحت و بغرض تحصیل

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۲۲۰ مجلس پنجم۔

جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔

عبقات کی جلد مذکورہ مین صفحہ ۵۷ پر بحوالہ سند امام احمد ابو الطفیل سے یہ روایت ہے کہ جب علی نے مسجد کوفہ مین حدیث ولایت پر شہادت طلب کی تو میرے دل مین کچھ شبہ پیدا ہوا مین وہان سے نکلا اور زید بن ارقم سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھون نے کہا کہ تو اس حدیث کا کیون انکار کرتا ہے مین نے یہ حدیث رسول سے سُنی ہے۔ اب غور فرمایے کہ اگر زید بن ارقم اس روز اس حدیث کی گواہی چھپاتے تو اُسی وقت ابو الطفیل کے سوال کے جواب میں اُسکی شہادت کیون دیتے یہ روایت عبقات مین پانچ چھ جگہ متعدد کتابون کے حوالے سے منقول ہے پس تعجب ہے کہ صاحب عبقات یہ تمام روایتین نقل کر چکے ہیں اور اب اُن سب کو بھولکر یہ ثابت کرتے ہین کہ زید بن ارقم نے اس حدیث کی گواہی چھپائی یہ مدہوشی نہیں تو اور کیا ہے۔

چوتھی روایت یہ ہے کہ انس بن مالک نے بھی یہ گواہی چھپائی تھی جسکے وبال مین انھیں برص کا مرض ظاہر ہو گیا اس کے ثبوت مین صاحب عبقات نے محض بے سند اقوال نقل کیے ہین جو کسی طرح قابل اعتبار نہین۔

حالانکہ اس موقع سے پانچ ورق پہلے صفحہ ۱۲۸ پر عبقات مین بحوالہ ابن مغازلی یہ روایت معہ سند منقول ہے کہ ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ اور انس بھی اُن صحابہ مین شامل تھے جنھون نے مسجد کوفہ مین حضرت علی کے سوال کے جواب مین حدیث ولایت کی شہادت دی تھی اور پھر اسی روایت کو صفحہ ۱۳۳ پر بحوالہ طبرانی کے نقل کیا ہے اور

سے خط کتابت انھین کی معرفت ہوتی تھی اور وہ مشہور خط جناب امیر کا جس مین یہ مضمون ہے
انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان یعنی مجھسے اُن لوگون نے بیعت کرلی
جنھون نے ابوبکر و عمر سے بیعت کی تھی "۔ انھین جریر کے ہاتھ امیر معاویہ کے پاس بھیجا گیا
تھا۔ علامہ میسم نے شرح نہج البلاغت[1] مین وہ پورا خط جناب امیر کا نقل کیا ہی جسکے آخر کا فقرہ
یہ ہے۔

وقد ارسلت جریر بن عبد اللہ	اور مین نے بھیجا ہے جریر بن عبداللہ کو اور وہ صاحب
وھو من اھل الایمان والھجرۃ فبایع	ایمان اور صاحب ہجرت ہے تو بیعت کرلے۔

پس جناب امیر نے جریر بن عبداللہ کو صاحب ایمان اور مہاجر فرمایا اور اپنا معتمد سمجھکر
امیر معاویہ کے پاس بھیجا اور امیر معاویہ کو یہ لکھ بھیجا کہ انکے ہاتھ پر ہماری بیعت کرو پس کیونکر
ممکن ہے کہ جریر جو ایسا کامل الایمان اور صاحب مناقب ہو وہ جناب امیر کے جواب مین
حدیث ولایت کی گواہی چھپاوے۔ حالانکہ کافی کی روایتون سے ثابت ہی کہ ائمہ ہر شخص
کی صورت دیکھکر معلوم کرلیتے تھے کہ وہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے۔
پس جس کو جناب امیر اہل ایمان کہدین وہ کبھی مخالف ایمان نہین ہوسکتا۔
ایک روایت حلیہ کی نقل کی ہے جس میں اسماعیل بن یحییٰ معرسے وہ طلحہ بن مصرف سے
وہ عمیرہ بن سعد سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علی نے جب حدیث ولایت پر شہادت طلب کی
تو اُس وقت ممبر کے گرد بارہ آدمی تھے جس مین ابو سعید اور ابوہریرہ اور انس بھی تھے سب نے
اس حدیث کی گواہی دی مگر ایک شخص نے نہین دی اسکے کہنے حضرت علیؑ نے بد دعا کی تو

[1] شرح میسم مطبوعہ طہران ص ۱۱

معاش اہل سنت کی کتب حدیث کا درس اختیار کیا تھا لیکن اونکے حق ہونے کے معتقد نہ تھے اور اصل عقیدہ جمال الدین کا اُسکی کتاب تحفۃ الاحباب سے ظاہر ہوتا ہے مخدوم الملک لاہوری نے اس کتاب کے نسخے جلوا دئے تھے۔

یہ وہی جمال الدین محدث ہیں جنکی تصنیف کتاب روضۃ الاحباب ہے جسکی روایتیں حضرات شیعہ اکثر پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ مجالس المومنین میں لکھا ہے۔

"از مولفات فصاحت صفات حضرت نقابت منقبت روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی و الآل والاصحاب در اقطار شہرت تمام دارد۔"

ایک روایت کتاب انساب الاشراف کے حوالے سے نقل کی ہے یہ بھی بے سند ہے اس لئے حجت نہیں ہو سکتی اس میں مذکور ہے کہ انس اور براء بن عازب اور جریر بن عبداللہ بجلی نے حضرت علی کے جواب میں حدیث ولایت کی گواہی چھپائی اُنکے لئے حضرت علی نے بددعا کی انس کو برص ہو گیا۔ براء بن عازب اندھے ہو گئے۔ جریر بن عبداللہ وحشی ہو کر جنگل کو نکل گئے۔

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس سے ظاہر ہو گیا کہ انسؓ کا گواہی چھپانا اس میں مذکور ہے جسکی تکذیب بہتسی روایتوں سے اسی عبقات میں منقول ہے۔ براء بن عازبؓ سے بھی حدیث ولایت کی روایتیں موجود ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ جریر بن عبداللہ کی گواہی چھپانے کا بھی صاحب عبقات نے یقین کر لیا حالانکہ یہ امر علمائے شیعہ کی شان سے نہایت بعید ہے یہ وہ جریر ہیں جو حضرت علی کے زمانہ خلافت میں اونکے بڑے معتمد اور مقرب تھے اور امیر معاویہ

حاشیہ: جمال الدین محدث شیعہ تھا۔

۱؎ شرح نسیم مطبوعہ طہران ج ۱۱۔

بدن پر برص کا داغ تھا ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ تمھارے یہ داغ کیسے ہوگیا حالانکہ
رسولؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کو برص اور جذام نہین ہوتا تو انسؓ نے سر جھکا لیا اور رو تے
پھر یہ قصہ بیان کیا کہ جب سورۂ کہف نازل ہوئی تو رسول سے بعض صحابہ نے کہا کہ ہم اصحاب
کہف کے دیکھنے کے مشتاق ہین۔ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؓ کو بلاؤ جب علیؓ آئے تو رسول نے
مجھسے کہا کہ اے انس یہ بساط یعنی بچھونا بچھاؤ جو حسب اتفاق کسی نے ہدیہ بھیجا تھا جب مین نے
وہ بچھونا بچھایا تو رسول نے صحابہ کو حکم کیا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ جب لوگ بیٹھ گئے وہ بچھونا ہوا مین
اُڑکر چلا اور ہم سب اوسپر بیٹھ کر ظہر کے وقت وہان پہنچ گئے جہان اصحاب کہف تھے وہ سب
سوتے تھے اونکے مُنہ قندیلون کی طرح روشن تھے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کُتّا دروازے
پر اپنے دونون بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔ ہم سب پر رعب غالب تھا۔ امیرالمؤمنین آگے بڑھے
اور اسلام علیکم کہا۔ اصحاب کہف نے سلام کا جواب دیا پھر ہم سب آگے بڑھے اور سلام کیا
تو اصحاب کہف نے سلام کا جواب نہ دیا علیؑ نے اونسے پوچھا کہ تم نے صحابہ کے سلام کا
جواب کیون نہ دیا تو اُنھون نے کہا کہ تم رسولؐ سے اسکی وجہ پوچھ لیجیو۔ پھر علیؑ نے صحابہ سے
کہا کہ اب بساط پر بیٹھ جاؤ جب سب بیٹھ گئے تو علیؑ نے ملائکہ کو حکم کیا کہ اس بساط کو اوڑا لیچلو
چنانچہ وہ بساط اُڑ چلی۔ راستہ مین ایک جگہ حکم کیا کہ ہم کو ظہر کی نماز کے لئے اُتار دو تو ہم ایسی
زمین مین اُترے جہان پانی نہ تھا علی نے زمین پر ٹھوکر ماری تو پانی جاری ہوگیا ہم سب نے
وضو کرکے نماز پڑھی اور پانی پیا پھر وہان سے بساط اوڑی اور عصر کے وقت مدینہ مین
مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے۔ رسولؐ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا کہ تم سب قصہ بیان کروگے یا

موت سے پہلے اوسکی دونون آنکھون کے بیچ مین برص کا داغ ظاہر ہوگیا۔
اس روایت مین کسی شخص کا نام نہین لیا گیا کہ وہ کون تھا۔ پس صاحب عبقات کا اپنی طرف سے یہ قیاس کرنا کہ وہ انس تھے کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا اس لئے کہ انس کا گواہی دینا بہت سی روایتوں سے ثابت ہے۔

یہ روایت عمیرہ بن سعد سے ہے میزان الاعتدال مین اُسکی نسبت لکھا ہے۔
"یحیی بن قطان کا قول ہے کہ اُس کے بیان پر اعتماد نہین کرتے تھے"۔ ایک راوی اس سند کا اسماعیل بن عمر بجلی ہے اُسکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے "ابوحاتم اور دار قطنی کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہے"۔ ابن عدی کا قول ہے کہ وہ ایسی حدیثوں کی روایت کرتا تھا جنکی کسی دوسرے کی روایت سے تصدیق نہین ہوتی تھی منجملہ اونکے اُسکی ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو امام ہو وہ اذان نہ دے۔ پھر ذہبی نے لکھا ہے کہ اُس کا انتقال سنہ دوسو ستائیس مین ہوا ہے اور اُس نے باطل حدیث کی روایت کی ہے۔

عبقات جلد آخر حصہ ثانی کے صفحہ ۲۰۵ پر حدیث بساط مذکور ہے اس مین بھی انس کے گواہی چھپانے کا ذکر ہے۔ صاحب عبقات نے یہ روایت اس امر کے ثبوت کے لئے نقل کی ہے کہ جناب امیر نے ابوبکر کے سامنے اپنی خلافت اور امامت ثابت کرنے کے لئے رسول کا حکم اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ علی کو میرے بعد امام اور خلیفہ بنائیو۔
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ اسعد بن ابراہیم اپنے استاد ابن دحیہ سے بسند نوری یہ روایت کرتا ہے کہ سالم کہتا تھا کہ مین انس کے پاس گیا تو وہ اندھے تھے اور اونکے

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ قصہ یقیناً جھوٹا ہے۔
اول اس لیئے کہ ابن دحیہ کے سوا اُسکی کوئی روایت نہین کرتا ابن دحیہ کی نسبت جلال الدین سیوطی نے کتاب تدریب الراوی مین ان لوگوں کے ذکر مین جو جھوٹی حدیثین بنایا کرتے تھے یہ لکھا ہے۔

وضرب یلجوں الی اقامۃ دلیل علی ما افتوا بہ فیضعون وقیل ان الحافظ ابا الخطاب ابن دحیۃ کان یفعل ذلک وکانہ ھو الذی وضع الحدیث لقصر المغرب۔

اور ایک فرقہ جھوٹی حدیث بنانے والوں کا وہ ہے کہ وہ مجبور ہوتے ہیں اس بات پر کہ جو فتوی وہ دے چکے ہین اوسپر کوئی دلیل قایم کرین اس لئے وہ جھوٹی حدیث بنا لیتے ہین اور کہا گیا ہے کہ بیشک حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ ایسا ہی کیا کرتا تھا۔ اور شاید اسی ابن دحیہ نے یہ حدیث جھوٹی بنائی ہے کہ مغرب کی نماز میں بھی قصر کرنا چاہیئے۔

پس جب ابن دحیہ کی یہ حالت تھی اور اُس کے سوا کوئی دوسرا شخص اس حدیث کی روایت نہیں کرتا تو یقیناً ثابت ہوگیا کہ حدیث بساط کا ناول ابن دحیہ کی تصنیف ہے یا ابن دحیہ نے شیعوں کی کتابوں مین یہ روایت دیکھکر ایک سند اُس کے لئے تصنیف کرلی دوسرے یہ کہ حدیث بساط مین یہ بھی مذکور ہے کہ رسول نے فرمایا ہے کہ مومن کو برص اور جذام نہین ہوتا اور یہ حدیث جھوٹی ہے پس حدیث بساط بھی جھوٹی ہے۔
تیسرے یہ کہ ایسا عجیب قصہ اگر واقع ہوا ہوتا تو بہت مشہور ہوتا اور بہت سی روایتین ہوتین

مین بیان کر دون۔ پھر رسولؐ نے وہ سارا قصہ اس طرح بیان کر دیا کہ گویا سب سا تھ تھے علیؑ نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ کہ انھون نے میرے سلام کا جواب دیا اور صحابہ کے سلام کا جواب نہ دیا تو رسولؐ نے فرمایا کہ اصحاب کہف نبی اور وصی کے سوا کسی کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ پھر رسولؐ نے علیؑ سے کہا کہ اے علی انسؓ کو اسپر گواہ بنا لو پھر جب رسول کی وفات کے بعد ابو بکر کو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کے لئے منتخب کیا گیا تو علیؑ نے مجھسے کہا کہ اے انسؓ قصہ بساط بیان کر مین نے کہا کہ مین بھول گیا تو علیؑ نے فرمایا کہ اگر تو نے رسول کی وصیت کے بعد اس کو چھپایا ہو تو اللہ تیرے منھ پر برص پیدا کر دے اور تیرے پیٹ مین حرارت پیدا کر دے اور تجھے اندھا کر دے۔ چنانچہ انسؓ پیٹ کی حرارت کی وجہ سے رمضان کے روزے نہین رکھ سکتے تھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے

اس قصہ سے صاحب عبقات اتنا ثابت کرنا چاہتے ہین کہ نبیؐ نے علیؑ کو وصی کہا تھا مگر اس سے یہ تو ثابت نہین ہوتا کہ نبی نے علیؑ کو کس امر کی وصیت کی تھی۔

اس سے پہلے صاحب عبقات یہ دعوی کر چکے ہین کہ انسؓ نے مسجد کوفہ مین حدیث ولایت کی گواہی چھپائی تھی اور حضرت علیؑ نے انکے لئے بد دعا کی تھی اس وجہ سے وہ برص مین مبتلا ہوگئے مگر وہ دعوی اس روایت سے خود بخود رد اور باطل ہوگیا اس لئے کہ اس روایت سے پتا ثابت ہوگیا کہ انسؓ نے مدینہ مین خلافت ابی بکر کے وقت حدیث بساط کی گواہی چھپائی تھی اسی کی وجہ سے انسؓ برص وغیرہ امراض مین مبتلا ہوئے پس اس روایت کو نقل کر کے صاحب عبقات نے اپنے پہلے دعوی کو خود ہی رد کر لیا۔

روایتون مین وارد ہے کہ رسولؐ نے حدیث ولایت کی ابتدا میں یہ فرمایا تھا کہ کیا مین
مومنون کے لئے اونکی جان سے اولی نہین ہون اس مین اولے سے اولے بالتصرف
مراد ہے اسکے بعد فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون علی بھی اُسکا مولی ہے پس معلوم ہوا کہ مولے
سے بھی اولے بالتصرف مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ رسول نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا مین مومنین کے نزدیک اونکی جانون سے
اولے نہین ہون اس مین بھی مراد اولے سے اولے بالمحبت ہے یعنی کیا تم مجھکو اپنی جانون
سے زیادہ محبوب نہین سمجھتے اور یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ مولے سے بھی محبوب مراد ہے
پس رسول کی تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ جب مجھے اپنی جانون سے زیادہ عزیز جانتے ہو تو میری
یہ بات مان لو کہ جو مجھسے عہد دوستی رکھتا ہے وہ علیؓ سے بھی عہد دوستی رکھے جسکا حاصل یہ ہوا کہ جو
مجھسے محبت رکھتا ہے وہ علیؓ سے بھی محبت رکھے۔

رسول نے جو یہ فرمایا تھا کہ کیا مین مومنون کے لئے اونکی جان سے اولے نہین ہون اسکی
تفسیر دوسری حدیث صحیح سے بہت اچھی طرح ہوتی ہے اور وہ یہ ہے۔ لن یؤمن احدکم
حتی اکون احب الیہ من نفسہ نہین مومن ہوگا کوئی تم مین کا جب تک کہ مجھکو اپنی
جان سے بڑھکر محبوب نہ بنالے گا۔ قرآن مین جو النبی اولے بالمومنین من انفسہم مذکور
ہے اُس کا بھی یہی مطلب ہے اور جن مفسرین کی عبارت عبقات مین منقول ہے سب کی یہی
مراد ہے بلکہ تفاسیر شیعہ مین بھی یہی مذکور ہے چنانچہ تفسیر صافی مین اس آیت کی تفسیر مین
لکھا ہے فیجب علیہم ان یکون احب الیہم من انفسہم یعنی مومنین پر واجب ہے کہ

مین اُسکا ذکر ہوتا اور جتنے صحابہ اُس بساط پر گئے تھے اور جن کے سامنے وہ بساط واپس آئی اور جس جس نے یہ قصہ سنا ہو گا سب اُسکی روایت کرتے حالانکہ فقط ایک ابن دحیہ جسکا حال معلوم ہوچکا ایک انس سے اس قصہ کو نقل کرتا ہے ایسی حالت مین اس روایت کے جھوٹے ہونے مین کیا شبہ باقی رہا۔

آٹھوان قرینہ حدیث ولایت مین اولے کو اولے بالتصرف بنانے کا یہ ہے کہ جب مسجد کوفہ مین علیؑ نے حدیث ولایت پر گواہی طلب کی تو ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میرے دلمین کچھ شبہ پیدا ہوا مین زید بن ارقم سے ملا اور اُن سے کہا کہ علی ایسی حدیث بیان کرتے ہین تو زید نے کہا کہ تو کیون انکار کرتا ہے مین نے رسول سے یہ حدیث سُنی ہے ابو الطفیل کو جو تعجب ہوا اس سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث مین علی کی امامت مراد تھی ورنہ تعجب کیون ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ ابو الطفیل کو شبہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزارہا آدمیون کے مجمع مین یہ حدیث بیان فرمائی تھی تو ضرور تھا کہ نہایت مشہور ہوتی حالانکہ ابو الطفیل نے اُس روز تک یہ حدیث سُنی بھی نہ تھی۔

درحقیقت یہ ابو الطفیل کی روایت بہت بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ زید بن ارقم نے مسجد کوفہ مین حدیث ولایت کی گواہی نہین چھپائی تھی ورنہ اُسی وقت وہ ابو الطفیل کے سامنے اس حدیث کی شہادت کیون دیتے۔

نوان قرینہ حدیث ولایت مین اولے کو اولے بالتصرف بنانے کا یہ ہے کہ بعض

ہو سکتا اور جب کسی انسان کے لئے مولے بمعنی متصرف اور متولی بولا جاتا ہے تو ان وہ
تصرف مراد ہوتا ہے جو ولی اور متولی کو حاصل ہوتا ہے اور متصرف ... منی مہتمم کے ہوتے
ہین جیسے ولی میت اور ولی وقف اور ولی نکاح اور ولی یتیم اور ... یہ ۔
مولے کے ایک معنی مالک کے بھی ہین پس مولے کے معنی مین کبھی وہ ... مراد ہوتا ہے جو
تصرف مالک کو اپنے مملوک مین ہوتا ہے وہ بھی حکومت شاہی کا تصرف نہین ہوتا پس مولیٰ
جو بمعنی متصرف اور متولی ہے اُس سے حاکم مراد لینا بہت بڑا مغالطہ ہے ۔

صاحب عبقات نے یہ بھی لکھا ہے کہ بخاری نے معمر خارجی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مولے
بمعنی ملیک بھی آتا ہے اور ملیک کے معنی بادشاہ کے ہین ۔

جواب یہ ہے کہ مولے کو بمعنی ملیک کے معمر خارجی کے سوا کسی نے نہین کہا نہ اُس سے
پہلے نہ اُسکے بعد پس یہ قول باتفاق واجماع اہل لغت غیر مقبول ہے شارحین بخاری
معمر کے قول کی تاویل یہ کی ہے کہ مولے کا اطلاق بادشاہ پر اس وجہ سے صحیح
ہو سکتا ہے کہ بادشاہ آدمیون کا متولی بھی ہوتا ہے یعنی جسطرح وہ حاکم ہوتا ہے اسی
طرح اوقاف اور یتامی کا متولی بھی ہوتا ہے اس تاویل سے یہ ثابت ہوگیا کہ شارحین
نے یہ تسلیم نہین کیا کہ مولے کے معنی حقیقی بادشاہ کے ہین بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ مولے
کے معنی حقیقی متولی ہین اور اس وجہ سے بادشاہ کو بھی معمر نے مولے کہا ہے کیونکہ وہ
بھی متولی ہوتا ہے ۔ پس یہ قول بھی شیعون کو کچھ مفید نہوا اس لیے کہ ہماری بحث
حقیقی مین ہے پس جس طرح باعتبار معنی متولی کے بادشاہ کو مولے کہدیا اسی طرح باعتبار

سول اونکو اپنی جان سے زیادہ محبوب ہو - اور آخر جملہ حدیث کا بھی معنی محبت کا قرینہ
صاحب عبقات نے اسی قسم کے فضول قرینے اولے کو اولے بالتصرف بنانے کے
کرکے ہین جن مین سے جو عمدہ دلائل تھے اونکی حقیقت ہم ظاہر کرچکے باقی ایسے ہین
قابل بحث بھی نہین مثلاً یہ کہ حضرت عمرؓ علیؓ کو ہمیشہ اپنا مولے کہا کرتے تھے اور غدیرخم کے
بھی اُنھون نے مبارکباد دی کہ اے علیؓ کہ اب تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے -
س سے ظاہر ہوگیا کہ مولے سے اولے بالتصرف مراد ہے - یہ ایسی دلیلین ہین کہ علما کو
باتون سے شرم چاہیئے مگر اسکا کیا علاج کہ حضرات شیعہ کی تمام دلیلین اسی قسم کی ہین
حضرت عمرؓ نے اسوجہ سے مبارکباد دی کہ رسول نے ہزارہا آدمیون کے مجمع مین خطبہ پڑ
علیؓ کی فضیلت بیان کری اور تمام مومنین کو ان سے محبت رکھنے کا حکم کیا ایسے مجمع عظ
مین ایسی فضیلت کا بیان ہونا ایک ایسی شرافت تھی جو جناب امیر سے مختص تھی اس لئے
قابل مبارکباد تھی حضرت عمرؓ اونکو ہمیشہ مولے یعنی یار کہتے تھے جو معنی ہم سوگند کا حاصل
پھر اس سے معنی امامت مصطلح حضرات شیعہ کیونکر ثابت ہوگئے -

اس موقع پر ایک اور بحث بھی صاحب عبقات نے پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولے
متولی امر اور متصرف امر بھی آتا ہے اس اعتبار سے بھی مولے کے معنی حاکم کے ہین -
جواب یہ ہے کہ مولے کا لفظ جب اللہ کے واسطے بولا جاتا ہے اور اُس وقت جو معنی
اور متولی کے معنی لئے جاتے ہین اُس سے تصرف ربوبیت مراد ہوتا ہے اس لئے
مولے کے معنی رب کے بھی ہین یہ تصرف اللہ سے مختص ہے بندہ کے لئے ثابت

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین ظاہر کردیا ہو کہ اس معمر سے معمر بن مثنی مراد ہی جو خارجی تھا

ذہبی نے میزان الاعتدال مین اس معمر کی نسبت دارقطنی کا قول نقل کیا ہے یتہم بالاحادیث

اُس مین یہ عیب تھا کہ نئی نئی باتین نکالا کرتا تھا۔

پس بفضلہ تعالے بخوبی ثابت ہوگیا کہ حدیث ولایت کسی طرح نص امامت نہین بن سکتی

اب ہم اس امر پر غور کرتے ہین کہ حدیث ولایت یا اور کوئی حدیث جو نص امامت بن سکے

شیعونکی روایتون کے مطابق کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔

حضرات شیعہ کی تمام روایتوں کا مدار ائمہ پر ہے اب ہم روایات شیعہ کے بموجب ائمہ

کے حالات پر غور کرتے ہین۔

ایک ائمہ اہل بیت وہ ہین جنکی بزرگی و تقدس کے اہل سنت بہت کچھ معتقد ہین

اور اونکو اپنا ہم مذہب اور ہم عقیدہ جانتے ہین مشائخ صوفیہ نے فیض باطنی اونھین

سے حاصل کیا ہے۔

دوسرے ائمہ اہل بیت وہ ہین جو شیعون کے بیان کے مطابق مذہب شیعہ کے

بانی تھے اور اہل سُنّت کے مخالف۔

چونکہ حسب روایات فریقین ان دونون قسم کے ائمہ کے مذہب اور صفات جدا جدا

ہین اس لئے یہان جو ہماری بحث ہے وہ شیعون کے ائمہ سے ہے اہل سنت کے

ائمہ سے اس بحث کو کچھ تعلق نہین۔

اب شیعون کے ائمہ کی اُن صفات کو ملاحظہ فرمایئے جو روایات شیعہ سے ثابت ہوتی ہین

منعم اور محب اور ناصر کے بھی جو مولے کے حقیقی معنی ہین بادشاہ کو مولے کہہ سکتے
ہین اس لئے کہ بادشاہ ہین یہ صفتین بھی ہوتی ہین بلکہ مولے کے معنی غلام کے بھی ہین
اس اعتبار سے بھی بادشاہ کو مولے کہہ سکتے ہین اس لئے کہ غلام خادم ہوتا ہے
اور بادشاہ بھی تمام ملک کا خادم ہوتا ہے۔ اسیطرح جس لفظ سے چاہو بادشاہ مراد لیلو
ظاہرا معمر کی مراد ملیک سے مالک ہی اور بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ جتنی کتابین لغت
کی موجود ہین اور وہ بخاری کے بعد تصنیف ہوئی ہین اور اونکے مصنفین کو معمر کا یہ قول
معلوم ہوگیا ہے پھر بھی اونھون نے مولے کے معنی ہین ملیک نہ لکھا مالک لکھا اس سے
ظاہر ہے کہ انھون نے اس قول ہین ملیک بمعنی مالک سمجھا۔ صحاح اور قاموس اور
صراح اور نہایہ اور مجمع البحار وغیرہ ایسے مصنفون کی کتابین ہین کہ بخاری ان سب کے
سامنے تھی مگر اونھون نے مولے کے معنی ہین مالک لکھا ملول نہ لکھا۔ اور معمر نے مولے
کے پانچ معنی بتائے اُس ہین مالک نہ بتایا اسلئے یقیناً ثابت ہوگیا کہ اس قول ہین ملیک
بمعنی مالک ہے۔ پس لفظ ملیک جب مُلک بضم لام سے مشتق ہوگا جسکے معنی حکومت
ہین اُس وقت ملیک کے معنی بادشاہ ہون گے اور جب مِلک بکسر لام سے مشتق ہوگا
جو بمعنی ملکیت ہے تو اُس وقت ملیک کے معنی مالک ہون گے۔ منتہی الارب سے صاحب
غیاث نے ملیک کے دونون معنی نقل کئے ہین۔ چنانچہ عبارت اوسکی یہ ہے۔
ملیک کامیر بادشاہ و خداوند اس سے ظاہر ہوگیا کہ ملیک کے ایک معنی بادشاہ کے
ہین۔ دوسرے معنی خداوند یعنی مالک کے ہین۔

اونکا یہ بھی اعتقاد تھا کہ نجوم کے ذریعہ سے غیب کی خبرین معلوم ہو جاتی ہین اور نجوم علم حق ہے ستارہ مشتری زمین پر اُتر کر اہل عرب اور اہل ہند کو سکھا گیا ہے۔

وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے پاس قرآن موجودہ کے سوا ایک اور قرآن بھی ہے جو حضرت فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوا تھا جو قرآن موجودہ سے سہ چند ہے اور اُس میں اس قرآن کا ایک حرف بھی نہین البتہ اونھون نے نام بدلدیا تھا قرآن فاطمہ کے عوض مصحف فاطمہ کہتے تھے مگر اس کے مقر تھے کہ اللہ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل نازل ہوا ہے۔

جھوٹ[1] اور خلاف واقع باتین اکثر اونکی زبان پر جاری ہوتی تھین چنانچہ اُنھون نے اپنے خاص لوگوں سے یہ کہدیا تھا کہ جو کچھ ہمسے معلوم کر چکے ہو اُسی پر یقین رکھو اور اسکے خلاف جو ہمسے سنو اُسکو سمجھ لو کہ دفع الوقتی کی باتین ہین یعنی جھوٹی ہین اونھون[1] نے اپنی امامت سے بھی انکار کیا ہے۔

وہ بغرض[2] مصلحت احکام شرعی بھی جھوٹے بیان کردیا کرتے تھے چنانچہ امام باقرؑ نے باز کا شکار بغیر ذبح کے حلال کر دیا تھا۔

اونکے خلاف واقع باتین کہنے کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ کسی کے سامنے قسم کھا کر اوس کی تعریف کرتے جب وہ چلا جاتا تو اوسکی ہجو کرتے اور جو الفاظ اُسکی تعریف کے کہہ چکے ہین اوسکی تاویل ایسی رکیک اور بعید الفہم کرتے جو اُن الفاظ سے ہرگز متبادر نہین ہوتے تھے بلکہ خلاف ظاہر ہوتے تھے اور اُن الفاظ کو سُنکر وہ معنی کوئی نہ سمجھتا چنانچہ امام جعفر صادقؑ اور امام ابو حنیفہ کا قصہ جو اس کتاب کی جلد اول مین مذکور ہو چکا اس

[1] نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۳ [2] نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۱۲ [3] نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۷۹

وہ نوز دیکھا کر دوسروں کے سامنے برہنہ ہوجاتے تھے انھوں نے عام حکم یہ دیدیا تھا کہ آگے کا ستر، اپنے سے فقط ہاتھ رکھ لینا یا فوطہ لگا لینا کافی ہے۔ پیچھے کا ستر ڈھکنے کی کچھ حاجت نہیں وہ خود بخود چھپا ہوا ہے۔

اونھوں نے یہ حکم دیا تھا کہ کافر کا ستر دیکھنا ایسا ہے جیسے گدہے کا ستر دیکھنا اور رسول نے جو بڑی تاکید سے دوسروں کے ستر دیکھنے کو حرام کیا تھا اس حکم کو رد کرنے کے لیے اونھوں نے یہ قیاس بنایا کہ کافر گدھے ہیں اور گدھے کا ستر دیکھنا جائز ہے اس لیے کافر کا ستر دیکھنا بھی جائز ہے۔

اونھوں نے قرآن موجودہ کی نسبت اپنا اعتقاد یہ ظاہر کیا تھا کہ "تحریف کرنے والوں نے اس قرآن میں ایسا کلام ملا دیا جو اللہ نے نہیں فرمایا۔ ہم تقیہ کی وجہ سے ان لوگوں کے نام نہیں ظاہر کرسکتے جنھوں نے قرآن میں ایسی تحریف کی اور نہ ان آیتوں کو بتا سکتے ہیں جو بڑہائی گئیں۔ درحقیقت قرآن میں وہ مضمون جس کا قابل انکار اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے بڑہایا گیا۔"

مسائل شرعیہ میں ہمیشہ وہ ایک سوال کے جواب میں ہر شخص کو نیا حکم دیتے تھے کسی سے کچھ کہدیتے تھے کسی سے کچھ۔ اور خاص اپنے شیعوں میں اختلاف ڈالتے تھے۔

وہ خاندان اہل بیت کو فحش گالیاں دیا کرتے تھے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نکاح ام کلثوم کے قصہ کو فحش الفاظ میں نقل کیا جسکی روایت کافی میں ہے۔

لہ نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۳۳ لہ نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۳۳ لہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد دوم صفحہ ۳۵

ہر منصف اس امر کا اقرار کرے گا کہ جن لوگون کی یہ حالت ہو اونکی روایت کسی طرح قابل اعتبار نہین ہوسکتی۔

چونکہ ایمہ امور خلاف واقع کا بیان کرنا موجب اجر وثواب بلکہ بعض صورتون مین واجب سمجھتے تھے اس لئے اونکی نسبت یہ گمان بھی نہین ہوسکتا کہ وہ اللہ کے خوف سے امور خلاف واقع کے بیان سے اجتناب کرین گے۔

یہ ایمہ بغیر کسی ضرورت دینی کے بلکہ فقط اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لئے جھوٹ بولنا بھی موجب ثواب اور دین کا کام سمجھتے تھے چنانچہ امام[له] جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت یوسف کا یہ تقیہ نقل کیا ہے کہ اُنھون نے یہ کہا کہ "اے قافلہ والو بیشک تم چور ہو حالانکہ اونھوں نے کچھ چرایا نہ تھا"

ایک احتمال اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان ائمہ[له] نے بیان کیا تھا کہ اونکے پاس چمڑے کا تھیلا ہے تمام علوم انبیا اور اوصیا کے اسی مین سے نکل آتے ہین پس ممکن ہے کہ حدیث ولایت بسند متصل اُن تک نہ پہونچی ہو بلکہ اُسی چمڑے کے تھیلے مین سے نکلی ہو اور اس صورت مین وہ کیا قابل اعتبار ہوسکتی ہے شاید کسی نے موقع پایا ہو اور امام کو دہوکا دینے کے لئے یہ حدیث لکھکر اُس تھیلے مین ڈالدی جب وہ پرچہ امام کے ہاتھ آیا تو اُس کو واقعی حدیث سمجھ لیا اس احتمال کا گمان اس وجہ سے غالب ہے کہ ایمہ کی اولاد مین بھی بعض بیدین ہوتے تھے پس اونکو اُس تھیلے مین تصرف کرنے کا اکثر موقع ملتا ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ روایت ائمہ کو بذریعہ نجوم معلوم ہوئی ہو اس لئے کہ وہ علم نجوم کو بھی حق سمجھتے تھے۔

له نصیحۃ الشیعہ جلد دوم صفحہ ۶ له ایضاً جلد اول صفحہ ۲۹۔

بیان کا شاہد ہے۔

اونکا ظاہر اونکے باطن کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ ظاہر مین مخالفون کی جنازون کی نماز پڑھتے اور باطن مین اونکے لئے بد دعا کرتے۔

شیخ صدوق نے رسالۂ اعتقادیہ مین لکھا ہے۔

وفی الاخبار ما ورد للتقیۃ } حدیثیں ایسی بھی ہین کہ جو بطور تقیہ وارد ہوئی ہیں۔

اونکی بیان کی ہوئین حدیثین ایسی بھی موجود ہین جنسے ظاہر ہے کہ اونھون نے پیغمبر پر بھی خلاف واقع باتین عمداً بنائین۔ چنانچہ نماز مین رسول سے سہو ہو جانے کی حدیثین جو امیہ سے منقول ہین وہ اسی قسم کی ہین۔ حیات القلوب جلد دوم کے باب دوازدہم مین لکھا ہے۔

معظم علمای امامیہ ہیچ جہت سہو ونسیان بر آنحضرت روا نداشتہ اند واحادیثے کہ دلالت بر وقوع آن میکند حمل بر تقیہ میکنند۔ } بڑے بڑے علماے شیعہ کسی طرح سہو اور بھول پیغمبر جائز نہین جانتے اور جن حدیثون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر کو سہو ہوا تھا اونکو یہ سمجھتے ہین کہ امیہ کا تقیہ ہے یعنی اونھون نے کسی مصلحت سے پیغمبر کی طرف خلاف واقع نسبت کر دی۔

انبیاے سابقین کی نسبت جو اونھون نے اس قسم کی روایتین بنا دین وہ بے انتہا ہین۔ چنانچہ حیات القلوب کی جلد اول مین بیسیون روایتین انبیاے سابقین کے ذکر مین ائمہ سے ایسی منقول ہین کہ اونکو محمول بر تقیہ لکھا ہے ہمنے بخوف تطویل اس مختصر کتاب مین اونکو ذکر نکیا۔

اب اگر فرض کرلو کہ ائمہ نے یہ روایتین نہین بنائین اور یہ مذہب تصنیف نہین کیا تو ان لوگون نے بنائین اس لئے کہ یہ لوگ صفت امانت اور صدق سے معرا تھے ائمہ اپنی حدیثین چھپاتے تھے اور اگر سچّان ہوتا تو ظاہر ہوجاتا کہ یہ سب مرتد تھے۔

اہل سنت جن ائمہ اہل بیت کے معتقد ہین اور اونکو اپنا ہم مذہب جانتے ہین وہ ان تمام عیوب سے پاک تھے اور اہل سنت کے طریقون سے جو اونکی روایتین ہین وہ مذہب اہل سنت کی تائید کرتی ہین اور یہ ظاہر ہو کہ شیعون کے مقابلے مین اہل سنت کی روایتین زیادہ قابل اعتبار ہین اس لئے کہ یہ ثابت ہوچکا ہو کہ صفت امانت اور صدق وصفا شیعون مین نہ تھی اور اہل سنت ان صفات سے موصوف تھے۔

پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ نص امامت شیعو کی روایتوں سے بھی ثابت نہین ہوسکتی۔

اب اگر باوجود اسی سند کے جو ہرگز قابل اعتبار نہین حدیث ولایت کی بھی تسلیم کرلی جاتے تب بھی اس حدیث سے وہ معنی نہین ثابت ہوتے جو شیعون نے فرض کرلئے ہین اور اس حدیث سے جناب امیر کے لئے وہ امامت نہین ثابت ہوسکتی جو شیعون نے اپنی اصطلاح مین مقرر کی ہے۔

اب ہم خاص حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوگا کہ اس حدیث کے فرمانے کی وجہ کیا تھی اور اس حدیث مین مولی کے معنی دوست یا بھائی کے ہین روضہ کافی مین حضرت علیؓ کا ایک خطبہ منقول ہے جسکا نام خطبہ وسیلہ ہے اسکا ایک فقرہ یہ ہے۔[۱]

وقوله حين تكلمت طائفة } اور قول ہے رسول کا جبکہ کلام کیا ایک گروہ نے

[۱] روضہ کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱۳۔

ان ائمہ نے اپنے لئے اور اپنے باپ دادوں کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے امامت یعنی دین و دنیا کی بادشاہی ثابت کرلی اور یہ حکم ظاہر کردیا کہ ہم معصوم ہیں اور تمام جہان پر ہماری اطاعت واجب ہے یہ ایک ایسی عزت ہے جسکے حاصل کرنے کی نفس کو خواہ مخواہ رغبت ہوتی ہے۔ پس جن ائمہ کی حالت بخوبی ظاہر ہوچکی کہ رات دن خلاف واقع باتیں اونکی زبان پر جاری رہتی تھیں فقط اونکے بیان سے یہ امامت اونکے لئے کیونکر ثابت ہوسکتی ہے

جو لوگ ائمہ سے احادیث کی روایت کرتے ہیں اونکی حالت بھی اس قابل نہیں کہ اونکی روایت مقبول ہو۔

[1] ان سب سے اللہ ایسا ناراض تھا کہ دنیا میں اونپر اللہ کا غضب نازل ہونے والا تھا آخر امام موسی کاظم نے اپنی جان کا فدیہ دیا تب دنیا میں نزول عذاب ملتوی ہوا۔

[2] یہ ایسے لوگ تھے کہ اونمیں امانت اور صدق اور وفا کی صفت نہ تھی البتہ اہل سنت صفت امانت اور صدق اور وفا سے موصوف تھے۔

[3] ائمہ ان سے اپنی اصلی حدیثیں چھپایا کرتے تھے اور امام جعفر صادق کو تین شخص بھی ایسے نہ ملے جن سے امام اپنی اصلی حدیثیں نہ چھپاتے اور اس سے ظاہر ہے کہ حدیث ولایت بھی امام نے ان سے بیان نہ کی ہوگی۔

[4] امام موسی کاظم کا قول ہے کہ ایک شخص کے سوا کوئی بھی مجھکو ایسا نہ ملا جو میرا کہنا مانے۔

[5] امام موسی کاظم کا یہ بھی قول ہے کہ اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کروں تو ان سب کا دعوی فقط زبانی ثابت ہوگا اور اگر میں اونکا امتحان کروں تو وہ سب مرتد ظاہر ہونگے۔

[1] نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۳ [2] ایضاً صفحہ ۲ [3] ایضاً صفحہ ۲۴ [4] ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۲۷ [5] ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۲۵

اللہ دوستی رکھ اُس سے جو علیؓ سے دوستی رکھے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مولیٰ سے دوست مراد ہے۔ اور لفظ دال من والاہ اور لفظ مولی ایک ہی مادہ ولا سے مشتق ہیں جو دوستی کے معنی میں ہے۔

اسکے بعد حضرت علی نے یہ فرمایا ہے۔

فکان علی ولایتی ولایت اللہ وعلی عداوتی عداوۃ اللہ	پس ہے میری ولایت پر اللہ کی ولایت اور میری عداوت پر اللہ کی عداوت۔

حدیث من کنت مولاہ سے حضرتؓ نے یہ ثابت کیا کہ میری ولایت پر اللہ کی ولایت ہے یہ درحقیقت تفسیر حدیث من کنت مولاہ کی ہے اور چونکہ لفظ ولایت کے مقابلے میں عداوت مذکور ہے اس سے ظاہر ہے کہ ولایت سے محبت مراد ہے۔

اس کتاب میں اس سے پہلے بہت سے دلایل اور اقوال جناب امیر کے مذکور ہو چکے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ نص امامت کا دعوی یقیناً باطل ہے اب اس حدیث کی بحث میں بھی بعض دلایل ابطال نص امامت کے نقل کئے جاتے ہیں۔

اصول کافی کی کتاب الایمان والکفر کے باب الکتمان میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام ولایۃ اللہ اسرھا الی جبرئیل واسرھا جبرئیل الی محمد	فرمایا امام باقر علیہ السلام نے اللہ کی ولایت بطور راز مخفی کے بیان کیا اُس کو اللہ نے جبرئیل سے اور بطور راز مخفی کے ظاہر کیا تھا اُس کو جبرئیل نے محمد

ابطال نص امامت کے دلایل

ا؎ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۴۸۶

فقالت نحن موالی رسول اللہ	اور اونھون نے کہا کہ ہم رسول کے مولی یعنی دوست ہین
فخرج رسول اللہ الی حجۃ	تو نکلے رسول اللہ حجۃ الوداع کی طرف - پھر مقام خم کے
الوداع ثم صار الی غدیر خم	تالاب پر گئے اور حکم کیا تو بنائی گئی اونکے لئے منبر کی
وامر فاصلح لہ شبہ المنبر ثم	صورت پھر اوسپر چڑھے اور میرا بازو پکڑا یہ کہتے ہوئے کہ
علاہ واخذ بعضدی قایلا	جو شخص کہ مین اُسکا دوست ہون علی بھی اُسکا دوست ہے
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم	اے اللہ دوستی کر اُس سے جو علی سے دوستی کرے اور
وال من والاہ وعاد من عاداہ	دشمنی کر اُس سے جو علی سے دشمنی کرے -

اس روایت سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ وجہ اس حدیث کے فرمانے کی یہ ہوئی کہ صحابہ نے جو اپنے آپ کو رسول کا دوست کہا تھا اونکے جواب مین رسول نے یہ کہا کہ تم میرے دوست ہو تو علیؑ سے بھی دوستی کرو اور جب یہ وجہ خود حضرت علیؑ نے بیان کر دی تو اسکے سوا جو کچھ کہا جاتا ہے وہ غلط ہے -

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جس معنی سے صحابہ نے اپنے آپ کو رسولؐ کا مولی کہا تھا وہی معنی من کنت مولاہ کے ہونگے اس لئے کہ یہ قول رسول نے اونھین کے جواب مین کہا ہے اور چونکہ صحابہ کی مراد لفظ مولے سے یہ نہتی کہ ہم رسولؐ کے حاکم یا بادشاہ ہین پس رسول کے قول من کنت مولاہ مین بھی یہ مراد نہ ہوگی ورنہ مناسبت جواب کی باقی نہ رہے گی -

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آخر مین جو فرمایا کہ اللھم وال من والاہ یعنی اے

شارحین کافی نے لکھا ہے کہ کیسان کے معنی مکر و فریب کے ہین۔ اور ولد کیسان سے مکار لوگ مراد ہین۔

اس روایت سے امام نے اپنے شیعون کو مکار کہا اور فرمایا کہ ہمارا راز ہمیشہ سے مخفی تھا یعنی رسول کے زمانہ سے ان مکارون کے زمانہ تک ائمہ کی امامت کی کسی کو خبر نہ تھی مگر ان مکارون نے اُس کو راستون میں اور دیہات میں مشہور کیا۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جس مسئلہ کا ایسا اخفا ہو اوس پر ایمان لانے کی تکلیف سب بندون کو کیونکر ہوسکتی ہے اور غصب خلافت کا خلفا پر کیا الزام ہے اس لئے کہ اونکو اس راز کی خبر بھی نہ تھی یہ تو ایسا راز مخفی تھا کہ جبریل کے سوا تمام ملائکہ سے اور محمدؐ کے سوا تمام انبیا سے اور علیؑ کے سوا تمام صحابہ سے چھپایا گیا تھا۔

نہایت عجیب یہ ہے کہ اللہ اور رسول نے تو مسئلہ ولایت کا ایسا اخفا کیا مگر اس زمانہ مین حضرات شیعہ بندا سے بلند اذان مین اشهد انّ علیّاً ولی اللہ پکارتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ علانیہ مخالفت کرتے ہین۔

شاید کسی کو یہ وہم پیدا ہو کہ ان کلمات کے اذان مین شامل کرنے کا ائمہ نے حکم دیا ہوگا مگر یہ وہم ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ ائمہ نے تو صاف کہدیا تھا کہ مسئلہ ولایت کو اللہ اور رسول نے بڑے اہتمام سے چھپایا تھا۔ پھر بھلا ائمہ اذان مین اُس کے اعلان اور جہر کا کیونکر حکم کرتے۔ اب ائمہ نے جو اذان سکھائی ہے اُسکی تفصیل بھی بحسب روایات کتب شیعہ ملاحظہ فرمائی اور اسی سے ظاہر ہو جائے گا کہ مسئلہ ولایت جن لوگوں نے اذان مین ایجاد

صلی اللہ علیہ والہ واسرھا محمد الی علی علیہ السلام واسرھا علی الی من شاء ثم انتم تذیعون ذلک	صلی اللہ علیہ والہ سے اور بطور راز مخفی کے ظاہر کیا تھا اسکو محمدؐ نے علیؑ سے اور بطور راز مخفی کے ظاہر کیا تھا اُسکو علیؑ نے جسکو چاہا پھر اب تم مشہور کرتے ہو اُس کو۔

اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ مسئلہ ولایت کی تبلیغ ایسے مخفی طور پر ہوئی تھی کہ اللہ نے اسکو فقط جبرئیل پر بطور راز مخفی کے اسطرح ظاہر کیا کہ جبرئیل کے سوا کسی کو خبر نہ ہو اور جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اسطرح ظاہر کیا کہ محمد کے سوا کسیکو خبر نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نے علیؑ پر اسطرح ظاہر کیا کہ علیؑ کے سوا کسی کو خبر نہو اور علیؑ نے بھی اس مسئلہ کو ہر شخص پر ظاہر نہین کیا بلکہ جس سے اسکا کہنا مناسب سمجھا اسی سے کہا اور ائمہ ہمیشہ اُسکو ظاہر کرنے سے منع کرتے رہے۔

اس روایت سے وہ سب کہانیان جھوٹی ہو گئین کہ رسول نے ہزارہا آدمیون کے سامنے اس مسئلہ کی تبلیغ کی تھی۔

اسی مضمون کی تائید مین ایک دوسری روایت اُصول کافی کے اسی باب مین موجود ہے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال لی ما زال سرنا مکتوما حتی صار فی ید ولد کیسان فتحدثوا بہ فی الطریق وقری السواد	راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ ہمیشہ ہمارا راز مخفی تھا یہانتک کہ اولاد کیسان کے ہاتھون مین پہونچا اونھون نے راستون مین اور سواد عراق کے دیہات مین اسکو بیان کرنا شروع کیا۔

هو الاذان الصحیح لا یزاد علیه ولا ینقص منه والمفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخبارا وزادوا فی الاذان محمد وآل محمد خیر البریة وفی بعض روایاتهم بعد اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان علیا ولی الله مرتین ومنهم من روی بدل ذلک اشهد ان امیر المومنین حقا مرتین ولا شک ان علیا ولی الله وانه امیر المومنین حقا وان محمدا وآله خیر البریة لکن لیس ذلک فی اصل الاذان	اور اونکی بعض روایتون مین ہے بعد اشہد ان محمدا رسول اللہ کے اشہد ان علیا ولی اللہ۔ دوبار۔ اور اُن مین سے بعض نے اس کے بدلے یہ روایت کی ہے۔ (اشہد ان امیر المومنین حقا) دوبار۔ اور اس مین شک نہین ہے کہ علی ولی اللہ ہین اور وہ امیر المومنین ہین بے شک اور محمد اور اُن کی آل بہترین خلایق ہین۔ لیکن یہ الفاظ اصل اذان مین نہین۔

(شرح لمعہ مین لکھا ہے)

ولا یجوز اعتقاد شرعیة غیر هذه الفصول فی الاذان والاقامة کالتشهد بالولایة لعلی علیه السلام وان محمدا وآله خیر البریة وان کان الواقع کذلک۔	اور نہین جایز ہے یہ اعتقاد رکھنا کہ ان کلمات کے سوا اور کلمات بھی اذان مین داخل کرنا مشروع ہین جیسے کہ شہادت ولایت علی علیہ السلام کی اور اس بات کی محمد سب مخلوق میں بہتر ہین۔ اور اگرچہ درحقیقت اسی طرح ہے۔

کیا ہے اونپر محدثین و فقہا لعنت کرتے ہیں۔ من لا یحضر میں لکھا ہے۔

روی ابوبکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لہما الاذان اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ حی علی خیر العمل۔ حی علی خیر العمل۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ والاقامۃ کذلک ولا باس ان یقال فی صلوۃ الغداۃ علی اثر حی علی خیر العمل الصلوۃ خیر من النوم مرتین للتقیۃ۔ وقال مصنف ہذا الکتاب ہذا

ابوبکر حضرمی اور کلیب اسدی کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ اذان بتلائی ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الصلوۃ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ حی علی خیر العمل۔ حی علی خیر العمل۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ اور اقامت بھی اسی طرح ہے۔ اور مضایقہ نہیں ہے اگر کہا جائے صبح کی نماز میں بعد حی علی خیر العمل کے الصلوۃ خیر من النوم بطور تقیہ کے۔ اور کہتا ہے مصنف اس کتاب کا (ابن بابویہ قمی) یہی اذان صحیح ہے نہ اسپر زیادتی کیجائے نہ کمی کیجائے اور فرقہ مفوضہ نے اللہ اونپر لعنت کرے بنالیں جھوٹی حدیثیں۔ اور بڑھایا اذان میں جملہ (محمد و آل محمد خیر البریۃ) یعنی محمد اور آل محمد کے سب مخلوق میں بہتر ہیں۔

جب اُنھوں نے منظور نہ کیا تب مجبور ہوکر علیؑ کو وصی اور وارث بنایا اور چونکہ وصی اور وارث نبی ہونا صفت امام ہے پس اگر حضرت عباس قبول کرلیتے تو امامت اونھیں کو ملتی اس سے ظاہر ہے اگر جناب امیر کے لئے امامت من اللہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عباس کو وصی اور وارث بنانے کا قصد کیوں کرتے۔ اُصول کافی ہیں ہے۔

عن ابی عبد اللہ قال لما حضرت رسول اللہ الوفاۃ دعا العباس بن عبد المطلب و امیر المومنین فقال للعباس یا عم محمد تاخذ تراث محمد وتقضی دینہ وتنجز عداتہ فرد علیہ۔ فقال یا رسول اللہ بابی انت وامی شیخ کثیر العیال قلیل المال من یطیقک وانت تباری الریح۔ فاطرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھنیئۃ۔	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اونھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے عباس بن عبد المطلب اور امیر المومنین کو بلایا۔ پھر عباس سے کہا کہ اے محمد کے چچا تم یہ منظور کرتے ہو کہ محمد کی میراث لو اور اُس کا قرض ادا کرو اور اُس کے وعدے پورے کرو تو عباسؓ نے انکار کردیا۔ پھر کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں ایک بوڑھا ہوں بہت سی اولاد والا اور تھوڑے مال والا تمہارے (وعدے پورے کرنے کی) کس کو طاقت ہے اس لئے کہ تم سخاوت میں ہوا کی برابری کرتے ہو۔ تو سر جھکایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر

ف۔ یہ سر جھکانا غور و فکر کے لئے تھا غور و فکر کی ضرورت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اس کام کے لئے عباس کو مقدم سمجھتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے

سطہ اصول کافی کتاب الحجۃ باب اسلاح مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۷

فما کل واقع حقا یجوز ادخالہ فی العبادات الموظفۃ شرعًا المحدودۃ من اللہ تعالٰی فیکون بدعۃ وتشریعًا کما لو زاد فی الصلوۃ رکعۃ او تشہدًا	پس ہر امر واقعی ایسا نہین ہوتا کہ اُن عبادات مین اُسکا داخل کرنا جایز ہو جو شرعًا روزانہ مقرر ہین اور اونکی حد اللہ کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے۔ پس اُن حدود پر بڑہانا بدعت ہے اور اپنی طرف سے شریعت بنانا ہے جیسے کہ بڑہالے نماز مین ایک رکعت یا تشہد۔

یہی مضمون اکثر کتب فقہ شیعہ مین مذکور ہے۔

یہ بحث فقط شہادت ولایت کی تھی اب چونکہ روز بروز فساد بڑہتا جاتا ہے اور بدعات کی طرف طبائع کا میلان زیادہ ہے اس لئے اس زمانہ مین حضرات شیعہ نے اذان مین شہادت ولایت پر ایک طرہ اور بڑھایا چنانچہ بعض شہرون کے بعض مقامات پر یون کہا جاتا ہے۔

اشہد ان امیر المومنین علیا ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل۔ اگرچہ کلمہ بلا فصل کے اعلان کو اہل سنت متضمن معنی تبرا سمجھتے ہین مگر پھر بھی حضرات شیعہ کو اُس کے اعلان پر اصرار ہوتا ہے پس فقط اہل سنت کی دل آزاری کے لئے حضرات شیعہ اس بدعت کا وبال اپنے واسطے گوارا کرتے ہین۔

بہرحال مسئلہ ولایت ایک ایسا مسئلہ تھا جس کو اللہ اور رسول نے چھپایا اب کسی اور کو اُسکا زبان پر لانا کیونکر جایز ہوگا۔

یہ خبر بھی مسئلہ امامت کو رد کرنے کے لئے بہت کافی ہے کہ [illegible] وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت عباسؓ کو اپنا وصی اور وارث بنانا چاہتے تھے کئی بار اونسے کہا

بابی انت وامی ذالک علی ولی | میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کام میری ذمہ ہے اور میراث میرے لئے ہے۔

اس کے بعد اس روایت مین یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی انگوٹھی اور ہتھیار ذوالفقار وغیرہ اور کچھ کپڑے اور سواری کے جانور علی کو دیدیے۔

چونکہ اصول کافی کی روایتون سے یہ بھی ثابت ہے کہ امامت رسول کے ہتھیارون کے ساتھ ہے جسکے پاس ہتھیار پہونچین گے وہی امام ہوگا پس اگر عباس میراث قبول کرلیتے تو یہ ہتھیار اونھین کو ملتے اور امام بھی وہی ہوتے اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت علیؑ کے لئے نص امامت نہ تھی۔

طرفہ یہ ہے کہ اکثر اکابر اہل بیت اور اقارب رسول مسئلہ امامت کے اس معنی سے جو شیعون نے تصنیف کیے ہین محض بے خبر تھے۔ جناب امیر کے بہت سے اقوال ہم ایسے نقل کر چکے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نص امامت کا دعوی محض بے اصل ہے۔ جناب امیر کو اسکا دعوی نہ تھا بلکہ اونکا قول یہ تھا کہ مہاجرین و انصار اپنے مشورہ سے جسکو امام بناوین اسی کی امامت سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو کوئی اسکی امامت قبول نہ کرے اس سے لڑنا چاہیے۔ اور اسی مضمون کو اونھون نے قرآن سے ثابت کیا تھا۔ اونھون نے اپنی خلافت ثابت کرنے کے واسطے یہ دلیل قایم کی تھی کہ جن لوگون نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمان سے بیعت کی تھی اونھین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہے پس جس طرح وہ امام برحق تھے اسی طرح مین بھی امام

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُنسے دوبارہ یہ درخواست کی۔

ثم قال یا عباس اتاخذ تراث محمد وتنجز عداتہ وتقضی دینہ فقال بابی انت وامی شیخ کثیر العیال قلیل المال وانت تباری الریح فقال اما انی ساعطیہا من یاخذہا بحقہا۔

پھر رسول نے فرمایا کہ اے عباس کیا قبول کرتے ہو تم میراث محمد کی اسطرح کہ پورے کرو اُسکے وعدے اور ادا کرو اُس کا قرض تو عباس نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں ایک بوڑھا ہوں بہت سی اولاد اور تھوڑے مال والا اور تم برابری کرتے ہو ہوا کی۔ پھر رسول نے فرمایا کہ ہاں میں میراث اُسکو دونگا جو اسکا حق ادا کریگا۔

ف۔ شاید عباس کو یہ خیال ہو کہ رسول اپنی میراث مجھکو دیدیں اور قرضہ ادا کرنا اور وعدون کا وفا کرنا میرے ذمہ نہ لگاوین اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ میراث بغیر اس شرط کے نہ ملے گی مین میراث اُسی کو دونگا جو اس شرط کو بھی قبول کرے اس کہنے سے رسول اللہ کا مقصود یہ تھا کہ شاید عباس اب بھی قبول کرلین اور چونکہ اب بھی عباس نے یہ شرط قبول نہین کی تب مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی کی طرف توجہ کی۔

ثم قال یا علی یا اخا محمد اتنجز عدات محمد وتقضی دینہ وتقبض تراثہ۔ فقال نعم

پھر فرمایا کہ اے علی اے بھائی محمد کے کیا تم پورے کروگے محمد کے وعدے اور ادا کروگے اوسکا قرض اور قبضہ کروگے اُسکی میراث پر تو علی نے کہا کہ ہاں

ارشاد فرمائی وہ نہج البلاغت[ط] میں اسطرح مذکور ہے۔

ومن کلام لہ قالہ قبیل موتہ لما ضربہ ابن ملجم لعنہ اللہ وصیتہ وصیتی لکم ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ فلا تضیعوا سنتہ اقیموا ھذین العمودین وخلاکم ذم۔	اور جناب امیر کا کلام ہے جو اپنی موت سے تھوڑی دیر پہلے بطور وصیت فرمایا تھا جبکہ انکو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تھا تمھارے لئے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کو مت چھوڑو قایم کرو ان دونوں عمودوں کو اور چھوٹ گئی تم سے برائی۔

اس وصیت سے ظاہر ہوگیا کہ فقط اعتقاد توحید اور اتباع سنت نجات کے لئے کافی ہے اگر مسئلہ امامت بھی واجب ہوتا تو بغیر اسکے نجات نہ ہوتی اور اس آخری وصیت میں اسکا ذکر ضرور ہوتا پس ثابت ہوگیا کہ نص امامت یقیناً باطل ہے۔

اس تمام تفصیل پر غور کرنے کے بعد ہر منصف یہ یقین کرلے گا کہ جناب امیر کو نص امامت کی خبر بھی نہ تھی۔

اقارب رسول میں سب سے زیادہ قریب خاندان حضرت عباس تھا ابن عباس نص امامت کے منکر تھے۔ اسلئے کہ اونھوں نے اس مسئلہ مین حضرت علی سے بحث کی جسکے نتیجہ مین فرشتے نے اونکی آنکھیں پھوڑ دیں پھر امام باقر علیہ السلام سے بحث کی اور امام باقر نے اونھیں جہنمی کہا (معاذ اللہ منہا) تفصیل اسکی جلد ثالث میں گذر چکی۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ بھی نص امامت کے منکر تھے۔

ابن عباس نص امامت کے منکر تھے ۔ امام باقر نص امامت کے منکر تھے

[ط] شرح میثم مطبوعہ طہران ج ۲۲

برحق ہون۔ جناب امیر ایسے شخص کی امامت بھی جائز سمجھتے تھے جو فاجر ہو۔ جب لوگون نے جناب امیر سے بعیت کا قصد کیا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو اور کسی دوسرے شخص کو امام بنالو۔ تمھاری طرح بلکہ شاید تمسے زیادہ میں اوس کی اطاعت کرونگا۔ اونکا یہ بھی قول تھا کہ خلافت کے لیئے سب آدمیون کا بیعت کرنا ضرور نہین بلکہ بعض کی بعیت کا حکم سب پر جاری ہو جاتا ہے۔ خطبہ شقشقیہ کے پہلے فقرے کے معنی اگر ہم وہی تسلیم کرلین جو حضرات شیعہ کہتے ہین تب بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اپنے استحقاق خلافت پر اپنے علم اور اپنے مرتبے سے استدلال کیا تھا نص سے استدلال نہین کیا حالانکہ یہ خطبہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے زمانہ مین بیان کیا تھا اور حضرات شیعہ کا گمان یہ ہے کہ اس خطبہ مین خلفا کی برائی بیان کی ہے۔ پس ایسے وقت مین نص کے چھپانے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی بجز اس کے کہ انکو اپنی خلافت کی نص معلوم نہ تھی۔ خطبۂ شقشقیہ کے آخر مین اپنی خلافت قبول کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ جب مددگار ملجاوین تو ہر عالم کو مظلومون کی دادرسی اور ظالمون کی سرکوبی کے لیئے امام بنجانا واجب ہوتا ہے۔ امیر معاویہ کا دین اور اپنا دین ایک بتایا حالانکہ امیر معاویہ جناب امیر کی امامت کے منکر تھے۔ عمر کی خلافت کو جناب امیر نے ان خلافتون مین سے مانا جنکا اللہ نے آیت استخلاف مین وعدہ کیا ہے۔ یہ وہ مطالب ہین جنکی تفصیل اس کتاب مین گذر چکی اور ان مین سے ہر ہر مضمون نص امامت کے دعوی کو باطل کرتا ہے

جناب امیر نے اپنی موت سے تھوڑی دیر پہلے جو وصیت حاضرین کو زبان مبارک سے

اہل بیت نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کے مقابلے میں تو اس حکمت عملی کی تدبیر سے امامت حاصل کرلی مگر اس مسئلہ کو وہ ضروریات دین سے نہیں جانتے تھے بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے نور چشم امام زید شہید علیہ السلام کو یہ مسئلہ تعلیم نہیں کیا چنانچہ اصول کافی[1] کے باب الاضطرار الی الحجۃ میں ہے۔

عن ابان قال اخبرني الاحول ان زيد بن علي بن الحسين بعث اليه وهو مستخف قال فاتيته فقال لي يا ابا جعفر ما تقول ان طرقك طارق منا اتخرج معه۔ قال فقلت له ان كان اباك واخاك خرجت معه۔ قال فقال لي فانا اريد ان اخرج واجاهد هؤلاء القوم فاخرج معي۔ قال قلت لا ما افعل۔ قال فقال لي اترغب بنفسك عني

ابان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجکو ابو جعفر احول نے یہ خبر دی کہ زید بن علی بن حسین نے اس کو بلایا اور اسوقت زید روپوش تھے (احول) کہتا ہے کہ میں زید کے پاس گیا۔ تو زید نے مجھے کہا کہ اے ابو جعفر تو کیا کہتا ہے اگر یکایک ہمارا آدمی تیرے پاس پہنچے اور لڑائی میں شریک ہونے کے لئے تجکو بلادے تو تو اس کے ساتھ ہو کر نکلے گا (احول) کہتا ہے کہ مین نے زید سے یہ کہا کہ اگر تمھارے باپ (امام زین العابدین) یا تمھارے بھائی (امام باقر) بلاتے تو مین اونکے آدمی کے ساتھ نکلتا احول کہتا ہے کہ پھر مجھسے زید نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ خروج کرون اور اس قوم سے لڑون تو بھی میرے ساتھ شریک ہو (احول) کہتا ہے کہ مینے کہا کہ نہین مین تمھارے ساتھ شریک نہونگا۔ (احول) کہتا ہے کہ پھر زید نے مجھے کہا

اولاد علی مین سے محمد بن حنفیہ نے خود امام بننا چاہا تھا اور بعد شہادت حسینؑ کے اُنھون نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا تھا کہ اب اولاد علی مین سب سے بڑا مین ہون مجھے امام بناؤ یہ قصہ اُصول کافی مین مذکور ہے۔

محمد بن حنفیہ نص امامت سے بے خبر تھے۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ اُس وقت تک اونکا یہ اعتقاد نہ تھا کہ امامت اہل بیت سے مخصوص ہے اور نص سے ثابت ہوتی ہے اور امام معصوم مفترض الطاعت ہوتا ہے اس لئے کہ محمد بن حنفیہ نہ اپنے آپ کو منصوص جانتے تھے نہ معصوم مفترض الطاعت نہ منجملہ اہل بیت تھے با این ہمہ دعویدار امامت تھے پس امامت کے معنی اونکے نزدیک فقط اسی قدر تھے کہ جو شخص کسی قوم میں بڑا ہو اور سب لوگ اُسکی بزرگی تسلیم کرلیں وہ امام ہے۔

اس قصہ کے آخر مین یہ بھی ہے کہ امام زین العابدین نے حجر اسود سے گواہی دلوائی تب محمد بن حنفیہ نے اونکی امامت تسلیم کی مگر اس ضمیمہ سے ہمارے استدلال مین خلل نہیں آتا اس لئے کہ ہمارا استدلال فقط اسقدر ہے کہ جناب امیر اور حسنین کے زمانہ مین مسئلہ امامت کی اونکو خبر نہ ہوئی اور جناب امیرؑ اور حسنینؑ نے اتنا بھی اونکو تعلیم نہیں کیا تھا کہ امام منجملہ اہل بیت ہوتا ہے۔ البتہ امام زین العابدینؑ نے اپنے زمانہ میں اونکا اعتقاد اُس تعلیم سے بدلا اور جو مذہب اُنھون نے اپنے باپ اور بھائیون سے سیکھا تھا اُسکی ترمیم کی۔

پس جب مسئلہ امامت ایسا بے اصل ہے کہ اولاد علی کو بھی حسنینؑ کے زمانہ تک اُسکی خبر نہ تھی تو اب کیونکر وہ جزو ایمان بنگیا بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ جناب امیر اپنے پیارے بیٹے محمد بن حنفیہ کو اتنا بھی تعلیم نہ کرین کہ امامت اہل بیت سے خاص ہے اور جو شخص منجملہ

گرمی کی ایذا نہ پہنچے پس ایسے شفیق باپ نے جو لقمہ کی گرمی سے مجکو بچاتا تھا دوزخ کی گرمی سے مجکو نہ بچایا۔ اور مسئلہ امامت تجھکو سکھایا مجکو نہ سکھایا۔ یہان سے ظاہر ہو گیا کہ امام زید شہید علیہ السلام کو مسئلہ امامت کی خبر بھی نہ تھی اور امام زین العابدین ؑ اس مسئلہ کو ضروریات دین سے نہین سمجھتے تھے ورنہ اپنے پیارے بیٹے کو ضرور یہ مسئلہ سکھاتے اس لئے کہ ایمان کی تعلیم سب کامون پر مقدم ہے۔

فقلت له جعلت فداك من شفقته عليك من حر النار لو يخبرك خاف عليك الا تقبله تدخل النار واخبرني فان قبلت نجوت و ان لم اقبل لم يبال ان ادخل النار۔	تو مین نے زید سے کہا کہ مین تم پر قربان ہو جاؤن تمھارے باپ نے جو تم کو خبر نہ کی یہ بھی اونکی شفقت تم پر تھی کہ تم کو آگ کی سوزش سے بچایا۔ اونکو تم پر یہ خوف ہوا کہ اگر تم مسئلہ امامت کو نہ مانوگے تو دوزخ میں داخل ہوگے اور مجھے اس مسئلہ کی خبر دی پھر اگر میں قبول کرونگا تو نجات پاؤنگا اور اگر قبول نہ کرونگا تو میری دوزخ مین جانے کی اونکو کچھ پروا نہ تھی۔

یہان سے یہ ثابت ہو گیا کہ ائمہ معصومین پر مسئلہ امامت کی تبلیغ واجب نہ تھی اور جسکو وہ عزیز رکھتے تھے اور دوزخ سے بچانا منظور ہوتا تھا اُس کو ائمہ یہ مسئلہ نہین سکھاتے تھے اور جسکے دوزخ مین جلنے کی اونکو پروا نہیں ہوتی تھی اُس کو یہ مسئلہ سکھاتے تھے۔ یہ قول فقط احول کا نہین بلکہ آئندہ مذکور ہو گا کہ امام جعفر صادقؑ نے اس تمام گفتگو کو سُنکر بہت تعریف کی۔

فقلت له اماهی نفس واحدة قال کان لله فی الارض حجة فالمتخلف عنک ناج والخارج معک هالک وان لا یکن لله حجة فی الارض فالمتخلف عنک والخارج معک سواء قال فقال لی یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی علی الخوان فیلقمنی البضعة السمینة ویبرد لی اللقمة الحارة حتی تبرد شفقة علیّ ـ ولم یشفق علی من حر النار اذا اخبرک بالدین ولم یخبرنی به

کہ کیا تو اپنی جان تجھسے عزیز رکھتا ہے۔ تو مین نے زید سے کہا کہ میری جان ایک جان ہی پھر اگر زمین مین اللہ کی طرف سے کوی امام حجت ہی تو جو شخص کہ لڑائی مین تیرے ساتھ شریک نہ ہو وہ آخرت میں نجات پانے والا ہی اور جو تیرے ساتھ ہوکر خروج کرے وہ آخرت مین ہلاک ہونے والا ہی اور اگر زمین مین کوئی امام حجۃ اللہ نہین تو اس جنگ مین تیرے ساتھ شریک ہونے والا اور شریک نہ ہونے والا دونون برابر ہین۔

(احول) کہتا ہی کہ پھر مجھسے زید نے کہا کہ اے ابو جعفر مین اپنے باپ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے خوان پر بیٹھتا تھا تو چکنی بوٹیان مجکو کھلاتا تھا اور میری محبت کی وجہ سے گرم لقمہ کو میرے لئے ٹھنڈا کرتا تھا۔ اور نہ شفقت کی مجھپر دوزخ کی آگ سے اس لئے کہ دین کی تمکو خبر دی اور مجکو خبر نہ دی۔

ف یعنی امام زید علیہ السلام نے احول سے کہا کہ میرے باپ امام زین العابدین علیہ السلام مجھسے اتنی محبت کرتے تھے کہ اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے اور چکنی بوٹیان میرے موںھ مین دیتے تھے اور میری محبت کی وجہ سے گرم لقمہ کو میرے لئے ٹھنڈا کرتے تھے تاکہ میرے موںھ کو

و اصلب بالکناسۃ وان عندہ صحیفۃ فیہا قتلی وصلبی۔	مقام کناسہ مین سولی پر چڑہایا جائے گا اور وہ اپنے پاس کوئی صحیفہ بتاتا ہی جس مین میرے قتل ہونے اور سولی پانے کا حال لکھا ہوا ہے۔

قزوینی نے ترجمہ کافی مین لکھا ہی کہ یہان صحیفہ سے وہ مصحف مراد ہی جو حضرت فاطمہ پر جبریل نے نازل کیا تھا۔ اس لئے کہ اس قسم کی باتین اسی مین لکھی تھین۔

یہان سے یہ بھی ظاہر ہی کہ امام زید شہید علیہ السلام اس صحیفہ کے وجود کو جھوٹ سمجھتے تھے

فحججت فحدثت اباعبد اللہ بمقالۃ زید وما قلت لہ فقال لی اخذتہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوق راسہ ومن تحت قدمیہ ولم تترک لہ مسلکا یسلکہ۔	احول کہتا ہی کہ پھر مین حج کو گیا تو مین نے امام جعفر صادق سے زید کی گفتگو اور جو کچھ مین نے اسے جواب دیا تھا سب بیان کیا تو امام نے مجھسے فرمایا کہ روک لیا تو نے اس کو سامنے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائین سے اور اوپر سے اور نیچے سے ۱۱ نہ چھوڑا اس کے۔ نہ کوئی نکلنے کا راستہ

یعنی امام نے کہا کہ تو نے ایسی کامل دلیل بیان کی کہ جناب امام سے زید کسی طرح نہین بچ سکتے تھے۔

اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ امام زین العابدین کے کُل گیارہ فرزند تھے جن مین سے ایک امام باقر علیہ السلام تھے انکے سوا جو دس تھے ان سب کا وہی حالت تھی جو زید کی تھی چنانچہ اصول کافی مین باب الاشارۃ والنص علی ابی جعفر مین مذکور ہی کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت رسول کے ہتھیار ون کا صندو

ثم قلت له جعلت فداک انتم افضل ام الانبیاء قال بل الانبیاء ـ قال قلت یقول یعقوب لیوسف یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا لم یخبرهم حتی کانوا لا یکیدونه ولکن کتمهم ذلک فکذا ابوک کتمک لانه خاف علیک ـ

پھر مین نے زید سے کہا کہ مین تمپر قربان ہو جاؤن کیا تم افضل ہو یا انبیا افضل ہین زیدؑ نے کہا بلکہ انبیا افضل ہین (احول) کہتا ہی کہ مین نے زید سے کہا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ سے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے تو اپنی خواب بھائیون پر ظاہر مت کیجیو ورنہ وہ تیرے لئے کسی بُرائی کی گھات لگا وینگے ۔ برادران یوسف کو اس خواب کی خبر نہ کی تاکہ یوسف کے ساتھ کوئی دغا نہ کرین ـ اور لیکن چھپایا اُن سے اس خواب کا حال ـ
اسی طرح تیرے باپ نے تجھسے چھپایا اس لئے کہ اُس کو تجھپر خوف تھا ـ

ف یعنی جسطرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کی خواب اونکے بھائیون سے چھپائی تھی تاکہ اونکے بھائی حسد کی وجہ سے حضرت یوسف کو ایذا نہ پہنچاوین اسی طرح امام زین العابدین نے امامت کا مسئلہ تجھسے چھپایا کہ تجھکو امام باقرؑ کی امامت پر حسد ہوگا ـ اور تو اونکو ایذا پہنچاوے گا ـ

قال فقال اما واللہ لئن قلت ذلک لقد حدثنی صاحبک بالمدینۃ انی اقتل

احول کہتا ہی کہ پھر زید نے مجھسے کہا کہ ہان اگر تو یہ کہتا ہی تو واللہ تیرے صاحب (امام جعفر صادق) نے بھی جو مدینہ مین ہے مجھے یہ کہا تھا کہ اے زید تو قتل ہوگا اور

کے خطوط لیکر امام باقرؑ کے پاس گئے جن مین اہل کوفہ نے اونکو خروج کی ترغیب دی تھی اور رفاقت کا وعدہ کیا تھا امام باقرؑ نے پوچھا کہ ان خطوط کے لکھنے میں اُنھوں نے اپنی طرف سے ابتدا کی ہے یا تمھارے خطوط کے جواب ہین حضرت زید شہید نے کہا کہ ان خطوط کے لکھنے میں اونھوں نے اپنی طرف سے ابتدا کی ہے اس لئے کہ وہ قرابت رسول کے حقوق سے واقف ہیں اور ہماری محبت اور اطاعت کو واجب سمجھتے ہیں۔ اسپر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ محبت ہم سب کی واجب ہے مگر اطاعت ہم مین سے ایک کی واجب ہے اور ہر ایک کام اپنے وقت پر موقوف ہے۔

فغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ وارخی سترہ وثبط عن الجہاد ولکن الامام منا من منع حوزتہ وجاھد فی سبیل اللہ حق جہادہ ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ

تو غصہ آگیا زید کو اس بات پر پھر اُنھوں نے فرمایا کہ امام ہم مین کا وہ شخص نہیں ہے جو گھر میں بیٹھ رہے اور پردہ لٹکا لے اور جہاد سے غافل ہو جائے۔ اور لیکن امام ہم مین سے وہ ہے جو اپنی سلطنت کی نگاہبانی کرے اور اللہ کے لئے ایسا جہاد کرے جو جہاد کا حق ہے اور اپنی رعیت پر ظلم نہ ہونے دے اور اپنے متوسلین کی حمایت کرے۔

شاید امام باقر علیہ السلام کو یہ ناگوار ہوا کہ اہل کوفہ نے حضرت زید شہید کے لئے امامت تجویز کی حالانکہ امام باقرؑ اونکے بڑے بھائی تھے اونکی طرف توجہ نہ کی اس لئے اُنھوں نے حضرت زید شہید کے مقابلے مین بھی اوسی تدبیر کا ڈھنگ ڈالا جو تدبیر امام زین العابدینؑ نے محمد بن حنفیہؓ کے مقابلے مین کی تھی۔ حضرت زید شہید اگرچہ عمر مین

امام باقر علیہ السلام کے حوالے کر دیا تھا جب امام زین العابدین کا انتقال ہو گیا تو امام باقر کے بھائیون نے اُس مین میراث کا دعوی کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام باقر کے سوا امام زین العابدین کی تمام اولاد مسئلہ امامت سے بے خبر تھی ورنہ ہتھیارونکے صندوق مین جو امام سے مختص ہوتا ہے کبھی میراث نہ مانگتے۔

پس اُسوقت امام حسین کی جسقدر اولاد تھی اُن مین سے فقط امام باقر موجب روایات شیعہ مدعی نص امامت تھے باقی سب منکر تھے۔

پس ثابت ہو گیا کہ اکثر اہل بیت منکر نص امامت تھے اور یہی حالت عبداللہ محض وغیرہ امام حسن کے پوتون کی تھی پس مدعی امامت فقط امام باقر اور منکر امامت اونکے سوا تمام اہل بیت تھے۔ جم غفیر اہل بیت کے مقابلے مین ایک امام باقر کا دعوی کیا قابل اعتبار تھا پس ثابت ہوا کہ حسنین کے پوتون مین ایک کے سوا سب کا مذہب یہی تھا جو اہل سنت کا مذہب تھا اور اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ امام باقر کا مذہب بھی یہی تھا۔

اب فرمائیے کہ حضرات شیعہ کا یہ دعوی کہ اونکا مذہب موافق مذہب اہل بیت کے ہے کسقدر جھوٹا ہے۔

اٹھئین امام زید شہید علیہ السلام نے ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے جاکر جھگڑا کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ شخص امام نہین ہو سکتا جو تمھاری طرح جہاد چھوڑے اور گھر مین چھپکر بیٹھے بلکہ امام وہ ہے جو جہاد کو نکلے اس سے مطلب اونکا یہ تھا کہ امام تم نہین مین ہون چنانچہ اصول کافی[۱] کے باب فیصلہ حق و باطل مین مذکور ہے کہ حضرت زید شہید اہل کوفہ

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۲۴

جناب امیر علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے کہ علما کو جب مددگار مل جاویں تو مظلوموں کی دادرسی اور ظالموں کی سرکوبی کے لئے امامت حاصل کرنا اونپر واجب ہو جاتی ہے اور حضرت زید شہید کو مددگار مل گئے تھے پھر وہ امامت حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہ کرتے۔ امام زید شہید علیہ السلام اپنے جد امجد امام حسین علیہ السلام کا نمونہ تھے جو حالت اونکی ہوئی وہی انکی ہوئی۔

اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ امام باقرؑ نے حضرت زید شہیدؓ سے کہا کہ اے بھائی کیا تمھارا یہ ارادہ ہے کہ تم ان لوگوں کے طریقے کو زندہ کرو جنھوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی اور بغیر دلیل کے خلافت کا دعویٰ کیا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم کل کے دن کناسہ میں سولی پر چڑھائے جاؤ۔

بہر حال مسئلہ امامت میں حضرت زید شہید کا مذہب بہت صحیح ظاہر ہو گیا کہ وہ امامت کے اس معنی کو جو حضرات شیعہ نے فرض کئے ہیں باطل اور بے اصل سمجھتے تھے اور قوی دلیلوں سے اسکو رد کرتے تھے۔

اب شیعوں پر یہ سخت مشکل پیش آئی کہ امام حسینؑ کے پوتے اور فاطمہؓ کے پرپوتے نے اونکے مذہب کی جڑ کاٹ دی اور مسئلہ امامت کو ایسا بگاڑ دیا جو کسی طرح بن نہیں سکتا۔ بہت بڑا دام فریب بانیان مذہب شیعہ کی طرف سے یہ بچھایا گیا ہے کہ وہ اہل بیت کے طرفدار ہیں۔ مگر یہ طرفہ تماشا ہو گیا کہ خود اہل بیت نے اس طلسم فریب کو توڑ دیا۔ ایسی مجبوری کی حالت میں بانیان مذہب شیعہ نے

چھوٹے تھے مگر علم وفضل مین مرتبہ عالی رکھتے تھے اونھون نے اپنی امامت کے ثبوت مین ایسی حجت قوی پیش کی کہ اگر امام باقر علیہ السلام انصاف سے کام لیتے تو اُسکا کوی جواب نتھا اس لئے کہ جو شخص اپنی حکومت قایم کرے وہ امام کیسے ہوگا لیکن یہ ایک معمولی بات ہے کہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کے مقابلے مین ساکت ہونا پسند نہین کرتا اس لئے اُنھون نے اس حجت قوی کو لاجواب چھوڑ کر دوسرے ڈھنگ پر گفتگو شروع کی۔

قال ابو جعفر هل تعرف یا اخی من نفسک شیئا مما نسبتها الیه تجئ علیه بشاهد من کتاب الله او حجة من رسول الله	امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا جانتا ہے تو اے میرے بھائی اپنی ذات مین کوئی علامت امامت کی جسکی تو اپنی طرف نسبت کرتا ہی کہ بیان کرے تو اوپر کوئی دلیل قرآن کی یا قول رسولؐ کی۔

اب امام باقر زید شہید سے پوچھتے ہین کہ تم اپنی امامت قرآن یا حدیث سے ثابت کرو حالانکہ حضرت زید شہید علیہ السلام نے جو دلیل بیان کی تھی اس مین قرآن کی ایک آیت کی طرف بہت صاف اشارہ تھا اس لئے کہ اللہ نے قرآن مین اولی الامر کی اطاعت واجب کی ہی اور اولی الامر وہ ہے جو صاحب حکومت ہو حضرت زید شہید حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اہل کوفہ نے اونکی حکومت قبول کرلی تھی امام باقر علیہ السلام اگر حضرت زید شہید کی تقریر سے اس آیت کی طرف اشارہ سمجھ جاتے تو پھر اونکی امامت کی دلیل اُن سے نہ پوچھتے۔

شاید امام باقر علیہ السلام کو خطبہ شقشقیہ پر بھی اطلاع نہ تھی اس لئے کہ اس کے آخر مین بھی

بلکہ امام وہ ہے جو میدان مین نکلکر جہاد کرے یہ سب باتین اُسوقت ہوئین تھین جب تخلیہ مین اہل کوفہ کے خطوط حضرت زید شہید نے اُنکو دکھلائے تھے اور قصد خروج مین مشورہ کرتے تھے پس ظاہر ہے کہ ایسے وقت مین جو اونھون نے امام باقرؑ کی امامت کا انکار کیا اور اپنی امامت ثابت کی اور امام باقرؑ نے جو کچھ اونکو جواب دیا یہ گفتگو بطور تقیہ نہ تھی۔ امام باقرؑ نے کنایتاً اور امام جعفر صادق نے صراحتاً انکے ساتھ اُن سے کہدیا تھا کہ تمھارے خروج کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مقام کناسہ مین سولی چڑھائے جاوگے پس جب امام جعفر صادق کو انجام اونکی ناکامی اور ہلاکت کا پہلے سے معلوم بلکہ سولی پانے کا مقام بھی معلوم تھا تو پھر یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ باطن مین اونکو خروج کا مشورہ دیتے اور ظاہر مین مخالف بنتے۔ اگر امام جعفر صادقؑ نے ایسا کیا تو عمداً اپنے چچا زید شہید کو ہلاکت کے لئے بھیجا اور اس صورت مین فتح کی امید کیا ہوسکتی تھی۔ پھر یہ قول کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ زید شہید غلبہ پاتے تو اپنا وعدہ پورا کرتے۔ کتاب الجرائح مین یہ بھی مذکور ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے زید شہیدؒ سے یہ کہدیا تھا کہ بنی فاطمہ سے جو شخص قائم سے پہلے خروج کرے گا وہ مارا جاویگا پس یہ تاویل ہرگز صحیح نہین ہوسکتی کہ ایسی حالت مین امام جعفر صادق نے زید کو خروج کی اجازت دی ہو اور زید نے اس لئے خروج کیا ہو کہ اگر فتح پاوین گے تو سلطنت امام جعفر صادق کو دیدینگے۔ امام جعفر صادق نے تو زید کو یہ خبر دی تھی کہ تم کناسہ مین مارے جاوگے بلکہ بنی فاطمہ سے جو کوئی خروج کرے گا وہ مارا جاوے گا۔ زید شہید نے اونکے اس قول کو جھوٹ سمجھا اگر سچ سمجھتے تو خروج

بعض ایسی روایتین تصنیف کرلین کہ کسی طرح اس قصہ کی کچھ تاویل کرین اور اس بگڑی ہوئی بات کو زبردستی بنائین۔

وہ تاویل یہ ہے کہ حضرت زید شہید رضؓ دل مین امام باقر رضؓ اور اونکے بعد امام جعفر صادقؑ سے ملے ہوئے تھے۔ ظاہرین بہ لحاظ مصلحت ایسی باتین کرتے تھے اور امام جعفر صادق کا یہ قول تصنیف کرلیا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر زید غلبہ پاتے تو اپنا وعدہ پورا کرتے اور امامت ہم کو دیتے۔

اس تاویل کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ امام جعفر صادق خود تو گھر مین بیٹھے اور اپنے چچا زید شہید کو لڑنے کے لئے میدان مین بھیجدیا تاکہ اگر غلبہ پاوین تو امامت امام جعفر صادقؑ کے حوالے کردین اور شکست پاوین تو جو کچھ گذرے اونکی جان پر گذرے۔

اب اہل انصاف غور فرمائین کہ یہ تاویل کیسی پوچ اور رکیک ہے۔ ابو جعفر احول مخلصین اصحاب امامیہ سے ہے اور امامیہ کی بہت سی روایتین اُسی سے منقول ہیں اور اسکے مناقب کتب شیعہ مین بہت کچھ لکھے ہیں اُسکے مقابلے مین حضرت زید شہید نے مسئلہ امامت کو رد کیا اور صاف کہدیا کہ میرے باپ امام زین العابدین نے باوجود کمال شفقت کے یہ مسئلہ مجھکو نہیں سکھایا۔ حضرت زید شہید کو ابو جعفر سے تقیہ بھی نہ تھا اس لئے کہ قصد خروج کے راز پر اُس کو مطلع کردیا۔ حالانکہ اُس زمانہ مین وہ روپوشی کی حالت مین تھے۔ امام باقر علیہ السلام سے حضرت زید شہید نے صاف کہدیا کہ امام وہ نہین جو گھر مین بیٹھے

بلکہ یہ اعتقاد کہ وہ مستحق امامت تھے عین ایمان ہی اور بغیر اس اعتقاد کے انسان مومن نہیں ہوسکتا مگر اس دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونکا امام بنانا حرام تھا۔

اب اہل انصاف غور فرمائین کہ جب ان ائمہ کی یہ حالت تھی تو اگر ان مین سے کسی کو خلافت ملجاتی تو شوکت اسلام کو کیسا خلل پہنچتا اور کافرون کا کیسا غلبہ ہوجاتا۔ پس ہرگز یہ خیال صحیح نہین کہ خدا نے ایسے لوگون کو خلیفہ بنانے کا حکم کیا تھا ان سے تو خلفائے بنی امیہ بہتر تھے کہ اگرچہ ظالم تھے مگر ایسے شکست نصیب تو نتھے اونکی وجہ سے شوکت اسلام تو باقی تھی۔

شاید جناب امیر کو ائمہ کی اس شکست نصیبی اور قسمت کی ناکامی کی مطلق خبر نتھی اسلیے کہ اونھون نے اپنی وفات کے وقت حسنین علیہ السلام کو جو وصیت کی تھی اُس مین جہاد کی بہت ترغیب دی تھی چنانچہ یہ پوری وصیت نہج البلاغت[1] مین مذکور ہی اُس میں یہ بھی ہی۔

اللہ اللہ فی الجہاد باموالکم وانفسکم والسنتکم فی سبیل اللہ۔	اللہ کے واسطے جہاد کیجیو اپنے مالوں اور اپنی جانون اور اپنی زبانون سے اللہ کی راہ میں۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم جناب امیر کا سب کے لئے تھا ائمہ کی اولاد بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھی پس اگر جناب امیر کو یہ ناکامی معلوم ہوتی تو یون وصیت کرتے کہ میری اولاد مین سے بنی فاطمہ کبھی جہاد نہ کرین۔

اب یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ائمہ کی تقدیر مین ایسی ناکامی کیون تھی۔ حضرات شیعہ کی روایتون پر اگر غور کیا جائے تو اُن سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لئے طالع کا

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران ص ۳۵۷-

کیون کرتے ۔ یہ مضمون روضہ کافی مین بھی موجود ہے ۔

عن علی بن الحسین علیہما السلام قال واللہ لا یخرج واحد منا قبل خروج القائم الا کان مثلہ مثل فرخ طار من وکرہ قبل ان یستوی جناحاہ فاخذہ الصبیان فعبثوا بہ ۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ واللہ نہ خروج کریگا بنی فاطمہ مین سے کوئی شخص خروج قایم سے پہلے مگر اوسکی وہ حالت ہوگی جیسے چڑیا کا بچہ اپنے بازوؤن کے درست ہونے سے پہلے آشیانہ سے نکل پڑے اور لڑکے اوسکا کھیل بناوین ۔ (مطلب یہ ہے کہ ضرور مارا جاوے گا)

اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ سادات بنی فاطمہ سے زمانہ قایم سے پہلے جو کوئی خروج کرے گا وہ ناکام ہوگا اور یقیناً مارا جاوے گا ۔ پس یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اونمین سے کوئی شخص مستحق خلافت نہ تھا اور اللہ نے ہرگز ایسے شخصون کے امام بنانے کا حکم نہ کیا ہوگا جو جہاد مین یقیناً شکست پانے والے اور مارے جانے والے تھے ۔

اور چونکہ یہ مضمون بیان ائمہ سے سب پر ظاہر ہوگیا تھا ۔ پس مسلمانون کو اولاد فاطمہ سے کسی کا امام بنانا حرام تھا اس لئے کہ جب یہ معلوم ہوچکا کہ اگر وہ امام بنینگے اور لڑائی پیش آئے گی تو وہ شکست پاوین گے اور مارے جاوین گے اور اس صورت مین اسلام کی ذلت اور توہین تھی اور جس صورت مین اسلام کی ذلت اور توہین ہو اوس کا اختیار کرنا حرام ہے ۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ حضرات شیعہ تو یہ کہتے ہین کہ اونکا امام بنانا واجب تھا

مہدی سے پہلے بنی فاطمہ سے کوئی شخص مستحق خلافت نہین

اولاد فاطمہ کو امام بنانا حرام ہے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تمام جہان کے حاکم ستارے ہین اور وہ اللہ کے مقرب ہیں انبیا اور اولیا کے طالع کا ستارہ جو اونپر حاکم ہے وہ سب سے زیادہ اللہ کا مقرب ہی اوسی ستارہ کا حکم اونپر جاری ہے جس سے وہ تارک الدنیا ہے۔

بانیان مذہب شیعہ نے تمام جہان کا حاکم اور اللہ کا مقرب ستاروں کو بنایا یہانتک کہ انبیا اور اوصیا کو بھی ستاروں کا محکوم بنا دیا اور ستارون کو اللہ کا مقرب مانا۔ یہ ویسا ہی عقیدہ ہی جیسا کہ مشرکین مکہ اپنے بتون کو کہتے تھے کہ یہ اللہ کے مقرب ہین۔ ہم کو بھی اللہ کا مقرب بنا دینگے۔ چونکہ بانیان مذہب شیعہ مسلمان نہ تھے یہودی یا ملحد تھے اس لئے اونھون نے اس قسم کے عقیدے مذہب شیعہ مین داخل کردئے۔ افسوس کہ حضرات شیعہ کو اب بھی ان امور پر تنبیہ نہیں ہوئی اور ایسے عقیدوں کو لیکر اسلامی فرقون مین شامل ہونا چاہتے ہین۔ بھلا اسلام ایسے عقیدون اور ایسے عقیدے والون کو کیونکر قبول کرسکتا ہے۔

اب عبداللہ بن حسن کا حال سُنئے یہ حسن مثنیٰ کے بیٹے اور امام حسنؑ کے پوتے ہین اور اونکی ماں فاطمہؓ بنت حسین تھیں اسوجہ سے امام حسینؑ کے نواسے ہیں اسی لئے انکو عبداللہ محض کہتے تھے کہ ان مین ماں اور باپ دونون طرف سے سیادت خالص تھی۔ اصول[1] کافی میں باب مایفصل بین المحق والمبطل مین بطریقہ سماعہ کلبی نسابہ[2] سے روایت ہی۔ کلبی کہتا ہے کہ میں مدینہ مین گیا اوسوقت تک مسئلہ امامت کا

---

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۱۵ [2] یہ وہی محمد بن السائب کلبی ہے جو مفسر مشہور ہے۔ صاحب تحفہ و عبقات نے جا بجا اس کی روایتین اہل سنت کے مقابلے مین پیش کی ہیں۔ ۱۲

بانیان مذہب نے ستاروں کو اللہ کا مقرب بنایا

عبداللہ بن حسن مثنیٰ کا امامت کا دعویٰ

ایک ستارہ ہوتا ہے اور اُس کے تمام حالات کا حاکم وہی ستارہ ہے۔ امیہ کے طالع کا ستارہ ٹھنڈے پانی سے بنایا گیا ہے اور اونکے سوا دوسرون کے طالع کے ستارے گرم پانی سے بنائے گئے ہین پس کیا عجب ہے کہ اسی ٹھنڈے پانی کے اثر سے امیہ کے طالع مین ایسی سرد مہری ہو اس لئے کہ حاکم اونپر وہی ستارہ ہے جو ٹھنڈے پانی سے بنا ہے اُسی کے احکام اور خواص امیہ کی حالت پر جاری ہوتے ہین وہ ستارہ اللہ کا بڑا مقرب ہے چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ مین ہے۔

امیہ کا ستارہ ٹھنڈے پانی سے بنا تھا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ خلق نجماً فی الفلک السابع فخلقہ من ماء بارد وسائر النجوم الستۃ من ماء حار وھو نجم الانبیاء والاوصیاء وھو نجم امیر المومنین علیہ السلام۔ یامر بالخروج من الدنیا والزھد فیھا ویامر بافتراش التراب وتوسد اللبن ولباس الخشن واکل الخشب وما خلق اللہ نجماً اقرب الی اللہ منہ[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ نے فلک ہفتم پر ایک ستارہ پیدا کیا ہے۔ اُس ستارے کو ٹھنڈے پانی سے پیدا کیا ہے اور اُس کے سوا اور جو چھ ستارے باقی چھ آسمانوں کے ہیں اون کو گرم پانی سے پیدا کیا ہے اور وہی ٹھنڈے پانی کا ستارہ انبیا اور اوصیا کا ستارہ ہے اور وہی امیر المومنین علیہ السلام کا ستارہ ہے۔ حکم کرتا ہے دنیا کے نکل جانے اور اُس کو چھوڑ دینے کا اور حکم کرتا ہے خاک پر سونے اور اینٹون سے تکیہ بنانے اور موٹا کپڑا پہننے اور بدمزہ طعام کھانے کا۔ اور نہین پیدا کیا ہے اللہ نے کوئی ستارہ جو اُس ستارہ سے زیادہ اللہ کا مقرب ہو۔

[1] کتاب الروضہ کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۰

کہ اونھون نے یہ فرمایا کہ صالحین نے مسح کیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صالحین سے
مراد اونکی صحابہ ہونگے اس لیے کہ یہ عبداللہ سنہ ستر ہجری مین پیدا ہوئے تھے
جو صحابہ کا زمانہ تھا۔ پس صالحین اونھون نے خلفائے ثلثہ وغیرہ تمام صحابہ کو کہا
جو موزون پر مسح کرتے تھے اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ موزون کے مسح کو جایز سمجھتے
تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ عموماً اُن صحابہ کو صالحین سمجھتے تھے جنکو شیعہ مرتد
کہتے ہین۔ (معاذاللہ منہا) اور یہ جو اونھون نے کہا کہ ہم اہل بیت مسح نہین کرتے اسکا
مطلب یہ ہے کہ اہل بیت وہ صورت اختیار کرتے ہین جو اولے ہے اس لیے کہ موزون
پر مسح کرنا جایز ہے اور اگر موزے اُتار کر پاؤن دہووے تو وہ اولیٰ ہے اہل سنت کا
مذہب بھی یہی ہے۔

پس امام عبداللہ علیہ السلام کی تحقیق سے ظاہر ہوگیا کہ اہل بیت کا مذہب یہ تھا کہ
مسح موزہ جایز ہے اولے نہین اور وہ صحابہ جو موزون پر مسح کرتے تھے صالحین تھے
پس اہل بیت کا مذہب موافق مذہب اہل سنت کے تھا والحمدللہ علی ذالک۔

اس روایت مین اسکے بعد یہ ہے کہ کلبی اونکے پاس سے ناراض ہوکر اوٹھا اور پھر مسجد
مین آیا وہان جماعت قریش وغیرہ کی بیٹھی تھی اوسنے پھر پوچھا کہ اہل بیت مین سب سے
بڑا عالم کون ہے اُن سب نے کہا کہ عبداللہ بن حسن کلبی نے کہا کہ مین اونکے پاس
گیا تھا اونکو کچھ بھی علم نہین ایک شخص نے کہا کہ تو جعفر بن محمد کے پاس جا وہ
بڑے عالم ہین اس کہنے پر اور لوگون نے اُس کو ملامت کی تو مین سمجھ گیا کہ ان لوگون نے

[illegible]

مین معتقد نہ تھا مسجد مین داخل ہوا تو وہان قریش کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی مین نے اونسے پوچھا کہ مجھے یہ بتا دو کہ اہل بیت کا عالم کون ہے۔ اُن سب نے عبداللہ بن حسن کو بتایا مین اونکے پاس پہونچا تو وہ ایک شیخ گوشہ نشین بڑی ریاضت کرنے والے تھے مین نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھپر اتنی طلاقین جتنے کہ آسمان پر ستارے تو کیا حکم ہے۔ اونھون نے کہا کہ تین طلاقین پڑجاوینگی اور تین سے زیادہ جتنی تعداد ستارون کی ہے اتنے گناہ اوسپر ہونگے مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ انکی پہلی غلطی ہے پھر مین نے پوچھا۔

مایقول الشیخ فی المسح علی الخفین فقال قد مسح قوم صالحون ونحن اہل البیت لا نمسح فقلت فی نفسی ثنتان	کیا کہتے ہین شیخ موزون پر مسح کرنے مین تو انھون نے کہا کہ مسح کیا ہے اُن لوگون نے جو صالحین تھے اور ہم اہل بیت مسح نہین کرتے تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ دو خطائین ثابت ہوئین۔

اس روایت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اہل بیت مین سب سے بڑے عالم امام عبداللہ بن حسن تھے اور امام جعفر صادق سے بھی اونکا علم زیادہ تھا اس لئے کہ جماعت قریش نے سب سے پہلے اونھین کو عالم بتایا اور ظاہر ہے کہ اس جماعت قریش مین اہل بیت اور بنی ہاشم اور خاندان رسول کے آدمی بھی ہونگے اور سب عبداللہ بن حسن کو عالم اہل بیت جانتے تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام عبداللہ مسح خفین کو جایز سمجھتے تھے اس لئے

کہ عبداللہ بن حسن نے امام جعفر صادق سے بار بار آکر کہا کہ تم میرے بیٹے محمد کی
بیعت کرلو اور اسکو امام مانو امام جعفر صادق نے عذر کیا تو عبداللہ بن حسن نے کہا
کہ امام حسنؑ نے امامت اپنی اولاد کو نہ دی اپنے بھائی حسین کو دی تو حسینؑ کو کیا
اختیار تھا کہ اپنی اولاد کو امامت دے گئے۔ اونکو مناسب تھا کہ اولاد حسنؑ مین جو
سب سے بڑا ہوتا اُس کو امامت دیتے۔ امام جعفر صادق نے یہ کہا کہ حسینؑ نے
اپنی طرف سے ایسا نہین کیا بلکہ رسول کی وصیت اسی طرح تھی عبداللہ بن حسن نے اسکو نمانا
اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ عبداللہ بن حسن کو مسئلہ امامت کی خبر بھی نہ تھی
اور چونکہ عبداللہ بن حسن کے اس خیال مین کہ اونکے بیٹے محمد کو امام بنایا جاوے اکثر
اہل بیت خصوصًا امام حسن کی تمام اولاد شریک تھی چنانچہ اسی روایت سے ظاہر
ہوتا ہے کہ منصور دوانقی خلیفہ کو جب اس سازش کی خبر ہوئی تو اس کے حکم سے اس
سازش کے جرم مین عبداللہ محضؑ اور سلیمانؑ اور حسنؑ مثلث اور ابراہیمؑ اور داؤدؑ
اور علی گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے یہ سب امام حسن علیہ السلام کے پوتے تھے اور انکی
اولاد کے بھی بہت سے لوگ گرفتار ہوئے تھے اور اس کے بعد جب محمد نفس زکیہ اور
اوسکے بھائی نے اور اس کے بعد دوسروں نے امام بن بن کر خروج کیا ہی اونکے
ساتھ بھی اہل بیت شریک تھے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اکثر لوگ خاندان اہل بیت
کے مسئلہ امامت کے اُس معنی سے جو شیعون نے مقرر کئے ہین محض ناواقف تھے
بلکہ امام سے اونکی مراد ایک سردار تھی جس کو منتخب کر لیتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ محض

اول بار حسد کی وجہ سے اونکا پتا نہین بتایا تھا اُس کے بعد وہ امام جعفر صادقؑ کے
پاس پہنچا اونسے طلاق کا مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھپر اتنی
طلاقین ہین جتنے کہ آسمان پر تارے تو کیا حکم ہے اوںھون نے جواب دیا کہ ایک طلاق
بھی نہوگی کلبی نے اپنے دل مین کہا کہ یہ پہلی علامت انکے علم کی ہے پھر پوچھا کہ موزون
کے مسح کا کیا حکم ہے اوںھون نے کہا کہ قیامت کو موزے اُس جانور کی پشت پر پہنچ جاینگے
جسکی کھال سے بنے تھے اور اونپر مسح کرنے والے بے وضو رہ جاینگے۔ کلبی نے یہ سنکر
کہا کہ یہ دوسری نشانی اونکے علم کی ہے اس روایت کے آخر مین سماعہ کا یہ قول بھی مذکور
ہے کہ کلبی ہمیشہ شیعہ مذہب پر قایم رہا اور اسی مذہب پر مرا۔

اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ امام جعفر صادق کے مسئلے ہمیشہ راے اور قیاس پر
مبنی ہوتے تھے (جسطرح کہ پیچھے کے ستر مین) اوںھون نے یہ راے لگالی کہ وہ خودبخود
چھپا ہوا ہے اُس کے چھپانے کی کوئی ضرورت نہین۔ یا کافر کا ستر دیکھنے مین اُوںھون نے
یہ قیاس کرلیا کہ کافر گدھے ہین پس اونکا ستر دیکھنا ایسا ہے جیسے گدھے کا ستر دیکھنا
اسی طرح اوںھون نے یہ بھی قیاس کرلیا کہ مسح موزے پر ہوا تھا اور موزہ اُس جانور کے
پہنچ گیا جسکی کھال سے بنا تھا پس وضو کرنے والا بے وضو رہ گیا۔ حدیث اور
قول رسول سے اونکا استدلال بہت کم تھا۔

یہ عبداللہ بن حسن اپنے بیٹے محمد کو جو نفس زکیہ کے نام سے مشہور ہے امام بنانا
چاہتے تھے اصول کافی کے اسی باب مین ایک دوسری روایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے

اہل سنت کے نزدیک بزرگان اہل بیت مین سے کبھی کسی نے ایسی امامت کا دعوی نہین کیا جو شیعون نے فرض کرلی ہی اور اگر روایات شیعہ کو دیکھا جاے تب بھی یہ ثابت ہوتا ہی کہ حسنی سلسلہ کے سادات نص امامت کی ہمیشہ تکذیب کرتے رہے اور حسینی سلسلہ کے سادات مین سے اُن لوگون کے سوا جن کو شیعون نے امام مان لیا ہے اور تمام بزرگوار نص امامت کو باطل کہتے تھے امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد مین اکثر یہی ہوتا رہا کہ ہر امام کے بہائی اپنے اقوال اور افعال سے نص امامت کی تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ امام یازدہم کے بعد اُنکے بھائی جعفر ثانی نے بھی یہی کیا جنکا نام فرقہ سبائیہ نے کذاب رکھا اور تعظیم اہل بیت کا حق پورا پورا ادا کیا اونھون نے بہت سچی بات کہی تھی کہ امام حسن عسکری کے اولاد نہ تھی مگر شیعون نے ایک خیالی بچہ فرض کرکے غائب بنادیا اور اُسی خیالی بچہ کو صاحب الامر فرض کرلیا۔ حضرت جعفر نے اس سچی بات کہنے کی وجہ سے فرقہ سبائیہ کی زبان پر کذاب کا لقب پایا۔ سادات کے خروج کے بہت سے قصے کتب سیر مین مذکور ہین یہ سب نص امامت کے منکر تھے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رض وغیرہ مجتہدین اہل سنت اونکے حامی اور طرفدار تھے اسی جرم مین امام ابو حنیفہ قید مین قتل کیے گئے اور امام مالک کے کوڑے مارے گئے کہ وہ چاہتے تھے کہ خلافت سادات کو مل جاتے۔

سادات حسنی اور حسینی نے جو بار بار خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ مین خروج کیا ہے اُن مین جو سردار ہوتا تھا وہ امام بنتا تھا اور باقی دونون سلسلون کے

ف صافی ترجمہ کافی کتاب الحجۃ جزو سوم باب فیصلہ محق و مبطل مین نسخہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۳ پر لکھا ہے۔ پس ظاہر شد محمد بن عبداللہ و محقق شد نزد مردم پراے او و اتفاق نکردہ برادر ہیچ یک از قریش کہ مدعی بود در ہیچیک از اہل مدینہ و مثل ابو حنیفہ کہ بسبب این در زندان منصور دوانیقی مرد و مثل مالک بن انس کہ بسبب این عیسی بن موسی او را زد۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اکابر اہل سنت اہلبیت پر جان نثاری کے لیے حاضر تھے ۱۲

اپنے بیٹے کو اسیطرح کا امام بنانا چاہتے تھے - یہ تمام اکابر سادات امامت کو ہرگز منصوص نہین جانتے تھے اسیوجہ سے عبداللہ بن حسن نے کہا کہ حسینؑ کو مناسب تھا کہ اولاد حسنؑ مین سب سے بڑے کو امامت دیتے اور جب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے پوتون کو بھی مسئلہ امامت کی خبر نہ تھی تو اُس کے باطل ہونے مین کیا شک ہے -

عبداللہ بن جعفر امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہین اور بعد وفات صادق علیہ السلام کے اُنھون نے امامت کا دعوی کیا - یہ بزرگ عبداللہ افطح[1] کے نام سے مشہور ہین - انکے مقابلے مین امام موسی کاظم علیہ السلام نے امامت کا دعوی کیا - جن لوگون نے عبداللہ کی امامت مان لی وہ فرقہ افطحیہ کے نام سے ملقب ہوا - اور جنھون نے موسیٰ کاظم کو امام مانا وہ یہی شیعہ اثنا عشری ہین چنانچہ حق الیقین مین لکھا ہے

"افطحیہ بعد از حضرت صادق علیہ السلام عبداللہ افطح پسر بزرگ آنحضرت را کہ در ظاہر و باطن ہر دو معیوب بود و باین سبب امامت باو منتقل نشد امام دانند"

دیکھئے ملا صاحب نے اپنے امام زادے کی کیسی تعظیم کی (معاذ اللہ منہا) محبت اہل بیت کا مقتضا یہی تھا -

اس قصہ سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ عبداللہ بن جعفر امامت کو منصوص نہین جانتے تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اونکو یہ مسئلہ نہین سکھایا تھا اور یہ بھی دلیل اسی امر کی ہے کہ نص امامت کا وجود نہ تھا ورنہ یہ امام زادے ہرگز اُس سے بے خبر نہ رہتے

---

[1] افطح اسکو کہتے ہین جسکے پاؤن کا پنجہ چوڑا ہوا ہو اور رفتار مین نصف پشت یا اُس کو زمین پر ٹیکنا پڑے ابن عبداللہ کا پاؤن اسیطرح کا تھا - ۱۲

اور بمقتضائے شوق حکومت امامت کی عزت بطور ناجائز اپنے واسطے ثابت کرنا چاہی تھی۔
اسکا جواب یہ ہے کہ جن ائمہ کی امامت شیعوں نے مان لی ہے اون میں بھی یہ احتمال موجود
ہے کہ شاید اُنھوں نے بھی بمقتضائے شوق حکومت امامت کی عزت بطور ناجائز اپنے
واسطے ثابت کی ہو اور اپنے واسطے نص امامت تصنیف کرلی ہو بلکہ یہ احتمال اور
بزرگان اہل بیت کی نسبت انھیں ایمہ مین زیادہ موجود ہے اس لئے کہ اونکی صفات
جو اوپر[۱] مذکور ہوچکیں وہ ایسی ہین کہ جس شخص میں ایسی خصلتیں ہوں اوسکی بات قابل اعتبار
نہین ہوتی یہ خصلتین اور بزرگان اہل بیت مین ثابت نہین ہوتین۔
قطع نظر اسکے دوسرے بزرگان اہلبیت کا قول اس وجہ سے زیادہ قابل اعتبار کے
ہے کہ صحابہ کے وقت سے جمہور اہل اسلام کا یہی قول تھا۔
اس موقع پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حسب روایات شیعہ یہ بھی ثابت ہے کہ شیعوں
کے ایمہ بھی اپنی امامت کے منکر تھے۔ چنانچہ کافی کی روایت سے ثابت ہے کہ امام جعفر
صادق نے اپنی امامت سے انکار کیا ہے۔ مجالس المومنین مین بھی بحوالہ کتاب مختار کے اس
روایت کو نقل کیا ہے جسکی اصل عبارت ہم جلد اول[۲] مین نقل کرچکے ہین۔ حاصل اوس
روایت کا یہ ہے کہ "سعید کہتا ہے کہ مین امام جعفر علیہ السلام کی خدمت مین موجود
تھا کہ دو آدمی آئے اور اُنھون نے اہل مجلس سے پوچھا کہ کیا تم مین کوئی امام مفترض
الطاعت ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ہم اپنے گروہ مین کسی ایسے شخص کو نہین پہچانتے
جو امام مفترض الطاعت ہو۔ اوٖھون نے کہا کوفہ مین بعض لوگ یہ بتا دیتے ہیں کہ تمھارے

[۱] دیکھو یہی جلد صفحہ ۱۱۹ [۲] نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۱۲

سادات جو اُنکے ساتھ شریک ہوتے تھے وہ اُسکی بیعت کرتے تھے اور اسپر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عموماً تمام اہل بیت نص امامت کے منکر تھے۔ بلکہ خروج کرنے والے کو امام بناتے تھے پس تعجب ہے کہ حضرات شیعہ سنیین کے لیے دو ہزار آدمیون مین سے فقط آٹھ ایسے آدمی اپنے ساتھ فرض کرکے جو دو سو برس کے عرصہ مین ظاہر ہوئے اپنے مذہب کو اہل بیت کا مذہب کے موافق بناتے ہین یہ کیسا جھوٹا دعویٰ ہے بلکہ شیعون کا مذہب اہل بیت کے مخالف ہے جو عموماً اہل بیت کا مذہب تھا۔ شاید حضرات شیعہ ان سنیین کے افرادون سے دس لیکر بیس پچیس آدمی خاندان اہل بیت سے اور بھی ایسے گنادین جو اس دو سو برس کے عرصہ مین جو واقعہ شہادت حسینؑ سے امام یازدہم کی وفات تک گذرا ان آٹھ اماموں کی امامت فرض کردہ حضرات شیعہ پر ایمان لائے تو دو ہزار آدمیون کے مقابلے مین یہ تعداد کیا وقعت رکھتی ہے۔

پس یہ کیسی نص امامت تھی جسکی اہل بیت کو بھی خبر نہ تھی حالانکہ یہ مثل مشہور ہے کہ اہل البیت ادری بما فی البیت۔ پس اگر اہل بیت کے لئے نص امامت ہوتی تو اہل بیت ضرور اُس سے واقف ہوتے حالانکہ یہ ثابت ہوچکا کہ ان کے ائمہ بھی اُس سے بے خبر ہوئے تھے پس نص امامت کے باطل ہونے مین کچھ شک نہ رہا۔

اگر یہ شبہ ہو کہ اہل بیت مین سے جن لوگون نے امام وقت کی امامت کا انکار کیا ہے اوسکی وجہ فقط یہ ہوتی تھی کہ اپنے بھائی کی امامت پر اونکو حسد ہوتا تھا

ملہ گھر والے گھر کی چیزون کو خوب جانتے ہین۔

على دينه ونشر طاعته بما كان
من تحننك مع خذلانك
وقد شاورت في الدعوة للرضا
من آل محمد وقد احتجبتها و
احتجبها ابوك من قبلك۔
وقديما ادعيتم ما ليس
لكم وبسطتم آمالكم الى
ما لم يعطكم الله۔
فاستهويتم واضللتم وانا
محذرك ما حذرك الله
من نفسه۔

مددگار اوسکی دین کی مدد مین اور اُسکی طاعت کے
رواج دینے مین اس بات سے کہ یہ ساداتی ہین بھی
تجھکو امامت حاصل کرنے کا شوق ہے اور
خلل ڈالا تونے لوگون کے بلانے مین رضا[1] من آل
محمد کی طرف۔ (یعنی لوگون کو جو میری بیعت کی ترغیب
دی جاتی تھی اُس مین تونے مزاحمت کی) اور بیشک
درپردہ رکھا تونے دعوی امامت کو اور درپردہ رکھا اسکو
تیرے باپ نے تجھسے پہلے۔ اور ہمیشہ دعوی کیا تمنے
امامت کا جس مین تمھارا حق نہین اور وسیع کین تمنے
اپنی آرزوئین اُس امامت کی طرف جو اللہ نے تم کو عطا
نہین کی۔ بس تم نے لوگون کو بہکایا اور گمراہ کیا۔
اور مین ڈراتا ہون تجکو جیسے کہ ڈرایا ہے تجھکو اللہ نے
اپنی ذات سے (یعنی اپنے عذاب سے)

فكتب اليه ابو الحسن موسى بن جعفر
من موسى بن عبد الله جعفر

تو جواب لکھا اُس کو ابوالحسن امام موسیٰ کاظم بن امام
جعفر صادق نے۔ یہ خط دو شخصون کی طرف سے ہے

[1] رضا من آل محمد سے یحیی نے اپنی ذات مراد لی ہے اور سادات مین جتنے آدمیون نے خروج کیا سب کا لقب یہی ہوتا تھا۔ صافی ترجمہ کافی مین لکھا ہے کہ رضا بکسر را وہ شخص ہے جسکی امامت پر لوگ راضی ہوجاوین۔ ۱۲

گروہ میں کوئی امام مفترض الطاعت ہو اور وہ ہم دونون نہیں اس لیئے کہ بڑے متقی مثل عبد اللہ بن یعفور وغیرہ بھی انھین مین ہین۔ امام نے فرمایا کہ مین نے اونکو اس اعتقاد کا حکم نہین دیا۔ اس مین میرا کیا گناہ ہے"

اس کے بعد امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی اور اپنے باپ کی امامت سے انکار کیا اسکا ماجرا یہ ہے کہ اول محمد اور ابراہیم پسران عبد اللہ محض نے یکے بعد دیگرے خروج کیا جب وہ دونون شہید ہوچکے پھر حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنی نے خروج کیا اور وہ مقام فخ مین شہید ہوئے۔ پھر یحیی بن عبد اللہ محض نے خروج کا قصد کیا اور لوگون کو اپنی بیعت کی طرف ترغیب دینی کے لئے اُس نے جابجا اپنے آدمی بھیجے تھے۔ یحیی کو یہ خبر پہنچی تھی کہ امام موسی کاظم لوگون کو میری بیعت سے روکتے ہین۔ اس لئے یحیی نے امام موسٰی کاظم کو خط لکھا اور اُسکا جواب امام موسی کاظم نے دیا۔ یہ دونون خط اصول کافی[۱] کے باب فیصلۃ الحق والمبطل مین مذکور ہین۔

کتب یحیی بن عبد اللہ بن الحسن الی موسی بن جعفر علیہ السلام اما بعد فانی اوصی نفسی بتقوی اللہ وبہا اوصیک فانہا وصیۃ اللہ فی الاولین ووصیتہ فی الآخرین خبّرنی من ورد علیّ من اعوان اللہ	یحیی بن عبد اللہ محض بن حسن مثنی نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو یہ خط لکھا۔ حمد ونعت کے بعد مطلب یہ ہے کہ مین نصیحت کرتا ہون اپنے نفس کو اللہ کے خوف کی اور یہی نصیحت تجھے کرتا ہون۔ یہی اللہ کا حکم ہے پہلوں کے لیے اور یہی اُس کا حکم ہے پچھلون کے لیے۔ خبر دی ہے مجکو اُنھون نے جو آئے میرے پاس اللہ کے

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صد ۲۳۱

ولكن الله خلق الناس امشاجا	اور لیکن اللہ نے لوگوں کی طبیعتیں مختلف بنائی ہیں
وانا متقدم اليك احذرك	اور میں تاکید کرتا ہوں تجھکو اور منع کرتا ہوں تجھکو خلیفہ
معصية الخليفة	کی نافرمانی سے (اُس زمانہ کا خلیفہ ہارون رشید تھا)
واحثك على بره وطاعته وان	اور رغبت دلاتا ہوں میں تجھکو خلیفہ کی فرمانبرداری اور
تطلب لنفسك امانا قبل ان	اطاعت پر اور یہ کہ طلب کرے تو اپنی جان کے لیے
تاخذك الاظفار	نجات اُس سے پہلے کہ پکڑ لیں تجھکو (شیروں کے) ناخن
ويلزمك الخناق من كل مكان	اور پھانسی پڑے تیرے گلے میں ہر طرف سے۔
فتروح الى النفس من كل مكان	پھر سانس لینے کی کوشش کرے تو ہر طرف سے اور سانس
ولا تجده حتى يمن الله عليك	نہ لے سکے تو اُس وقت تک کہ احسان کرے اللہ تجھپر اپنے
بمنه وفضله - ورقة الخليفة	کرم اور فضل سے۔ اور بغیر مہربانی خلیفہ کے کہ اللہ
ابقاه الله فيومنك ويرحمك	اُسکو باقی رکھے وہ امن دے تجھکو اور رحم کرے تجھپر
ويحفظ فيك ارحام رسول الله -	اور لحاظ کرے تیرے معاملہ میں رسول کی قرابتوں کا۔

یہاں تک تو امام موسیٰ کاظم کا خط تھا ایک شخص جعفری جو اس کا راوی ہے اس نے اپنی طرف سے یہ فقرہ بڑھا دیا ہے کہ یہ خط حسب اتفاق ہارون رشید کے ہاتھ میں پہنچ گیا اور اُس نے اس مضمون کو پڑھکر یہ کہا کہ لوگ مجکو موسیٰ بن جعفر پر بھڑکاتے تھے مگر وہ امامت کے خیال سے بری ہے۔

مقصد اس ضمیمہ کے بڑھانے سے یہ ہے کہ یہ ضمیمہ تقیہ کا قرینہ بن جائے یعنی اگرچہ امام

وعلیّ المشترکین فی التذلل للّٰہ وطاعتہ	ایک موسی بن عبداللہ جعفر (یعنی امام موسی کاظم) دوسرے علی (یعنی اونکے بیٹے امام رضا) یہ دونون اس امر مین شریک ہین کہ اللہ کی عبادت اور بندگی کرتے ہین۔
الی یحیی بن عبد اللہ بن الحسن اما بعد فانی احذرک اللہ ونفسی اتانی کتابک تذکر فیہ انی مدع وابی من قبل وما سمعت ذلک منی وستکتب شہادتہم ویسئلون۔	طرف یحیی بن عبداللہ بن حسن کے۔ بعد حمد و نعت کے مطلب یہ ہے کہ مین ڈرتا ہون تجھکو اور اپنی ذات کو اللہ سے آیا میرے پاس تیرا خط تو اوس مین ذکر کرتا ہے کہ مین امامت کا مدعی ہون اور اس سے پہلے میرا باپ بھی مدعی تھا اور نہین سنا ہے تو نے یہ مجھسے۔ اور لکھی جاوے گی اونکی گواہی اور وہ پوچھے جاوین گے (یعنی جو لوگ مجھپر اور میرے باپ پر یہ افترا کرتے ہین کہ ہم نے امامت کا دعوی کیا قیامت کے دن اللہ اونسے اس افترا کا مواخذہ کریگا)
وذکرت انی ثبطت الناس عنک لرغبتی فی ما فی یدیک وما منعنی من مدخلک الذی انت فیہ لو کنت راغبا ضعف عن سنۃ ولا قلۃ بصیرۃ بحجۃ۔	اور تو نے ذکر کیا ہے کہ مین نے لوگون کو تیری بیعت سے اس لئے روکا کہ مجکو اوس امامت کی رغبت تھی جو تیرے ہاتھ مین ہے۔ اور مین نے جو یہ دعوی نہین کیا جو تو نے کیا ہے اسکی وجہ یہ نہین کہ علم سنت مجکو کم ہے یا دلیل کے سمجھنے مین میرا ذہن کمی کرتا ہے پس اگر مجکو رغبت ہوتی تو مین بھی یہی کر سکتا تھا۔

آب ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہین کہ امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم نے جو نبی امامت سے انکار کیا یہ جھوٹ تھا یا سچ اگر سچ تھا تو فی الواقع امام نہ تھے اسلئے کہ اپنی امامت سے انکار کرتے تھے اور اونکا کلام سچا ہی اور اگر یہ قول اونکا جھوٹ ہی تب بھی امام نہین اسلئے کہ جس شخص کی زبان پر جھوٹ جاری ہو وہ ہرگز امام نہین ہوسکتا۔

اسکی کیا وجہ کہ جب امام کا قول انکار امامت کا ثابت ہوجائے تو ہم امام کا یہ قول نہ مانین اور شیعون کا یہ قول مان لین کہ امام نے بنظر مصلحت جھوٹ بولا ہے۔

رسول معصوم نے کافرون کی ایذائین اوٹھائین مگر کبھی اپنی رسالت سے انکار نہین کیا پس امام معصوم کو بھی یہ جائز ہنوگا کہ اپنی امامت سے انکار کرے اس لئے کہ جسطرح رسول کا قول حجت ہے اسی طرح امام کا قول بھی حجت ہی۔ اور جو امام کسی کے سامنے اپنی امامت کا اقرار کرے اور کسی کے سامنے اپنی امامت کا انکار کرے وہ ہرگز امام نہین اس لئے کہ اُس کے قول کا اعتبار نہین۔

اب فرض کرلو کہ اللہ ان ایمہ کی کچھ حمایت اور محافظت نہین کرتا تھا اور اپنے لُطف کو اونسے روک کر اونکو ایسی حالت مین بھی مبتلا کردیتا تھا تاکہ وہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہون اور یہ جو اللہ نے فرمایا ہے کہ وھو یتولی الصالحین یعنی صالحین کا اللہ کارساز اور کفیل ہوتا ہے اُن صالحین مین ایمہ شامل نہ تھے اور اُن ایمہ کو صبر وتحمل بھی ایسا نصیب نہین ہوتا تھا کہ حضرت سلمانؓ کی طرح ایذا اوٹھاوین اور موت گوارا کرین مگر جھوٹ نہ بولین اور امر حق کو بیدھڑک بیان کرین اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرین۔

سلہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد اول صفحہ ۱۳۵

موسی کاظم اور آپکے باپ امام جعفر صادق درحقیقت مدعی امامت تھے اور خلیفہ ہارون
غاصب خلافت تھا مگر امام کی یہ بہت بڑی چالاکی تھی کہ اونہون نے اپنی اور اپنے باپ
کے دعوی امامت سے انکار کر دیا اور خلیفہ غاصب خلافت کی جھوٹی خوشامد کی اور اسی
چالاکی کی بدولت امام موسی کاظم نے خلیفہ کو اپنے اوپر مہربان کر لیا اور اس قسم کی چالاکیوں
اور خوشامدون سے امام اپنا تقرب ایسا بڑھا لے گئے کہ خلیفہ مامون رشید نے اونکو
اپنا ولیعہد بنانے کا قصد کیا۔

مگر اہل انصاف جانتے ہیں کہ ایسی ناجائز چالاکیان اُن دنیا دارون کا شیوہ
ہیں جو دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہین اور ناحق اور خلاف واقع کلام کہنے اور امرا کی
جھوٹی خوشامد کرنے مین اونکو خدا کا خوف نہین آتا ۔ امام معصوم کی یہ شان نہین کہ
جھوٹی بات اونکی زبان یا قلم سے نکلے ۔ اور جھوٹی خوشامد سے وہ خلیفہ کے مزاج مین
رسوخ حاصل کرین ۔ جب وہ امام معصوم ہین اور سب مسلمانون پر اونکی اطاعت فرض ہے
تو ضرور ہے کہ جو کلام اونکی زبان سے نکلے اُسکے ظاہر مطلب پر ایمان لانا اسیطرح
واجب ہوگا جیسے اللہ اور رسول پر ایمان لانا واجب ہے۔

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ جسکو امام معصوم بناوے گا اور تمام جہان پر اوسکی ہر بات پر ایمان
لانا فرض کرے گا تو بمقتضاے لطف و کرم کم سے کم اتنی حمایت اُسکی ضرور کرے گا کہ
وہ جھوٹ بولنے اور جھوٹی خوشامد کرنے پر مجبور نہ ہون ۔ اور اگر امام بنظر مصلحت
کبھی جھوٹ بھی بولا کرے تو اُس کے معصوم ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔

وصدق آبائک الصالحین ولا تخافن الا اللہ وانت فی حرز وامان	اور تصدیق کر اپنے بزرگان صالحین کی اور اللہ کے سوا کسی سے ہرگز خوف نکر اور تو حفاظت اور امن مین ہیگا۔

پس ثابت ہوگیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو تقیہ منع تھا اور اونکو حکم تھا کہ بخوف ہو کر دین کو ظاہر کرو اللہ تمھاری امن و حفاظت کا ذمہ دار ہی۔ بھلا ایسی حالت مین امام جعفر صادق کو کسکا خوف تھا پھر وہ امر حق سے انکار کیون کرتے اونکو تو حکم تھا کہ اپنے باپ دادا کی تصدیق کرو پھر اگر مسئلہ امامت حق تھا اور امام جعفرؑ نے اسکا انکار کیا تو اپنے بزرگون کی تکذیب کی۔

امام جعفر صادق تو ایسے صابر اور مستقل تھے کہ جب اونپر سخت تشدد کیا گیا اور جان اور مال اور اولاد کے تلف کر دینے کی دہمکی دی گئی اور قید مین بھیجدیا گیا اُس وقت مین بھی انہون نے تقیہ نہین کیا چنانچہ اصول کافی[1] کے باب فیصلۃ المحق والمبطل مین مذکور ہی کہ عبداللہ محض کے بیٹے محمد نے جب خروج کا قصد کیا تو زید شہید کا بیٹا عیسی اوسکا بڑا معتمد اور وزیر تھا اُس نے محمد سے اجازت لیکر امام جعفر صادقؑ کو محمد سے بیعت کرنے کے لئے بلوایا۔

قال فواللہ لبثنا اذ اتی بابی عبد اللہ علیہ السلام فقال لہ عیسی بن زید اسلم تسلم فقال ابو عبد اللہ احدثت نبوۃ بعد محمد صلی اللہ علیہ والہ فقال	عبداللہ محض کا بیٹا موسیٰ جو اس حدیث کا راوی ہے وہ کہتا ہے کہ تھوڑی دیر مین لوگ امام جعفر صادق کو لے آئے۔ تو عیسی بن زید نے کہا کہ اطاعت قبول کر تاکہ سلامت رہے تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد کوئی نئی نبوت نکالی ہی۔ تو محمد بن عبداللہ

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صـ۲۲۹

اور اسم اعظم اور رسول کے ہتھیار اور عصاے موسی اور خاتم سلیمان وغیرہ جو انکے پاس تھے وہ بھی محض بیکار تھے اور اگرچہ حضرت علیؑ نے ان چیزون سے کبھی کبھی کچھ کام لیا تھا مگر ایسے کچھ کام نہین لے سکتے تھے تب بھی تو جھونٹ بولنا وہین تک معاف ہوگا جہانتک اوسکی ضرورت ہو گی۔ پس یحیی بن عبد اللہ کے خط کا اگر امام موسی کاظم کچھ جواب دیتے اور اُسکا خط پھاڑکر پھینکدیتے تو اونپر کیا آفت آتی۔ اور بے وجہ وہ امر حق سے کیون انکار کرتے۔ پس یہ یقینی بات ہے کہ امام موسی کاظم نے جو کچھ لکھا وہ سچ لکھا اونھون نے کبھی امامت کا دعوی نہین کیا اور خلیفہ کی اطاعت بھی وہ واجب سمجھتے تھے اس لئے کہ اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔ چنانچہ جناب امیر نے بھی یہی فرمایا تھا کہ مجھے چھوڑ دو اور امامت کے لئے کسی اور کو ڈھونڈلو شاید مین اوسکی اطاعت تم سے زیادہ کرونگا۔

امام جعفر صادقؑ نے جو اپنی امامت سے انکار کیا اُس مین تقیہ کا خیال کسی طرح نہین ہو سکتا اس لئے کہ اُن دو آدمیون سے کیا خوف تھا۔ قطع نظر اس کے اللہ کی طرف سے اونکو تقیہ کی ممانعت تھی چنانچہ عہدنامہ کا سرمہر لفافہ جو اونکے لئے عرش سے اُترا تھا وہ اصول کافی[۱] مین اسطرح منقول ہے۔

ثم دفعہ الی ابنہ جعفر ففك خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتھم وانشر علوم اھل بیتك۔	پھر امام باقر نے دیا وہ لفافہ اپنے بیٹے جعفر کو اونھون نے اُسکی مُہر توڑی تو اُس مین یہ عبارت پائی۔ حدیث سنا لوگون کو اور اونہین مسائل کا فتوی دے اور اپنے اہل بیت کے علوم کو شایع کر۔

[۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صہ۱۷۳

او تراك تسجنني قال نعم فالذي
اكرم محمدا صلى الله عليه وآله
بالنبوة لاسجننك ولاشددن
عليك فقال عيسى بن زيد
احبسه في المخبا فقال له
ابو عبد الله عليه السلام اما
والله اني ساقول ثم اصدق
فقال له عيسى بن زيد لو تكلمت
لكسرت فمك فقال له ابو
عبد الله عليه السلام اما
والله يا اكشف يا ازرق لكاني
بك تطلب لنفسك جحرا تدخل
فيه وما انت في المذكورين
عند اللقاء واني لاظنك
اذا صفق خلفك طرت مثل
الهيق النافر فنفر عليه محمد بانتهار
احبسه وشدد عليه واغلظ عليه
وقام اليه السراقي بن

کہا اے محمد تیری یہ رائے ہے کہ تو مجکو قید کریگا اُس نے
کہا ہان اور قسم ہے اُس اللہ برتر کی جس نے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ کو نبوت کا شرف دیا البتہ مین تجکو قید کرونگا
اور تجھپر تشدد کرونگا۔ تو عیسی بن زید نے کہا کہ
اس کو گودام کے مکان مین قید کرو تو اُس سے امام
نے فرمایا کہ مین ایک بات کہتا ہون آخر کو وہی سچ ہوگی
تو اُس سے عیسی بن زید نے کہا کہ اگر تو نے بات کی تو
مین تیرا موہنہ توڑ دونگا۔
تو امام نے فرمایا کہ ہان واللہ اے منحوس اے نیلی
آنکھون والے گویا یہ حالت میرے سامنے ہے کہ تو اپنی
جان کے واسطے ایک سوراخ ڈھونڈتا ہوگا کہ اُس مین پناہ
لے۔ اور نہین ہے تو اُن بہادروں مین جو لڑائی کے
وقت یاد کئے جاتے ہین اور میرا یہ گمان ہے کہ جب تیرے
پیچھے تالی پیٹے جاوے گی تو تو شتر مرغ کی طرح بھاگیگا
تو مسلط کیا سپاہی محمد نے امام پر جھڑکنے کے لئے اور
یہ حکم کیا کہ اس کو قید کرا اور اوسپر تشدد کرا اور اُس سے
سخت کلامی کر۔ اور اوٹھا امام کی طرف سراقی بن

محمد لا ولكن بايع تامن على
نفسك ومالك وولدك
ولا تكلفن حربا فقال له ابو
عبد الله يا ابن اخي عليك
بالشباب ودع عنك الشيوخ
فقال له محمد والله لا بد من
ان تبايع فقال ابو عبد الله
والله والرحم ان تدبر عنا
تالله لتبايع طائعا او كارها
ولا تحمد في بيعتك
فابى عليه اباء شديدا فامر
به الى الحبس فقال له عيسى
بن زيد اما ان طرحناه في
الحبس وقد خرب السجن
وليس اليوم عليه غلق خفنا
ان يهرب منه فضحك ابو عبد الله
عليه السلام ثم قال لا حول ولا قوة
الا بالله العلي العظيم

نے جواب دیا کہ نہین - اور لیکن بیعت کر تو تجھکو جان
اور مال اور اولاد کی امن ملے اور تجھکو لڑنے کی تکلیف
نہین دی جاے گی تو امام جعفر صادقؑ نے اُس سے کہا
کہ اے میرے بھتیجے جوانون سے بیعت لے اور بوڑھون
کو چھوڑ دے - تو محمد نے اونسے کہا کہ واللہ ضرور تجھکو
بیعت کرنے پڑے گی تو امام نے فرمایا کہ تجکو اللہ کی
اور حق قرابت کی قسم ہے کہ تو ہمسے درگذر کر محمد نے کہا
واللہ تجھکو بیعت کرنا پڑے گی خوشی سے بیعت کر یا
مجبوری سے - اور اگر تو نے مجبور ہو کر بیعت کی تو لوگ
تیری اس بیعت کو پسند نکرین گے تو امام نے بیعت سے
سخت انکار کیا تو محمد نے حکم کیا امام کو قیدخانہ مین
لیجانے کا - تو عیسی بن زید نے اُس سے کہا کہ اگر ہم اُسکو
قیدخانہ مین بھیجین اور بیشک خراب ہو گیا ہے قیدخانہ
کا مکان اور نہین ہے اُس مین بندش ہم کو خوف ہے
کہ یہ اُس مین سے بھاگ جاوے گا - تو ہنسے امام
علیہ السلام پھر فرمایا کہ نہین ہوتی حالت کی تبدیلی اور
نہین ہوتی قوت مگر اللہ غالب برتر کے حکم سے -

اوسی طرح اجازت تھی جیسے مکہ کو فتح کرنے کی اجازت تھی اور چونکہ یہ جہاد خلفائے ثلثہ کے زمانہ مین واقع ہوئے اس سے ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلثہ امام عادل مفروض الطاعۃ تھے اس لئے کہ کافی کی کتاب الجہاد[۱] مین امام جعفر صادق سے یہ بھی منقول ہے کہ جو امام مفروض الطاعۃ نہ ہو اوس کے ساتھ ہو کر قتال کرنا ایسا حرام ہے جیسے مردار جانور کا گوشت یا خون یا خنزیر کا گوشت۔ اور جب خلفائے ثلثہ امام مفروض الطاعۃ ہو گئے اور اللہ کی طرف سے جہاد کی اونکو اجازت ہوئی تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے واسطے جو نص امامت کا دعوی کیا جاتا ہے وہ خود بخود باطل ہو گیا۔

اب ہم اوس حدیث طویل کا حاصل مطلب کافی[۲] کی کتاب الجہاد سے نقل کرتے ہین۔ **راوی کہتا ہے** کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ کی طرف بلانا اور جہاد کے لئے لوگوں کو بلانا خاص کسی قوم سے مختص ہے یا ہر شخص کو جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہو یہ جایز ہے کہ لوگون کو اللہ کی طرف بلا وے اور جہاد کی طرف بلا وے۔ **امام** نے فرمایا کہ یہ کام خاص ایک گروہ کا ہے اونکے سوا دوسرے کو حلال نہیں اور نہ کھڑا ہووے اس کام پر مگر وہی شخص جو اوس گروہ میں سے ہو **راوی کہتا ہے** کہ مین نے پوچھا وہ کون لوگ ہین **امام** نے فرمایا کہ جو شخص جہاد کی اون شرطون پر قایم ہو جو اللہ نے مجاہدین پر فرض کی ہیں اوسی کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ لوگون کو اللہ کی طرف بلاوے اور جو شخص اون شرطون پر قایم نہ ہو اوس کو نہ جہاد کی اجازت ہے نہ اللہ کی طرف کسی کو بلانے کی۔ **راوی** نے اسکی تفصیل پوچھی تو **امام** نے فرمایا کہ اللہ کی طرف بلانے والون کے مراتب ہین اللہ

[۱] فروع کافی کتاب الجہاد مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۱۴ [۲] فروع کافی کتاب الجہاد مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۰۹

سلنج الحوت فدفع فی ظہرہ حتی ادخل السجن واصطفی ما کان لہ من مال وما کان لقومہ ممن لم یخرج مع محمد

سلخ الحوت پھر اُس نے امام کی پیٹھ مین دھکا دیا اور اونکو جیلخانہ مین داخل کیا۔ اور ضبط کرلیا جو امام کے پاس مال تھا۔ اور جو اونکی قرابت والون کے پاس مال تھا جنھون نے محمد کے ساتھ خروج نہین کیا تھا۔

اس قصہ پر غور کرو کہ محمد بن عبد اللہ کی طرف سے امام پر کیسی کیسی سختی کی گئی اور جان اور مال اور اولاد تلف کردینے کی دہمکی دی گئی اور کیسی سخت زبانی اور شدت ہوئی آخر قید میں بہیجدیے گئے اور کل مال اونکا اور اونکے ساتھیون کا ضبط کیا گیا مگر امام نے یہ تمام سختیاں جھیلین اور تقیہ نکیا۔ پھر بھلا کیونکر ممکن ہو کہ یہی امام جعفر صادق دو آدمیون کے خوف سے ایسا تقیہ کرین کہ اپنی امامت منصوص من اللہ سے انکار کردین پس اس مین کچھ شک نہین کہ امام نے جو امامت سے انکار کیا وہ اونکا سچا کلام تھا ہرگز جھوٹا نہ تھا۔ اور وہ ہرگز ایسی امامت کے مدعی نہ تھے جو شیعون نے فرض کرلی ہے اور چونکہ ایک امام کا قول سب امامون کا قول ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ تمام ائمہ امامت فرض کردہ حضرات شیعہ سے انکار کرتے تھے۔

اب ہم کافی کی ایک طویل روایت کا حاصل نقل کرتے ہین جس سے خلفائے ثلثہ کے بہت سے مناقب ثابت ہوتے ہین اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگون نے رسول کے بعد بعض مشرکین عرب اور کسری اور قیصر سے جہاد کیے اونکو اللہ کی طرف سے اس جہاد کی

مہاجرین پر دو طرح ظلم ہوا ایک یہ کہ اہل مکہ نے اونکو اونکے
گھروں اور جائدادوں سے نکالا پس اہل مکہ سے اونھوں نے
اللہ کے اذن کے بموجب قتال کیا دوسرے یہ کہ کسریٰ اور قیصر
وغیرہ قبائل عرب و عجم نے بھی اونپر ظلم کیا اس لئے کہ کسریٰ اور
قیصر وغیرہ کے پاس جو نعمتیں ہیں اونکے حق دار مومنین تھے۔
اور مومنین کو ان نعمتوں سے محروم کرکے کسریٰ اور قیصر وغیرہ کا
ان نعمتوں پر قبضہ کرنا ظلم تھا پس کسریٰ اور قیصر وغیرہ سے بھی
ان مہاجرین نے اللہ کے اذن کے مطابق قتال کیا۔ اور اسی
آیت کی حجت سے ہر زمانہ کے مومنوں کو قتال جایز ہے"

چنانچہ اس مضمون کی عبارت اصل حدیث کی ہم بعینہٖ نقل کرتے ہیں جو امام جعفر صادق
کا قول ہے۔

المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم	مہاجرین پر دو طرح ظلم کیا گیا۔ ظلم کیا اونپر اہل مکہ نے اسطرح کہ اونکو اونکے گھروں اور جائدادوں سے نکالا

خود بندون کو اپنی طرف بلاتا ہی اور اُس نے نبی کو بھی یہ حکم کیا ہے کہ اللہ کی راہ کی طرف
لوگون کو بلاوین اس کے بعد اس طویل روایت مین اصحاب اور اتباع رسول کے بہت سے
مناقب منقول ہین جنکو جہاد کی اجازت اللہ کی طرف سے تھی اور مجاہدین کی شرائط یہ مذکور ہین
کہ وہ گناہون سے توبہ کرنے والے ہون شرک نہ کرتے ہون ہر حالت مین اللہ کی حمد کرتے
ہون روزہ اور نماز اور امر معروف اور نہی منکر کے پابند ہون اور اونکے واسطے اللہ نے
یہ شرط بھی لگائی ہی کہ وہ مظلوم ہون۔ چنانچہ آیت [۱] اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا
مین اونکے لئے جہاد کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور کسی شخص کو اللہ کی طرف سے جہاد کی اجازت
نہین ہوتی جب تک کہ وہ مظلوم نہ ہو اور کوئی شخص مظلوم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مومن نہو
اور کوئی شخص مومن نہین ہوسکتا جب تک کہ ایمان کی شرائط اوسمین موجود نہ ہون اور
جو شخص شرائط ایمان مین کامل نہ ہو وہ خود ظالم ہے اور اوسپر مومنین کو جہاد واجب ہے
اور اُس کو ہرگز اللہ کی طرف سے جہاد کرنے کی اجازت نہین ہی **راوی** کہتا ہے کہ
مین نے پوچھا کہ آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ اُن مہاجرین کے حق مین نازل ہوئی تھی
جنپر مشرکین مکہ نے ظلم کیا تھا پس جن لوگون نے مشرکین مکہ کے سوا دوسرے قبایل عرب سے
جہاد کیا اور کسریٰ اور قیصر سے جہاد کیا اونکا کیا حال ہوگا ؟

امام نے فرمایا کہ :-

---

[۱] یہ آیت جزو ہفتدہم سورہ حج مین واقع ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جن مومنین سے کفار جنگ کرتے ہین
اونکو جہاد کی اجازت دی گئی اس لئے کہ اونپر ظلم ہوا ہے اور وہ اس وجہ سے کہ اللہ کو اپنا رب بتاتے
تھے ناحق اپنے گھرون سے نکالے گئے۔

کسریٰ فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ مسلمانوں نے جو فارس پر جہاد کیا وہ اللہ کی اذن کے مطابق تھا اور جو ملک کسریٰ سے چھینا وہ اُن مجاہدین کا حق تھا تو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حسب تفسیر امام معصوم یہ بشارت قرآن مین بھی مذکور ہے چنانچہ اللہ نے خبر دی ہے کہ مسلمان اللہ کی مدد سے ملک فارس کو فتح کرین گے اور مومنین اُس سے خوش ہونگے یہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ کافی کی[1] کتاب الروضہ مین منقول ہے۔

عن ابی عبیدۃ قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن قول اللہ عزوجل الٓمٓ غلبت الروم فقال ان لہذا تاویلا لا یعلمہ الا اللہ والراسخون من آل محمد۔	ابو عبیدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے آیۃ (الٓمٓ غلبت الروم)[2] کے معنی پوچھے تو امام نے فرمایا کہ اس آیۃ کے معنی ایسے ہین کہ نہین جانتا اونکو مگر اللہ اور کامل علم والے آل محمد سے۔
الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وھی الشامات وما حولھا وَھُمْ یعنی فارس مِنْ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیُغْلَبُوْنَ[3] یعنی یغلبھم المسلمون فِيْ بِضْعِ سِنِیْنَ	مغلوب ہو گئی روم قریب کی زمین مین اور وہ ممالک شام اور اُسکے پاس کے ملک تھے (جو فارس کی حد پر تھے اور شاہ فارس نے اونکو فتح کیا تھا) اور وہ (یعنی اہل فارس) بعد غالب ہونے کے جلد مغلوب ہونگے (یعنی غالب ہونگے اونپر مسلمان) چند سال کے بعد۔

[1] کافی کی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو صفحہ ۱۲۷ [2] یہ آیۃ اکیسوین پارہ مین سورہ روم کے شروع مین واقع ہے ۱۲
[3] قرآن مروجہ مین لفظ (سیغلبون) بفتح یا و کسر لام بصیغہ معروف لکھا ہے مگر اس حدیث مین ضم یا و فتح لام یعنی صیغہ مجہول کی قرات اختیار کی گئی ہے ۱۲

فقاتلوھم باذن اللہ لھم فی ذلک وظلمھم کسرے وقیصر ومن کان دونھم من قبائل العرب والعجم بما کان فی ایدیھم مما کان المومنون احق بہ منھم — فقد قاتلواھم باذن اللہ عزوجل لھم فی ذلک بحجۃ ھذہ الایۃ یقاتل مومنو کل زمان —	تو مہاجرین نے اہل مکہ سے قتال اسلئے کیا کہ اللہ نے اونکو اس قتال کا اذن دیا۔ اور ظلم کیا اونپر کسری اور قیصر اور اُنکے سوا دوسرے قبائل عرب و عجم نے بسبب اُس دولت کے جو اونکے ہاتھ مین تھی جسکے زیادہ مستحق بمقابلہ اُن کافرون کے مومنین تھے — پس مہاجرین نے کسری اور قیصر وغیرہ سے بھی جہاد کیا اس لیئے کہ اللہ نے اسکا اونکو اذن دیا تھا۔ اور اسی آیت کے مطابق ہر زمانہ کے مومنین قتال کر سکتے ہین

آب اہل انصاف ملاحظہ فرماوین کہ کسری اور قیصر سے قتال کرنے والا خلفای ثلاثہ کے سوا اور کون تھا۔ پس انھین خلفا اور اونکے ساتھیون کے نسبت امام جعفر صادق نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ مہاجرین تھے اور اونپر اہل مکہ نے بھی ظلم کیا تھا اور کسری اور قیصر وغیرہ نے بھی ظلم کیا تھا اور ان سب سے انھون نے اللہ کے حکم کے مطابق قتال کیا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ امام عادل تھے ورنہ اونکے ساتھ ہو کر قتال جایز نہ ہوتا اور اونکا جہاد اللہ کے حکم کے مطابق نہ ہوتا اور نیز وہ مومن کامل اور جہاد کی شرائط سے موصوف تھے۔ الحمد للہ علی ثبوت المطلوب —

امام جعفر صادق نے صاف فرمایا مجاہدین کے اوصاف سے وہ تھے موصوف مناقب خلفا کا ہوا ثبوت ایسا	جنھون نے قیصر و کسری کو کردیا پامال کیا اُنھون نے باذن خدا جہاد و قتال کہ منکرون کو بھی انکار کی رہی نہ مجال

اب اسی کی تائید مین ایک دوسری روایت روضۂ کافی مین موجود ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخندق مروا بکدیۃ فتناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ المعول من ید امیر المومنین علیہ السلام او من ید سلمان ۔ فضرب بہا ضربۃ فتفرقت بثلث فرق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لقد فتح علیّ فی ضربتی ہذہ کنوز کسری وقیصر	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودا تو ایک پتھر پر پہونچے تو لیلیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیشہ امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے یا سلمان کے ہاتھ سے ۔ پھر اوسکی ایک ضرب ماری تو اس پتھر کے تین ٹکڑے ہو گئے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بیشک فتح ہو گئے مجھپر میری اس ضرب مین خزانے کسری اور قیصر کے

کسرےٰ فارس کے بادشاہ کو کہتے ہین اور قیصر روم کے بادشاہ کو کہتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ کسرےٰ اور قیصر کے خزانے مجھپر فتح ہو گئے اور درحقیقت وہ خلفا کے زمانہ مین فتح ہوئے پس ثابت ہوا کہ خلفا کے ہاتھ پر فتح ہونا رسول کے ہاتھ پر فتح ہونا تھا اس لئے کہ خلفا نائب رسول تھے۔

یہ بھی منقول ہے کہ کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نامہ چاک کر دیا تھا اور اوسکے جواب مین تھوڑی سی خاک بھیجدی تھی۔ چنانچہ حیات[1] القلوب مین لکھا ہے۔

"وبروایت دیگر مشت خاکے از برای آنحضرت فرستاد حضرت فرمود کہ امت من بزودی مالک زمین او خواہد شد چنانکہ خاک از برائے من فرستاد۔"

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوا اور جو گستاخی کسریٰ نے رسول کی خدمت

[1] حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۱۹۴

لله الامر من قبل ومن بعد ویومئذ	اللہ کے لئے ہے حکم پہلے سے اور پیچھے سے اور اُس دن
یفرح المؤمنون بنصر الله ینصر من یشاء	خوش ہونگے مومنین اللہ کی مدد سے اللہ مدد کرتا ہے جسکی
فلما غزا المسلمون فارس فافتتحوها	چاہتا ہے۔ پھر جب کہ جہاد کیا مسلمانون نے فارس کا اور
فرح المسلمون بنصر الله قال قلت	اُسکو فتح کیا تو مسلمان اللہ کی مدد کرنے سے خوش ہوئے۔
الیس الله عز وجل یقول فی بضع	راوی کہتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ کیا اللہ نے چند سال کا
سنین وقد مضی للمؤمنین سنون	ذکر نہین کیا۔ اور بیشک گذرے مومنین کے لئے بہت سے
کثیرۃ مع رسول الله صلی علیه	برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ اور خلافت ابی بکر
آله وفی امارۃ ابی بکر وانما غلب	مین اور نہین غالب ہوئے مومنین فارس پر مگر زمانہ خلافت
المؤمنون فارس فی امارۃ عمر	عمر مین۔ تو امام نے فرمایا کہ کیا مین نے تجھے نہیں کہا
فقال الم اقل لکم ان لهذا تاویلا	کہ اس آیت کی خاص تاویل اور تفسیر ہے اللہ کو اختیار ہے
وتفسیر الله المشیۃ فی القول	قول مین کہ پیچھے کر دے اُسکو جسکا پہلے ہونا بیان کیا ہے
ان یؤخر ما قدم ویقدم ما اخر	اور پہلے کر دے اُسکو جسکا پیچھے ہونا بیان کیا ہے۔
فی القول الی یوم یحتم القضاء	اُس دن تک کہ قطعی طور پر حکم جاری کرے مومنین پر مدد
بنزول النصر علی المؤمنین	نازل کرنے کا۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اللہ کی مدد سے عمرؓ نے سلطنت کسریٰ یعنی ملک فارس کو فتح کیا اور مومنین اس فتح سے بہت خوش ہوئے اور یہ ایسی خوشی تھی جسکی پہلے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین خبر دی تھی اور وعدہ کیا تھا۔

شیعون نے خیال باندہ لیا ہے باطل ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے خلیفہ کو معین نہ کیا بلکہ یون فرمایا کہ جو کوئی میرے بعد والی ہو سکے اُسے یہ وصیت ہے۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ امر خلافت کو بظاہر مشورہ مومنین پر چھوڑا پس مذہب اہل سنت بخوبی ثابت ہو گیا مگر دل مین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو امر تقدیری معلوم تھا کہ پہلے خلیفہ ابو بکر ہونگے اس لئے وہ دل مین جانتے تھے کہ یہ وصیت خاص ابو بکر سے ہے سیاق کلام سے صاف ظاہر ہے کہ رسول خلیفہ سے بھی راضی تھے اور اپنی امت سے بھی راضی تھے ورنہ غاصب خلیفہ سے اسطرح کلام نہ کرتے بلکہ جہانتک ممکن ہوتا یہی تاکید کرتے کہ خلافت حق علیؓ ہے کوئی اس امر مین مزاحمت نہ کرے اور امت کے لوگ اگر مرتد ہو جانے والے ہوتے جیسے کہ شیعون کا گمان ہے تو اونکی اسطرح سفارش نہ کرتے اور یہ جو فرمایا کہ میری فوج کو دشمن کے ملک مین زیادہ نہ دیکھو یہ وصیت تو غاصب خلافت سے کسطرح مناسب تھی اس لئے کہ اُس کو کافرون پر جہاد کرنا اور امت کو اُس کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کو نکلنا شرعًا جائز نہ تھا پس غاصب خلیفہ سے اگر کہتے تو یہ کہتے کہ وہ ہرگز جہاد کا ارادہ نہ کرے اور امت سے کہتے کہ اگر علیؓ کے سوا کوئی اور خلیفہ بنجاوے تو اُس کے ساتھ شریک ہو کر لڑنا مستحق جہنم بننا ہے۔

اسی قسم کی ایک وصیت رسول کی جو جہاد خلفا سے متعلق ہے حیات القلوب[1] مین بحوالہ ابن شہر آشوب منقول ہے۔

"فرمود کہ چون مصر را فتح کنید قبطیان را نگشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشانست

[1] حیات القلوب جلد دوم مطبوعہ لکھنو ص۳۴۴

مین کی تھی اُس کا انتقام حضرت عمرؓ نے لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین خلفا کو امر خلافت سے متعلق خاص خاص ضروری ہدایتین بھی فرما گئے تھے چنانچہ حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"کلینی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ جبرئیل امین از جانب خداوند عالمیان خبر وفات حضرت رسول را آورد در وقتے کہ آنحضرت را ہیچ درد سے والمے نبود پس حضرت رسول فرمود کہ درمیان مردم ندا کردند کہ جمع شوند و مہاجران و انصار را حکم فرمود کہ اسلحہ خود را بپوشند چون مردم جمع شدند حضرت بر منبر برآمد و خبر فوت خود را بایشان گفت و فرمود کہ خدارا بیاد کسے مے آورم کہ بعد از من والی شود بر امت من کہ البتہ رحم کند بر جماعت مسلمانان و پیران ایشان را بزرگ شمارد و ضعیفان ایشان را رحم کند و عالم ایشان را تعظیم نماید و ضرر بایشان نہ رساند کہ باعث مذلت ایشان گردد و فقیر نگرداند ایشان را کہ موجب کفر ایشان شود و در خود را بر روے ایشان نہ بندد کہ اقویاء ایشان بر ضعیفان مسلط شوند و ایشان را در سرحد کافران بسیار حبس نہ نماید کہ باعث قطع نسل امت من گردد پس فرمود کہ تبلیغ رسالت کردم و خیر خواہی شما بجا آوردم پس ہمہ گواہ باشید حضرت صادق فرمود کہ این آخر سخنے بود کہ آنحضرت بر منبر گفت۔"

یہ رسول کی آخری وصیت تھی اور تمام مطالب اُسکے معاملہ خلافت سے متعلق تھے باانیہمہ حضرت علیؓ کی نص امامت کا اُس مین ذکر نہین اس سے ثابت ہو گیا کہ نص امامت جس کا

---

[1] حیات القلوب مطبوعہ لکھنو جلد ۲ صفحہ ۶۲۹۔

مین دیدی جائے چنانچہ اُس نے امام حسین علیہ السلام کو پسند کرلیا اور حضرت علیؑ نے اُسکا نام شہربانو رکھا اور امام زین العابدینؒ اُسی کے بطن سے پیدا ہوئے - یہ تمام قصہ اصول کافی مین مذکور ہے - اب اگر فارس کا جہاد جائز نہ تھا اور مجاہدین شرائط جہاد سے موصوف نہ تھے تو وہ بھی مال مغصوب سمجھی جائے گی -

ان تمام روایات کے ساتھ آیت استخلاف کو ملاؤ جسکو جناب امیر نے بھی حضرت عمرؓ کی خلافت پر صادق کیا تھا اور رسول کے اس وعدہ کو یاد کرو کہ آپ نے خانہ کعبہ مین حجر اسمعیلؑ پر کھڑے ہوکر سب سے پہلے قریش کو دین اسلام کی دعوت کی تو یہ فرمایا کہ اگر تم شرک کو چھوڑکر ایمان قبول کروگے تو عرب کے بادشاہ ہوگے اور اہل عجم بھی تمھارے فرمانبردار ہوجائینگے اور بہشت مین بھی تم بادشاہ ہوگے -

ان تمام مطالب پر بنظر انصاف تامل کرنے کے بعد اُن مسلمانون کو جو تعصب سے خالی ہون یقین قطعی ہوجاتا ہے کہ نص امامتِ علیؑ جسکا شیعہ دعوی کرتے ہین باطل ہے اور خلفائے ثلثہ کی خلافت برحق اور موعود من اللہ تھی -

آیت استخلاف کے سوا قرآن کی اور بھی بہت سی آیتیں ہین جنمین حقیقت خلافت خلفائے راشدین اور فضائل مہاجرین و انصار اور مناقب تمام صحابہ عموماً نہایت وضاحت کے ساتھ مذکور ہین اور چونکہ وہ آیات تمام علمائے مناظرین نے اپنی کتابون مین لکھی ہین اور اُنکی بحث علما مین مشہور ہے اسلئے اس مختصر کتاب مین ہمنے اُنکے ذکر کی ضرورت نہ سمجھی -

خلفائے ثلثہ کے جہاد جو بعد رسول کے ہوئے جنکی وجہ سے اُنھون نے اکثر اطراف عالم کو

سلہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد دوم صفحہ ۱۰۶ ، سلہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ جلد دوم صفحہ ۱۰۱ و جلد سوم صفحہ ۹۵

وفرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد چون آنرا فتح کنید کلیسیائیکہ در جانب شرقی آن واقع است آن را مسجد کنید۔"

بھلا رسول اس قسم کی وصیتین اُن لوگون سے کیون کرتے جنکی لڑائیان جہاد نہون بلکہ شرعاً ناجائز ہون۔ **حیات القلوب** میں لکھا ہے۔[1]

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پرمو بود وپس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دستہائے خود کردہ باشی پس چون در زمان عمر فتح مداین کردند عمر او را طلبید و دست رنجہای بادشاہ عجم را در دستہائے او کرد۔	ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مالک بن سراقہ کے بازو کو دیکھا کہ پتلے تھے اور اونپر بال بہت تھے تو فرمایا کہ اوس دن تیرا کیا حال ہوگا جب کنگن بادشاہ عجم کو تو اپنے ہاتھون مین پہنے گا۔ تو جب عمرؓ کے زمانہ مین مداین کو فتح کیا عمرؓ نے اُس کو بلایا اور بادشاہ عجم کے کنگن اُسکے ہاتھون میں ڈلے۔

اگر حضرت عمرؓ اور اونکے رفقا مجاہدین کی شرط اور صفات سے موصوف نہ مانے جائین تو جو مال غنیمت اونھون نے حاصل کیا وہ مال مغصوب سمجھا جائے گا پس کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ کو مال مغصوب حاصل کرنے کی بشارت دے گئے تھے۔

اس **مقام** پر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اسی مُلک فارس کی شاہزادی حضرت عمرؓ کے سامنے منجملہ مال غنیمت کے آئی اور اُس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ جس کو پسند کرلے اوسی کے حصہ

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۴۸

دارالاسلام بنادیا یہ فضیلت انھین خلفا سے مختص ہے اور جو فضائل مجاہدین کے قرآن مجید مین مذکور ہین اونکے درجہ اعلی کے مستحق بھی ہین۔ حضرات شیعہ خلفا ثلثہ کی اس فضیلت کو کسی طرح نہین چھپا سکتے۔ اور بڑا جواب اونکی طرف سے یہی ہے کہ ان تینون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو کر اپنے ہاتھ سے جنگ نہین کی اسکا مفصل جواب ہم جلد ثانی مین لکھ چکے ہین اور ثابت کرچکے ہین کہ اگرچہ رواۃ شیعہ نے تعصب اور عناد کی وجہ سے انکی لڑائیون کو چھپایا مگر اہل سنت کی روایتون سے ثابت ہے کہ رسول کے ساتھ ہو کر بھی انھون نے جہاد مین اکثر قتال کیا ہے۔ روایات سابقہ کے علاوہ ایک روایت اونکے قتال کی اس موقع پر بھی نقل کیجاتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ غزوہ حنین مین حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم مین سے ایک ایک نے دس اور کئی ہاتھ تلوار کے دشمنون پر مارے۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین بحث غزوہ حنین مین لکھا ہے۔

روی البزار عن انس ان ابابکر وعمر وعثمان وعلیا ضرب کل منهم بضعة عشر ضربة۔	روایت کی ہے بزار نے انس سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ میں سے ہر ایک نے دس پر کئی ضربین لگائین۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نصیحۃ الشیعہ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۴ ہجری مطابق ستمبر ۱۸۹۶ء مین مطبع احسن المطابع مرادآباد مطبوع ہو کر شائع ہوئی۔ (حق تالیف بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ محفوظ ہے)